أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

بفضل رحمانی وامداد یزدانی کتاب مستطاب موسومہ بہ

مواہب رحمانیہ

فی فوائد وفیوضات حضرات ثلاثہ دامانیہ

کی جلد اوّل

التجلیات القدوسیہ

مؤلفہ

عارف صمدانی غوث زمانی حضرت الحاج خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب سراجی مجددی

سجادہ نشین دربار عالیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف

ناشر وطابع

مکتبہ سراجیہ مجددیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان صوبہ سرحد (پاکستان)

الفقیر حبیب الرحمٰن کبول طاہری بخشی غفاری نقشبندی

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

بفضلِ رحمانی وامدادِ یزدانی کتاب مستطاب موسومہ بہ

مُوَاهِبِ رحمانیہ

فی فوائد وفیوضات حضرات ثلاثہ دامانیہ

کی جلد اوّل

التجلیات القدوسیہ

مؤلفہ
عارفِ صمدانی غوثِ زمانی حضرت الحاج خواجہ محمد اسمٰعیل صاحب سراجی مجددی
سجادہ نشین دربارِ عالیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف

ناشر وطابع
مکتبہ سراجیہ مجددیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف
ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان صوبہ سرحد (پاکستان)

نام کتاب ——— مواہب رحمانیہ فی فوائد و فیوضات حضرات ثلاثہ دامانیہ۔

مؤلف ——— تصنیف منیف حضرت خواجہ علامہ الحاج مولانا محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح سراجی مجددی مدظلہٗ۔

صفحات، سائز ——— ۲۳×۳۶/۱۶ ۳۱۲ صفحات

کتابت ——— میاں عبید اللہ نوشہرہ ورکاں (گوجرانوالہ)

طبع اوّل ——— ۱۴۰۶ھ بمطابق ۱۹۸۵ء

مطبع ——— کاروان پریس، دربار مارکیٹ، لاہور

قیمت ——— Price Rs.50/-

ملنے کا پتہ

مکتبہ سراجیہ مجددیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ، موسیٰ زئی شریف

ضلع ڈیرہ اسماعیل خان (صوبہ سرحد)

پاکستان

فہرست

حمدُ للہ ہر آن چیز کہ خاطر میخواست
بعد مدّت زپسِ پردۂ تقدیر پدید

تشکّرُ اللّٰہ

کتاب ھذا التجلیاتُ الدّوستیہّ کی طباعت کے جملہ مصارف سردار عنایت اللّٰہ خان صاحب میاں خیل، ایس ڈی او، سکنہ سراج منزل، موسیٰ زئی شریف (ضلع ڈیرہ اسماعیل خان) نے برداشت کیئے ہیں اللّٰہ تعالےٰ جلّ شانہٗ عظیم بطفیل حضرات خواجگان عالیشان رضی اللّٰہ عنہم اجمعین موصوف کو دونوں جہانوں میں سرفراز و ممتاز و کامیاب و کامران رکھے اور جزائے خیر سے نوازے۔ آمین ثم آمین!





انتباہ

واضح رہے کہ زیر نظر کتاب جس کا نام مواہب رحمانیہ فی فوائد وفیوضات حضرات ثلاثہ دامانیہ ہے۔ ایک مقدمہ اور تین بابوں پر مشتمل ہے اور آخر میں ایک خاتمہ مرتب کیا گیا ہے۔

باب اول میں حاجی الحرمین الشریفین العلامۃ بسنۃ سید الکونین، سلطان العاشقین، محبوب المحبوبین، سید المجذوبین، سند السالکین، امام العارفین، مصدر الکرامات الظاہرۃ، معدن البرکات الباہرۃ قطب زمان غوث اوان، مظہر جمال الحق، برہان جلال اللہ الباری، حضرت خواجہ حاجی مولانا دوست محمد صاحب قبلہ قندھاری دامانی قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم الاقدس کے حالات اور سوانح حیات از ولادت شریف تا وصال منیف درج ہیں۔ جس کا نام نامی اور کتاب کا اسم گرامی مواہب رحمانیہ فی التجلیات القدسیہ

حصہ اول رکھا گیا ہے۔ جو حضور قدس اللہ روحہٗ کی لاکھوں خوبیوں، اور حضورؒ کے منہ مبارک سے نکلے ہوئے جواہر پاروں کا مجموعہ ہے۔ جس پر یہ شعر اردو صادق آتا ہے ؎

میرے آقا، میرے داتا، میرے مرشد، میرے حضرت
جہاں کی خوبیوں، اور حسن کے مظہر اتم تم ہو

سُبحان اللہ!

امیدوار ہوں کہ اللہ کریم و رحیم اس دُرِّ گراں مایہ کتاب

التجلّیات الدُّوستیہ

کے فیوضات اور فوائد و برکات بلانہایت سے پہلے اس عاجز کو اور پھر جملہ مریدین اور منسلکین طریقہ عالیہ کو بلکہ جملہ خلق اللہ کو مستفیض اور منور فرماتے۔ آمین ثم آمین!

شعر فارسی ؎ چشم دارم کہ دہی اشکِ مرا حسن قبول
اے کہ در ساختۂ قطرۂ بارانی را

باب دوئم میں زبدۃ الفقہاء والمحدثین، عمدۃ العلماء والمتقین، صاحب المقامات الاحمدیہ مصدر الکرامات الجلیۃ، الفانی فی اللہ، والباقی باللہ، قیوم زمان، محبوبِ رحمٰن، پیر دستگیر حضرت خواجہ حاجی مولانا محمد عثمان صاحب قبلہ دامانی قدّسنا اللہ تعالیٰ بسرہٖ الاقدس کے حالات زندگی اور سن ولادت تا وصال شریف جو کہ وہ بھی پانچ فصلوں پر منقسم ہے مفصل بیان ہے۔ جس کا نام کمالات عثمانیہ رکھا گیا ہے۔

باب سویم میں عمدۃ السالکین، زبدۃ العارفین، ناشر سُنن سید المرسلین وسیلۃ الغرباء والمساکین، حاجی الحرمین الشریفین، حضرت خواجہ حاجی مولانا مُحمّد سراج الطریقۃ، والحقیقۃ والدین، خواجہ حضرت حاجی محمد سراج الدّین صاحب قبلہ دامانی قدس اللہ روحہ کے حالات زندگی، سن ولادت اور تعلیم و تعلّم، اور کثرت رشد و ارشاد اور اپنے والد ماجد کی زندگی ہی میں درجہ قطبیت پر سرفراز ہونے۔ اور ایک بڑا قافلہ حج بیت اللہ الحرام کو ساتھ لے جانے، اور دخولی روضہ مطہرہ گنبد خضرآء میں حضور رحمۃ للعلمین صلے اللہ تعالے علیہ وسلم کے بلانے اور جملہ حالات کے بیان میں اور آخر میں خاتمہ کتاب مواہب رحمانیہ درج ہے۔

فقیر الراجی الی رحمۃ رب الجلیل
فقیر محمّد اسمٰعیل سراجی
مجددی نقشبندی غفر اللہ لہٗ
ولآبائہٖ الکرام و لمشائخنا العظام
قدس اللہ اسرارھم ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمْ

خطبہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَہِدَتِ الْمُکَوَّنَاتُ بِوَحْدَانِیَّتِہٖ ؕ وَ لَانَتِ الْمَصْنُوْعَاتُ لِعَظْمَتِہٖ ؕ وَ خَضَعَتِ الْجَبَابِرَۃُ لِعِزَّتِہٖ ؕ وَیُرَبِّیْ کُلَّ حَیٍّ بِنِعْمَتِہٖ ؕ وَالْاَشْبَاحُ عَلٰی بِسَاطِ خِدْمَتِہٖ وَاقِفَۃٌ ؕ وَالْاَرْوَاحُ عَلٰی سُرَادِقِ مُحَبَّتِہٖ عَاکِفَۃٌ ؕ وَالْقُلُوْبُ مِنْ اَلَمِ صُدُوْدِہٖ خَائِفَۃٌ ؕ وَسَقَاھُمْ رَبُّھُمْ بِکَأْسِ مُحَبَّتِہٖ دِھَاقًا ؕ فَازْدَادُوْا اِلٰی لِقَآئِہٖ اِشْتِیَاقًا ؕ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ مَرْکَزِ دَائِرَۃِ الْوُجُوْدِ ؕ وَدَائِرَۃِ مَرْکَزِ الشُّھُوْدِ ؕ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ نُجُوْمِ الْھِدَایَۃِ عِنْدَ ھُجُوْمِ الْغَوَایَۃِ ؕ رِمَلَاءَ الْمَلَوَیْنِ ؕ وَ ھُدَی النَّشْأَتَیْنِ ؕ

اَمَّا بَعْدُ!

مقدمہ

احسان و تصوّف اور تعلق باللہ کی اہمیت قرآن اور احادیث کے دلائل سے مدلّل کرنے کے بیان میں

تصوف

تصوف جو کہ ہدایت باری تعالےٰ کے مدارج ثلاثہ کے درجہ علیا و عظمیٰ سے عبارت ہے جس کو زبان مبارک رسالت مآب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں احسان کا نام دیا گیا ہے عبدیت کاملہ کا انتہائی عروج اور ترقی کا بلند ترین مقام ہے۔ اس مقام عالی میں عبد کامل کا ایمان اور عرفانِ کامل شک وشبہ سے بالاتر ہوتا ہے، کیونکہ ایسا سعادت مند انسان فرد فرید اور ولی کامل و صاحب مشاہدہ ہوتا ہے۔ اس کی قلبی بصیرت ہر چیز کو نفس الامری کی صورت میں دیکھتی ہے۔ باری تعالےٰ جل شانہ، کا عرفان اور مشاہدہ بھی اس کو وجدان اور قلبی بصیرت سے حاصل ہوتا ہے۔ جان اور پہچان میں بہت فرق ہے۔ ایسے عرفان کا نتیجہ محبت ہوتی ہے اور محبت کا نتیجہ معیت مطلقہ ہے جو عبدیت کاملہ کی عظمت اور شرافت کی برہان اور دلیل ہے۔ ایسی معیت مطلقہ اُن چار منعم علیہم

جماعتوں میں سے اس تیسری جماعت کی معیت مطلقہ میں شمار ہوتی ہے۔ جس کو باری تعالیٰ جل شانہ نے اس آیت کریمہ أُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ الیٰ اٰخرہٖ میں بیان فرمایا ہے۔

مُفَسِّرِیْن شُہدا سے مراد وہ حضرات مجاہدین لیتے ہیں۔ جو معرکہ ہائے جہاد میں کفار کے ہاتھوں جان بحق ہو کر شہادت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ لیکن امام فخر الدین رازیؒ اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی فتاویٰ عزیزیہ میں شہدا سے مراد صرف وہ مجاہدین نہیں لیتے، جو بارگاہ قدس میں جان کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، بلکہ ان کی مُراد شہدا سے وہ حضرات اولیاء اللہ تعالیٰ بھی ہیں۔ جو وساوس ماسوی اللہ اور خطرات غیر سے یکسر خالی ہو کر ہمہ تن بارگاہ رب العزّت میں حضوری سے باریاب ہوتے ہیں اور ان کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کا وہ بلند مقام حاصل ہوتا ہے جس کو مقام رضا، و جمعیت و حضور سے (اصطلاح تصوف میں) تعبیر کیا گیا ہے، کیونکہ حضور مولےٰ میں جان دینا تو آسان کام ہے۔ دل کو اللہ کریم کے مشاہدہ میں فنا کرنا بے حد مشکل اور سخت ترین کام ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شہدا سے مراد ارباب ولایت و مشاہدہ ہیں، اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ خداوند کریم کے برگزیدہ بندے حصول فیض کے وسائط اور نجات ابدی کے وسائل ہیں۔ جیسا کہ فقیر پہلے تحریر کر آیا ہے کہ معیت مطلقہ سے ہی انسان عبد کامل بنتا ہے اور عبدیت کاملہ سے وہ اپنے شیخ کی جنس بن جاتا ہے اور شیخ کے حلقے میں بیٹھنے سے شیخ کی توجہات قاہرہ کے ذریعے وہ اپنے شیخ کے رنگ میں رنگا جاتا ہے۔

خواجہ حافظ محمدؒ ابراہیم صاحب المتمکن بسجادہ الرشد والارشاد خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسٰے زئی شریف کی خدمت میں حاضر ہوا، تو حضور نے فرمایا: شب و روز کی محنت شاقہ اور مسلسل جہد و کوشش کے ذریعے تم نے جو علامہ کی امتیازی ڈگری حاصل کی ہے تو تمھاری صحت پر بے حد اثر پڑا ہے۔ بہتر ہوگا کہ یہ موسم گرما بمقام موہڑہ شریف مضافات مری میں جاکر گذارو، جہاں پر کہ تمھارے چچا حضرت محمد علاؤ الدین صاحب اس وقت بمعہ بال بچوں کے اقامت پذیر ہیں۔ وہاں جاکر آب و ہوا تبدیل کرو اور ان ۲ مہینوں میں دو کتابوں مجموعہ[1] فوائد عثمانیہؒ اور مجموعہ فوائد سراجیہؒ کا ترجمہ بھی کرو۔ ان ہر دو مجموعات کے سلیس اردو میں ترجمے کا کام تمھارے سپرد کرتا ہوں، تاکہ یہ معلوم کروں کہ تم نے علامہ کی امتیازی ڈگری حاصل کر کے کہاں تک قابلیت حاصل کی ہے۔ اس طویل مسافرت میں چچا محمدؒ حزب اللہ صاحب کو تمھارا رفیق سفر بناتا ہوں، کیونکہ چچا صاحب تمھارے مذاق کے عین مطابق ہیں۔

چونکہ جون اور جولائی کا مہینہ تھا۔ ان ایّام میں گرمی شدید تھی، ہم جلدی سے روانہ ہوکر اپنے چچا صاحب حضرت محمد علاؤ الدین صاحب کے ہاں موہڑہ شریف کی پُرلطف فضا میں جاکر قیام پذیر ہوئے۔ امتثالاً لِلْاَمْرِ الشَّرِیْف۔ پس بحمد اللہ و منتہ کہ دو ماہ کے قلیل عرصہ میں شب و روز کی مسلسل کوشش اور محنت سے چھ ساڑھے چھ سو صفحات کا (ایک مجموعہ) اردو ترجمہ مجموعہ فوائد عثمانیہؓ شریف اور مجموعہ فوائد سراجیہؒ شریف کا فقیر نے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

جب دو ماہ کی مسافرت کے بعد فقیر اپنے والد ماجد قدس اللہ روحہٗ کے حضور بمقام دریا خان واپس حاضر ہوا تو ترجمہ مذکورہ حضور والا کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور قبلہ

[1] مجموعہ فوائد عثمانیہ اور مجموعہ فوائد سراجیہ دونوں کتابیں فارسی زبان میں تھیں۔

بناءً علیہ فقیر سال ۱۹۲۶ء میں دس سال کی عمر میں جامعہ عباسیہ بہاول پور میں داخل ہوا۔ جامعہ عباسیہ ایک خالص اسلامی اور دینی درس گاہ تھی۔ جس کی بنیاد نواب آف بہاولپور سر صادق محمدؒ خاں خامس عباسی نے سال ۱۹۲۵ء میں ڈالی تھی جس میں کہ ابتداء سے لے کر انتہاء تک جملہ علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی تھی۔ علم فقہ اصول تفسیر اور حدیث کے علاوہ منطق، ریاضی اور فلسفہ کی اعلیٰ التعلیم بھی دی جاتی تھی۔ قابل قابل اساتذہ پنجاب اور ہندوستان کے اس میں تعینات تھے۔ حضرت مولانا مولوی غلام محمد صاحب گھوٹوی شیخ الجامعہ تھے۔ جو صدر مدرس کے درجہ پر تعینات تھے اس جامعہ میں ساری دینی تعلیم کے لیے تین ۳ درجے تھے۔ مولوی فاضل اور علامہ اور مولوی عالم۔ علامہ کے تین سال، مولوی فاضل کے تین سال اور مولوی عالم کے چار سال مقرر کیے گئے تھے۔ گویا کہ سارا نصاب دس سال میں پایہ تکمیل کو پہنچایا جاتا تھا۔

فقیر نے مولوی فاضل تک جب نصاب تعلیم جامعہ مذکورہ کا پورا کر لیا، تو پھر علامہ کی امتیازی ڈگری حاصل کرنے کے لیے تین ۳ سال اور جامعہ میں گذارے۔ اور سال ۱۹۳۶ء میں فقیر نے جامعہ سے فارغ ہونے کے بعد دو سال حضرت شیخ الحدیث و التفسیر مولانا حسین علی صاحب مرحوم بمقام واں بھچراں کے پاس گذارے اور اس زمانہ میں فقیر نے دوبار ترجمہ قرآن کریم کے علاوہ، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد کامل، اور بخاری شریف بعض مواضع سے حضرت الشیخ موصوف کے پاس دوبارہ پڑھیں جب علوم و فنون کی کتابوں سے مکمل فراغت حاصل کر لی، تو بمقام دریا خاں ضلع میانوالی میں اپنے شیخ و والدی ماجدی شیخی و اماحی المعرض عن ما سو اللہ الھادی الی اللہ و وسیلتنا الی اللہ العلیم حضرت

نے مختلف مقامات سے مطالعہ فرمایا۔ دوران مطالعہ آپ کے چہرہ سے بشاشت اور خوشی کے آثار نمودار ہوتے رہے۔ حضور نے درازیٔ عمر، عمل صالح اور بخت و اقبال کی دعاؤں سے نوازا۔ اس کے بعد آپ نے کاتب کو منگوایا اور کاپی نویسی کرائی۔ تقریباً دو تہائی حصہ کی کاپی نویسی بھی ہو گئی۔ اور چند ایک اجزاء طباعت کے لیے مالکان مطبع کے سپرد بھی کئے گئے۔ اور چند اجزاء کی طباعت بھی ہو گئی۔ چونکہ حضور قبلہ کا مزاج قلندرانہ تھا۔ طباعت کی جانب سے توجہ پھیر لی اور یہ کام معرض التوا میں چلا گیا۔

اِسی سال ماہ اکتوبر میں حضرت الشیخ مولانا حسین علی صاحب دریا خان میں آنحضور کی ملاقات کے لیے تشریف لائے تو فقیر سے پوچھا کہ آپ جو تحصیلِ علم سے فارغ ہو کر آئے ہیں تو طالب علم کے لیے ظاہری اور باطنی تربیت کی خاطر بیعت کرنا بہت ضروری ہے۔ کیا آپ نے اپنے حضرت سے بیعت کی ہے یا نہیں؟ فقیر نے عرض کی، نہیں قبلہ! ابھی تک فقیر بیعت نہیں ہوا۔ لہٰذا فقیر کو وضوٗ تازہ کرنے کا حکم دیا۔ حسب الحکم فقیر وضو کر کے حضرت الشیخ کی خدمت میں حاضر ہوا، تو فقیر کو ساتھ لے کر حضور حضرت قبلہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور دریا خان والے بنگلے کے مشرقی کمرے سے باہر والے تھلّے پر تشریف فرما تھے۔ اور حضور کے سامنے فقیر کو بٹھا کر حضور کی خدمت میں عرض کی؛ حضور! صاحب زادے صاحب کو بیعت فرماؤ۔

حضور قبلہ نے اس بے نوا فقیر کو بیعت فرمایا، اور فقیر کے قلب پر انگشت شہادت رکھ کر تین بار ذکر اسم ذات "اَللّٰہُ اَللّٰہُ" کی تلقین فرمائی اور فقیر کو فرمایا کہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اپنے قلب پر بزبان خیال اللہ اللہ کرتے رہا کرو۔ اور پھر دعا کے واسطے ہاتھ کھڑے کئے۔ بوقت بیعت حضرت خواجہ محمد علاؤ الدین صاحب

(مرحوم) فقیر کے چچا صاحب بھی موجود تھے۔ تینوں حضرات نے فقیر کے واسطے دعا مانگی۔

وہ نقشۂ مبارک جس کو عرصہ دراز گذر گیا ہے۔ ابھی تک آنکھوں سے دور نہیں ہوا۔ سبحان اللہ وبحمدہ۔

جب حضور حضرت قبلہ نے اس عاجز کو بیعت فرمایا اور دعا فرمائی۔ تو حضرت الشیخ مولانا حسین علی صاحب قدس اللہ روحہ، فقیر کو کمرہ کے اندر لے گئے۔ اور وہیں اپنے سینے مبارک سے پیراہن اٹھا کر لطائف سبعہ عالم امر کے از لطیفۂ قلب تا لطیفۂ اخفیٰ اور عالم خلق کے لطائف لطیفۂ نفس اور عناصر اربعہ تا سلطان الاذکار جس کو لطیفۂ قالبیہ کہتے ہیں ہر ایک پر انگلی رکھ کر سمجھائے اور اسیطرح دن اور راتیں ذکر و شغل میں گذرتے رہے۔

ولایت کبریٰ تک کا سلوک طریقہ مجددیہؒ فقیر نے اپنے حضرت قدس اللہ سرہٗ سے پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ اور باقی ماندہ سلوک کے لیے فقیر نے حضرت الشیخ مولانا حسین علی صاحبؒ سے رجوع کیا۔ اور کتاب ہدایت الطالبین اور دیگر رسائل تصوف و سلوک سلاسل اربعہ کے مولانا موصوف سے سبقاً پڑھے۔ اور جملہ مقامات سلوک مجددیہؒ میں حضرت الشیخ مولانا موصوف قدس سرہٗ سے توجہات حاصل کر کے تا دائرۂ لاتعین، یعنے سلوک سلسلہ عالیہ مجددیہؒ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔ بفضلہٖ وکرمہٖ۔

چنانچہ حضرت الشیخ مولانا موصوف نے اس فقیر کے حق میں اجازت نامۂ خلافت بھی تحریر فرمایا۔ اجازت نامہ کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں:

اجزت الطرائق کلّھا لحضرت محمد اسمٰعیل
کما اجازنی شیخی و امامی سیدی محمد عثمان
قدس اللہ روحہٗ ... الخ

اما بعد۔ مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۵۷ء کو۔

الفانی فی اللّٰہ والمُعرض عن ما سو اللّٰہ الھادی الی اللّٰہ

وسیلتنا الی اللّٰہ العلیم حضرۃ خواجہ حافظ

محمد ابراھیم صاحب قلندر غریب

النواز ووالدی ماجدی وشیخی و امامی قدسنا اللّٰہ

بسّرہ السّامی بندآء آیۂ کریمہ یاایتھا النفس

المطمئنۃ ارجعی الی ربك راضیۃ مرضیۃ ط داعی

اجل کو لبیک کہتے ہوئے اس دارِ فانی سے اس گل گلزار جاودانی کو کوچ

فرما گئے اور ہم بے چاروں کو دردِ ہجراں و فراق میں تڑپتا چھوڑ گئے۔ انا

للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

حضور اپنے زمانۂ زندگی کے آخری ایام میں اپنی ساری ذمہ داریاں اس فقیر کے سپرد فرما گئے اور ساتھ ہی اپنے وصال کے ایک سال قبل اجازت نامۂ خلافت مطلقہ برائے سلاسل ہشتگانہ اور خانقاہات ثلاثہ (خانقاہ شریف موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان خانقاہ شریف سون سکیسر خانقاہ شریف لوڑگئی واقع مضافات قندھار کی تولیت مع سپردی کتب خانہ شریف (یعنی تسبیح خانہ شریف جو حضرات ثلاثہ کی مسند نشینی کا مبارک مقام ہے) یہ سب اس فقیر کو اجازت نامہ میں تحریر فرما کر اپنے خلیفۂ اجل و اکمل حضرت قاضی مولانا عبد الجلیل صاحب انگوی مرحوم کے ذریعے سے اپنے دستخط مبارک سے مزّین فرما کر اور قاضی صاحب موصوف کے دستخط بھی کرا کر فقیر کو مرحمت فرما گئے۔ یہ اجازت نامہ معہ تولیت نامہ آں حضور کے چہلم شریف و

عرس شریف کے موقعہ پر مجمع کثیر خلفائے عظام اور علماء کرام اور مریدین خاص وعام کو حضرت قاضی مولانا عبدالجلیل صاحب مرحوم ومغفور نے پڑھ کر سنایا۔

یہ امانت سعادت مقدّسہ جو حضرات خواجگان عالی شانان قدس اللہ اسرارہم العالیہ کے طفیل بوسیلہ سیدی ومرشدی ووالدیم بزرگوار قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ اس ناچیز کو ملی۔ تو یہ امانت وسعادت، وہ امانت مبارکہ ہے کہ جس سے عہدہ برآ ہونا محض تائیدِ ربّانی سے ہی ہوسکتا ہے اس کی نزاکت ولطافت وغیرہ کا اولین تقاضا یہ ہے کہ صاحب سجادہ کم ازکم مجذوب سالک یا سالک مجذوب ضرور ہو۔ مگر اس عاجز وہیچمداں میں دونوں مفقود تھیں۔ گویا

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروئے شیوۂ اہل نظر نہیں

سجادگی نہ مادی ورثہ ہے اور نہ بازیچۂ اطفال۔ درحقیقت یہ رسالت پناہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا وہ جوہری اور حقیقی ورثہ ہے۔ جس پر مکمل انسانیت کی تعمیر اور تشکیل کی دارومدار ہے۔ اس وقت اگرچہ فقیر اپنے اندر طاقت اور قابلیت اس امر کی نہ پاتا تھا۔ مگر تواضع اور انکساری کی بنا پر امتثال امر کرتے ہوئے، جملہ فرائض خدمت اور سجادگی کے لوازمات کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہوگیا۔ اور انشاء اللہ تعمیل امر بجالاتے ہوئے فرمان حضرۃ والاقدس اللہ روحہٗ وافاضنا اللہ فتوحہٗ پر تادمِ والپسیں مصروف اور کاربند رہوں گا۔ چونکہ ؎

نیاوردم از خانہ چیزے نخست
ہر آں چیز دادی، ومن چیز تست

حضور سیدی و مرشدی والدم بزرگوار قدس اللہ تعالےٰ روحہ، کے درد ہجران اور فراق کے صدمۂ جانکاہ سے جب کچھ سنبھلا، تو جو جو فرائض حضور حضرت قدس اللہ روحہٗ اس فقیر کے ذمہ چھوڑ گئے تھے۔ وہ ایک ایک کر کے یاد آئے۔ ان میں اولین فریضہ جو توجہ کا مستحق تھا، وہ یہی مجموعہ تھا جس کی اشاعت اور فیصلہ خود آں حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرما گئے تھے۔ حتّٰی کہ اس کی دو تہائی کاپی نویسی بھی ہو گئی تھی اور مطبع کے حوالہ بھی فرما گئے تھے۔ مگر چونکہ مزاج قلندرانہ تھا۔ وہ طباعت معرضِ التوا میں چلی گئی۔ (جس کا بیان پہلے آچکا ہے۔)

اب جو اس فقیر کو ازسرِ نو مجموعہ مذکورہ کی اشاعت کا خیال پیدا ہوا تو معاً یہ خیال بھی آیا کہ مذکورۃ الصدر مجموعہ میں ایک کمی بھی ہے۔ جس کی تلافی بے حد ضروری ہے اور وہ یہ کہ قطب الواصلین غوث السالکین حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین و المغربین جامع العلمین وسیلتنا الی اللہ الاحد الصمد الباری حضرۃ خواجہ حاجی مولانا دوست محمدؐ صاحب قبلہ قندھاری قدسنا اللہ تعالےٰ باسرارہٖ وافاضنا اللہ من فیوضاتہٖ و برکاتہٖ کے مناقب اس مجموعہ مذکورہ میں نہیں تھے اور ایسے تذکارِ جلیل کے نہ ہونے سے یہ گلدستہ فیوضات اور خزینۂ تجلیات حضراۃ دامانیہ اس فقیر کو نامکمل نظر آیا۔ چنانچہ فقیر مجموعہ فوائد دوستیہ کی تحریر و ترتیب کی جانب متوجہ ہوا۔ اس سلسلہ میں اس عاجز کے پیشِ نظر حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے حالات مبارکہ میں دو مجموعے تھے۔ ایک وہ مجموعہ جس کو حضرت سیدنا و مرشدنا قطب زمان غوث اوان محبوب رحمان وسیلنا الی اللہ الغفران حضرت خواجہ حاجی مولانا محمد عثمان صاحب دامانی قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس کے اشارے سے حضرت مولانا رحیم بخش صاحب

اجمیری اور مولانا معز الدین صاحب کھوہی بہارہ رحمہا اللہ تعالےٰ نے آپ قبلہ کے مناقب میں فارسی زبان میں تیار کیا تھا۔ جو صرف ملفوظات شریفہ پر مشتمل تھا۔ اور دوسرا وہ مجموعہ جس کو حضرت مولانا محمدؐ عادل صاحب کاکڑہی رحمہ اللہ تعالےٰ نے مرتب فرمایا تھا۔ یہ مجموعہ جس کا نام **فضائل الباری** ہے۔ منتخب ملفوظات کا گلدستہ بھی ہے۔ اور جس میں حضرت حاجی صاحب قبلۂ انام اور کعبۂ خاص و عام کے مکمل حالات زندگی (پیدائش مبارک سے لے کر تا رحلت شریف سب حالات وغیرہ) درج ہیں۔ اور یہ مجموعہ ایک مکمل مناقب کی شکل اختیار کر گیا ہے جس کا نام **فوائد دوستیہ** رکھا گیا ہے۔

فلہٰذا اس کا ترجمہ کر کے سابقہ دو مجموعوں کے ساتھ باضافہ و حذف شامل کیا گیا ہے جس کا نام **مواہب رحمانیہ فی مناقب حضراۃ ثلاثہ دامانیہ** قرار پایا ہے۔ اور یہ نام مبارک میرے پیر و مرشد والدم بزگوار قدس اللہ روحہٗ کا رکھا ہوا ہے۔ جس سے فقیر بے مایہ اُمیدوار ہے کہ اسم بامسمّٰی ہو کر فیض اندوزان سلسلہ عالیہ کے لیے باعث ہزار برکات و فیوضات ثابت ہوگا۔

حضرت خواجۂ خواجگان، پیر پیراں، مرہم ناسور دل ہائے دردمنداں، سلطانِ بخارا و سمرقند، حضور حضرت مولانا الشیخ سید بہاؤ الدین محمدؐ نقشبند مشکل کشا بخاری قدس اللہ تعالیٰ روحہٗ وافاض علینا فتوحہٗ فرماتے ہیں:

"طریقہ ما انعکاسی است، و طریقہ مااِنصباغی است"

اس طریقہ میں مرید اپنے پیر و مرشد مبارک کی جب جنس بن جاتا ہے تو بطریق مجالست اپنے شیخ کے حلقہ میں بیٹھ کر اس کی توجہ کا مرکز بن جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت امام ربّانی، قیوم صمدانی مجدد پاک منوّر الف ثانی قدسنا اللہ تعالےٰ

بسرہ السامی نے اپنے ایک مرید شیخ عبدالحمید صاحب بنگالیؒ کو آداب مریدین کے ضمن میں تحریر فرمایا ہے۔ اور مجانست کے متعلق یہ مندرجہ ذیل اشعار لکھے ہیں ؎

معجزہ از بہر قہر دشمن است
بوئے جنسیّت پئے دل بُردن است
باعث ایماں نباشد معجزات
بوئے جنسیّت کند جذب صفات

جذبِ صفات کے لیے جنسیّت یا بوئے جنسیّت بے حد ضروری ہے جب مجانست پیدا ہو جاتی ہے تو شیخ اپنے مریدوں کو دو طریقوں سے فیض یاب کرتا ہے۔

ایک طریقہ تو یہ ہے کہ شیخ طالبانِ فیض کو اپنے حلقہ میں بٹھا کر توجہ دیتا ہے۔ اور ہر طالب حسب استعداد اپنے شیخ کے باطن سے اکتساب فیض کرتا ہے (یعنے فیض حاصل کرتا ہے۔)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جو طالبانِ فیض بوجہ بُعد مسافت (اپنے شیخ کی صحبت میں حاضری سے معذور ہوتے ہیں)، تو ان کو شیخ اپنی غائبانہ توجہ سے سرفراز فرماتے ہیں یا اپنے مکتوبات شریفہ سے نوازتے ہیں کہ المکاتبات نصف الملاقات ۔

اس طرح سے طالبان فیض اپنے اپنے مشائخ کرام کی صحبت وغیرہ سے فیضان الٰہیہ سے مالامال ہو کر خلعت خلافت سے سرفراز ہو کر آگے فیّاض یہاں بنتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ یہ سلسلۂ عالیہ سلسلۃ الذہب ہے (یعنی سونے کی زنجیر یا لڑی)، اس سلسلۂ عالیہ میں شریعت مقدسہ و مطہرہ کو میزان عدل کے طور پر مقرر کیا گیا ہے۔ یعنے شریعت کی پابندی کو تصوف کی اساس اولین اور غایۃ الغایۃ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ

حضور حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب عروۃ الوثقیٰ قدس اللہ روحہ نے اپنے ایک مکتوب شریف میں تحریر فرمایا ہے کہ کمالاتِ اولیاء اللہ تعالےٰ ظاہر شریعت مبارک کا نتیجہ ہیں اور کمالات انبیاء باطن شریعت مبارک کا ثمرہ :

بحمد اللہ تعالیٰ آپ اس صحیفہ منیفہ میں ہر جگہ استقامت شریعت اور اتباع سنت کی ترغیب، اور ولایت و کمالات ولایت کو پابندئ شریعت مطہرہ کا نتیجہ ہونا ملاحظہ فرمائیں گے۔

قبل ازیں فقیر نے سلسلۂ عالیہ کی تحریر اور اشاعت کے سلسلے میں ایک رسالہ بنام سلسلہ سراجیہ دربار عالیہ کے متوسلین کی خاطر شائع کرا کر احباب خاص و عام میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس رسالہ میں فقیر نے اپنے مرشد کے رابطہ اور تصور پکڑنے کا طریقہ اور فاتحہ دینے و توسل کرنے کا طریقہ۔ اور یومیہ ضروری وظائف۔ اور مراقبات کی نیتیں اور ہر مقام کا ثمرہ درج کئے ہیں (واضح طور پر لکھ دیئے ہیں) لیکن یہ مجموعہ جو زیر نظر ہے اپنی جامعیت اور افادیت کے اعتبار سے بڑا اہم اور جلیل القدر ہے۔ اس کی ترتیب اور تزئین میں فقیر کی اور فقیر کے احباب کی کوششیں سرفہرست ہیں۔ جن کے اسماء گرامی یہ ہیں:

عالم بے بدل حضرت مولانا محمد اسلم صاحب کوڑدھوی و حضرت خلیفہ صاحب جان محمد خان صاحب بلوچ نقشبندی مجددیؒ (جان جانان) ڈیروی اور حضرت والا مرتبت صاحبزادہ صاحب محمد اکبر صاحب قریشی پیلانوی سلمہم ربہم و اوصلہم الی غایۃ ما یتمنوھم، ان کی مسلسل اور شبانہ روز کاوشوں سے یہ مجموعہ بصد گہر آرائی اور بہزار جلوہ پیرائی ناظرین و متوسلین باتمکین کے سامنے یہ فقیر بے نوا پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ الحمد للہ رب العلمین!

ہماری ناچیز کوشش کو قبول فرما کر اس کا فائدہ عام فرمائے اور اس عاجز اور یارانِ طریقت عزیزان مذکورۃ الصدر کی طرف سے اس مجموعہ شریف کو باقیات الصالحات گردانے۔ آمین ثم و ثم۔ ~

مُور بے مایہ ہوس داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

خدائے برتر و بے ہمتا

اس فقیر کو اور جملہ برادران طریقت کو اس مجموعۂ گراں مایہ کے فیوضات و برکات کے صدقے اِن محرمان بارگاہ قدس کی غلامی اور ان کے مقاماتِ عالیہ سے بہرہ کامل نصیب فرماتے ہوئے خاتمہ بالخیر و باایمان سلامت مرحمت فرمائے۔ اور بعد از مرگ ان کی کچہری شریف و منیف میں شامل و داخل فرما کر ان کی رفاقت منیف میں حضور سرورِ دو عالم و رحمت مجسّم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے دربار دُرر بار، ہزار جاں نثار میں (دائمی) حاضری نصیب فرمائے۔ آمین یارب العٰلمین۔

ع ویرحم اللہ عبداً قال اٰمینا!

اب یہ کوشش کتنی کامیاب ہے اس کا فیصلہ اہلِ انصاف کی نظر مبرا از اعتساف پر موقوف ہے ~

صُورت گرِ نقاش چین! رَو صُورتِ یارم ببیں
یا صورت کَش این چنین! یا ترک کن صُورت گری

ف: حصہ کامل

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ سَعْيًا مَشْكُوْرًا وَعَمَلًا مَقْبُوْلًا وَ

دُعَاءً مُسْتَجَابًا - اٰمین!

تمت المقدمه



الراجی الی رحمة رب الجلیل

فقیر محمد اسمٰعیل سراجی مجددی نقشبندی

غفر اللہ لہ ولاٰبآئہ الکرام ولمشائخہ العظام

قدس اللہ اسرارھم

(آستان عالیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ

موسیٰ زئی شریف

من مضافات ڈیرہ اسماعیل خان)

باب اوّل التجلیات
الدُوستیہ

ذات قدسی صفات، معدن اسرار الٰہی، مخزن انوار نا متناہی، حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین والمغربین، جامع عِلمین وسیلتنا الی اللہ الصمد الاحد الباری حضرت خواجہ حاجی مولانا دوست محمدؐ صاحب قبلہ قندھاری قدسنا اللہ تعالےٰ بسرہ الاقدس کے حالات از ولادت شریف تا وصال شریف کے بیان میں۔

(یہ جو کہ پانچ فصول پر مشتمل ہے):

فصل اوّل: حضور حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس اللہ تعالےٰ روحہٗ کے خاندانی حالات۔

سن ولادت، حصول علم، طلب شیخ میں دور دراز ملکوں کا سفر، اور اپنے پیر و مرشد سے بعیت، اور مکمل سلوک سلاسل ثمانیہ حاصل کر کے خلعت خلافت سے مشرف ہو کر مسندِ رشد و ارشاد پر بیٹھ کر فیاض جہاں بننے کے بیان میں۔

فصل دوم: مرجع خلائق بن کر خانقاہات ثلاثہ تعمیر کرنے کے

بیان میں۔

فصل سوم : آپ کے ملفوظات شریفہ اور آپ کے کرامات شریفہ اور مکشوفات منیفہ کے بیان میں (یعنے **آپ کی زبان فیض ترجمان کے جواہر ریزے**)

فصل چہارم : آپ کے (**قربان جاؤں**) مکاتیب شریف، اور خلفائے منیف کے بیان میں۔

فصل پنجم : آپ (رضی اللہ تعالٰے عنہ) کی طویل علالت میں اپنے ارادتمندوں اور منسلکین ومحبین کو بدستور اپنے توجہات سے مشرف فرمانے، اور **وصیت نامہ** لکھ کر جملہ خلفاء کرام میں سے خلیفۂ نامدار وکامگار خلیفۂ اجل واکمل حضرت خواجہ حاجی مولانا **محمد عثمان صاحب** کو خلعتِ خلافت و نیابت سے سرفراز فرماکر اپنی مسند رشد وارشاد پر بٹھانے اور آپ (**قدس اللہ روحہ وافاضنا اللہ فتوحہٗ**) کے وصال شریف وتجہیز وتکفین وتدفین کے بیان میں۔

الباب الاولیٰ

بابِ اوّل کی
فصلِ اوّل

(حضور قبلہ حضرت حاجی صاحب غریب النواز قدس اللہ روحہ، سن ولادت، حصولِ علم، اور طلب شیخ کے لیے دور دراز ملکوں کا سفر، اور اپنے پیر و مرشد سے بیعت، اور مکمل سلوکِ سلاسل ثمانیہ حاصل کر کے خلعت خلافت و اجازت سے مشرف ہو کر مسند رشد و ارشاد پر بیٹھ کر فیّاض جہاں بننے کے بیان میں۔

حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرّہٗ انوند ملّا علی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند تھے۔ جو یوسف زئی درّانی افغان قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہ قبیلہ ولایت قندھار کے مضافات میں آباد تھا (آپؒ فرماتے تھے) میرے ماموں صاحبان اور بھائی بہنیں بکثرت تھے۔ مگر حاکم لایزال جل شانہٗ نے بجز فقیر کے سب کو اپنے پاس بلا لیا، اور یہ سب اللہ تعالےٰ کو پیارے ہو گئے۔

آں جناب کی ولادت باسعادت **۱۲۱۶ھ** میں قندھار کے قریب اپنے

آبائی گاؤں میں ہوئی۔ جب ہوش سنبھالا تو تحصیلِ علم کا شوق دامنگیر ہوا۔ قرآن مجید پڑھ کر عربی اور فارسی زبان میں دینی تعلیم کا آغاز فرمایا۔ ابھی ظاہری علوم سے فراغت حاصل نہ کر پائے تھے کہ عرفانِ الٰہی کا جذبہ موج زن ہوا آپ فرمایا کرتے:[1] "ایام جوانی میں ایک روز ہم سن طلباء کے گروہ کے ساتھ باباولی[2] قدس سرّہ کی زیارت کو جا رہے تھے کہ ناگاہ ہمارا گذر ایک پریشان حال مجذوب درویش پر ہوا، جو راستہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور طلبہ کے گروہ میں سے ہر ایک کے ساتھ کوئی نہ کوئی بات یا اشارہ فرما رہے تھے۔ جب میری باری آئی تو مجذوب موصوف نے فرمایا:"

"یہ طالب علم بڑا صاحبِ کمال اور صاحب حال اولیاء اللہ میں سے ہوگا اور ولی کامل بنے گا، کیونکہ اس کی پیشانی میں اسرارِ معرفت جلوہ گر ہیں"

اس مزار شریف کی زیارت کے بعد فقیر طلباء کے گروہ کے ساتھ واپس قیام گاہ پر پہنچا، تو اپنی تعلیم میں مصروف رہا اور اسیطرح دن اور راتیں گزرتی گئیں۔ اور فقیر کو گاہ بگاہ یہ خیال دل میں آجایا کرتا کہ اس مجذوب درویش کی جو منجملہ اولیاء اللہ میں سے تھا۔ "بات تو خالی نہ جائے گی۔ ایک نہ ایک دن ضرور اپنا رنگ دکھائے گی، کیونکہ كُلُّ أَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِأَوْقَاتِهَا کے تحت علم الٰہی میں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔

جب قندھار کا آب و دانہ جو میرے مقدر میں تھا، اختتام پذیر ہوا تو میں عازمِ سفر ہوا اور قریہ بقریہ مختلف منزلیں طے کرتا ہوا حرمین شریفین زادھما اللہ

---

[1]: یہاں سے آگے سب حضرت قبلہ حاجی صاحبؒ کے اپنے فرمودات ہیں۔ ۱۲

[2]: باباولیؒ جن کا مزار مبارک قندھار میں مشہور و معروف زیارت گاہ ہے۔

تعظیمًا وتکریمًا پہنچا اور کئی سال فقیر یہاں قیام پذیر رہا اور حج مبارک بھی کرتا رہا۔ اور بیت اللہ شریف سے مشرف ہونے اور حج مبارک سے فیض یاب ہونے کے بعد فقیر مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہتا اور والیِ گنبد خضرا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت شریف اور جوارِ منیف سے مشرف رہتا، اور ان ہی ایام میں مسجد نبوی مبارک میں علم ظاہری بھی پڑھتا رہتا۔

فقیر بظاہر تو مواجہہ شریف سے بھی مشرف ہوتا رہا۔ اور نمازیں بھی مسجد نبوی شریف میں باجماعت ادا کرتا رہا۔ اور اسباق بھی اپنے استاد سے پڑھتا رہا، مگر قلبی بے قراری سے دماغی سکون میسّر نہ تھا۔ اچانک ایک رات کو اسباق کے مطالعہ کے وقت حضور مجدد مائۃ الثالث والعشر نائب خیر البشر خلیفہ خدا مُروّج شریعت مصطفٰے الشاہ عبداللہ المعروف شاہ غلام علی شاہ صاحب دہلوی قدس اللہ روحہٗ وافاض علینا فتوحہٗ کی زیارت شریف کا شوق دل میں اس قدر موجزن ہوا۔ اور دیدارِ فیض آثار حضرت شاہ صاحب موصوف نے فقیر کو اس قدر بے قرار کیا کہ ایک روز سارا دن بڑی بے قراری میں گذارا کہ کبھی مسجد نبوی شریف کے ایک گوشہ میں اور کبھی دوسرے گوشہ میں جا کھڑا ہوتا، اور کبھی مسجد شریف کے اندر اور کبھی باہر آتا۔ جیسے آنکھیں کسی کے انتظار میں یا کسی کی تلاش میں سرگرداں ہوں اور بار بار یہ شعر گنگناتا رہتا ؎

کجائی اے پدر! آخر کجائی
زحالم بے خبر زینسان چرائی

آخر فقیر حرمین شریفین سے چل کر واپس قندھار اپنی منزل مقصود پر پہنچا۔ اور پھر وہاں سے غزنی اور کابل کے راستے سے پشاور پہنچا، تو حضرت حضور شاہ صاحبؒ قبلہ موصوف علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کے وصال پرملال کی خبر سنی۔ اس خبر سے بے اندازہ غم واندوہ

اور گریہ طاری ہوا۔ اور بحالتِ گریہ وزاری فقیر واپس قندھار آیا۔ اور علم ظاہری کے حصول میں شریک ہوا۔

اچانک ایک دو ایسے واقعے پیش آئے جس کی وجہ سے علم ظاہری سے دل سرد ہوا۔ پہلا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک فاجر شخص نے ایک فاحشہ عورت سے برملا ناجائز تعلقات قائم کر لئے جس پر ان کی قوم والوں نے ان فاسق فاسقہ کو بغیر اقامتہ بیّنہ اور ثبوت شرعی کے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ جب اس واقعہ کی خبر اس علاقے کے علماء اور طلباء کو پہنچی، تو انھوں نے یہ خیال کرتے ہوئے کہ حکام وقت اور قضا قاضی کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے کیوں نہ ہم قاتلین سے فائدہ اٹھائیں۔

ایک لشکر طلباء کا تیار ہوا اور انھوں نے اس گاؤں کو معہ قاتلین خوب لوٹا اور ان کے مکانات کو نذر آتش کیا۔ اور کافی مقدار میں حرام مال کو مزے لے لے کر بانٹنے لگے اور خوش خوش اس حرام کو کھانے لگے۔

دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک طالب علم نے بغیر اجازت مالکان ان کی ایک گائے کا ایک بازو کاٹ ڈالا۔ اور وہ گائے چیختی چلاتی سُرین کے بل بیٹھ گئی، تو اسے ذبح کر کے حرام گوشت کو خوشی خوشی اور مزے لے لے کر کھانے لگے۔

تو ان ہر دو واقعات سے فقیر دہشت زدہ ہو کر خشیتِ الٰہی سے کانپنے لگا۔ اور فقیر نے دل میں کہا: آہ صد آہ! اور تُف صد تُف ہو ایسے علم پر جس سے نیک عمل حاصل نہ ہوا اور جس سے خشیتِ الٰہی دل میں موجزن نہ ہو۔ ایسے علم سے جاہل رہنا بہتر ہے۔ چنانچہ فقیر نے علم ظاہری حاصل نہ کرنے کی قسم کھائی اور فقیر آہ وزاری کرتا ہوا قندھار سے شہر کابل کو روانہ ہوا اور کابل پہنچ کر قسم کا کفارہ ادا کر کے پھر علم ظاہری میں مشغول ہوا، مگر باطن میں فقیر بے حد پریشان تھا۔ اسی اثناء

میں فقیر کے سینہ میں ایسا درد اٹھا کہ فقیر بے ہوش ہوگیا۔ لوگوں کے قول کے مطابق فقیر تیرہ ۱۳ دن بے ہوش رہا۔ آخر اللہ کریم نے اس بے ہوشی سے فقیر کو شفاء دی۔ مگر کئی دنوں کے بعد فقیر پھر بے ہوش ہوگیا۔ یہ بے ہوشی مسلسل بارہ ۱۲ دن رہی۔ اس کے بعد پھر فقیر ہوش میں آیا! ان بے ہوشیوں میں لوگ میرے متعلق مختلف الخیال تھے۔ کوئی کہتا: اسے تپ محرقہ ہے، اور کوئی کہتا، اس کو آسیب جن ہے۔ ان بے ہوشیوں کے بعد فقیر کو پریشانیوں اور وسوسوں نے یعنے اضطرابات اور تشویشات نے اس قدر آگھیرا کہ نہ دن کو آرام اور نہ رات کو سکوں ہوتا۔ ہر وقت روتا رہتا اور ہائے ہائے کرتا۔ دریں اثناء معاً رحمتِ عالم، سید ولد آدم، شفیع المذنبین، حضور حضرت رحمۃ للعلمین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اور الفت کا جذبہ اس قدر دل میں موجزن ہوا کہ دنیا و مافیہا بھول گئی۔ بجز حضور رحمۃ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے رُخ منور اور سراپا زیبا کے کچھ اور نظر نہ آتا تھا۔ شعر ؎

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرت شوق
ہر کجا مینگرم روئے ترا می بینم

اسی حالتِ بے قراری میں ایک رات قوالوں سے حضور حضرت غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کی توصیف سنی، تو دیوانہ وار اور بے قرار ہو کر قوالوں کے گرد گھومتا رہا۔ اور جناب حضرت غوث پاک رح کی نیاز میں نذرانہ بھی قوالوں کو دیا۔

اس رات میں یہ ہوا کہ فقیر نے خواب دیکھا کہ غوث الاعظم صاحب رح قادری ٹوپی زیب سر کیئے ہوئے ہوا میں تشریف لائے۔ اور جب فقیر کے پاس آئے تو اتر پڑے۔ اور اپنی ٹوپی اتار کر فقیر کے سر پر رکھی اور ارشاد فرمایا: "تم میرے خلیفہ ہو"۔ جب فقیر نیند سے

بیدار ہوا، تو مجھے آں جناب کی زیارت کا بے حد شوق دامن گیر ہوا۔ اسی کمال اشتیاق آہ وفغاں اور جذبے نے فقیر کو ایسا آن گھیرا کہ فقیر کی برداشت سے باہر تھا۔

ایک رات کسی مسجد میں وتر کی نماز ادا کر رہا تھا کہ اچانک سرود کی آواز کہیں سے میرے کانوں میں آئی۔ اور میں یکایک بے ہوش ہوگیا، اور میرے ہوش وحواس گم ہوگئے۔ فقیر کسی وقت ہوش میں آیا، تو فوت شدہ نمازیں پھر ادا کیں۔

ان تمام حالات کی وجہ حضور حضرت **غوث الاعظم صاحبؒ** کے روضہ معلیٰ پر حاضری اور اس مرقد مقدس کی زیارت ہی تھی۔ جو اس قدر بے قرار و بے آرام کئے ہوئی تھی۔

شعر ؎

جس جا بھی سر اپے پہ نظر جاتے ہے اس کے
آئے ہے جی میں یہیں عمر بسر ہو

فقیر اس قدر بے تاب تھا کہ سرود یا قوال کی آواز کا میرے کانوں میں پڑنا ہوتا، اور میں بے ہوش ہو جاتا۔ اور یہ حالت روز بروز ترقی پذیر ہوتی گئی کہ اچانک **رحمت الٰہیہ** نمودار ہوئی۔ اور فقیر کو ایک شیخ زمانہ کی بارگاہ میں کشاں کشاں لے گئی۔ **شیخ موصوف** کی صحبت سے فقیر کے وہ باطنی اشواق اور اذواق یکسر اضطرابات اور تشویشات کے ساتھ تبدیل ہو گئے۔ آخر ان بے چینیوں اور اضطرابات نے فقیر کو حضور حضرت غوث الاعظم **شیخ عبدالقادر جیلانیؒ** کے دربار میں حاضر کیا۔ اور فقیر نے یہ سوچ کر کہ یہاں پر میرے درد کا مداوا ہوگا، حضور کی مرقد اطہر پہ فاتحہ پڑھ کر اور رُو رُو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: "اے میرے مولا! میری تکلیف اور میرے اضطرابات و بے چینیاں دور فرما"۔ **مگر ہر چند** زاریوں اور فریادوں سے فقیر کے اضطرابات میں اور اضافہ ہوتا گیا۔ اور بارگاہِ الٰہی

میں ابھی فقیر کی مشکلات اور پریشانیوں کے دور ہونے کا کہ کل امر مرھون باوقاتھا کے مطابق وقت نہیں آیا تھا۔ اور بار بار یہ شعر زبان پر جاری ہو جاتا کہ ؎

جانم بلب رسید کجائی بیا بیا
وقت است گر بہ پرسشم آئی بیا بیا

چند روز بغداد شریف قیام کرنے کے بعد جب اس جاں گداز کیفیت نے فقیر کو چین سے بیٹھنے نہ دیا، تو بامر مجبوری فقیر کردستان کے شہر سلیمانیہ پہنچا۔ یہاں قیام کے زمانہ میں کسی شخص نے فقیر کو شیخ عبداللہ ہراتیؒ کی بزرگی کا حال سنایا، کہ وہ بزرگ کامل ہیں۔ ان کا تذکرۂ بزرگی زبان زد خاص و عام ہے اور میں بعجلت تمام شہر سلیمانیہ سے رخت سفر باندھ کر ہرات پہنچا اور حضرت شیخ موصوف کی خدمت میں تین ماہ گذارے۔ مگر اضطرابات باطنی میں روز بروز اور لمحہ بلمحہ شدت اور اضافہ پیدا ہوتا گیا۔ بالآخر شیخ موصوف کی خدمت میں فقیر نے اپنی زبوں حالی اور خستہ دلی کا اظہار کیا، تو شیخ موصوف نے ارشاد فرمایا، تم حضرت شاہ ابوسعید صاحب دہلویؒ کی خدمت میں حاضری دو۔ انشاء اللہ تعالےٰ وہاں تمہیں سکون نصیب ہوگا۔

واضح ہو کہ مولانا شیخ عبداللہ ہراتیؒ، حضرت مولانا شیخ خالد کُردی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے اجل خلفاء میں سے تھے۔ اور مولانا خالد کردیؒ حضور حضرت عبداللہ شاہ المشہور غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ ارشد و اعلیٰ تھے۔)

لیکن دہلی کا سفر کوئی اتنا آسان سفر نہیں تھا کہ فوراً اٹھ کھڑا ہوتا، اور دل سے فیصلہ کرنا ابھی باقی تھا۔ لہٰذا اس تذبذب میں دوبارہ بغداد شریف کا رخ کیا اور شیخ محمد جدیدؒ کی خدمت میں (کہ یہ بھی مولانا خالد صاحب کردیؒ کے خلفاء میں سے تھے) کچھ

دن قیام پذیر رہا اور پھر بصرہ چلا گیا، اور بصرہ میں مولانا محمد حسین دوسری رح کی خدمت میں مسلسل سات ماہ رہا۔ یہ حضرت ہر لحاظ سے عالم اکمل، محدث، حافظِ قرآن، متورع اور صاحب آثار تھے۔ ان کے ہاں علم حدیث کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا اور صحاح ستہ کا دورہ ان سے پڑھا۔ ان کے دورہ میں کم از کم پانچ ہزار طلبۂ حدیث شریک ہوتے تھے۔

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

دورۂ حدیث مبارک سے فارغ ہو کر سند قاضیٔ شہر جناب شیخ محمد عثمانی سے حاصل کی۔

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک حمدًا کثیرا طیبًا مبارکا فیہ۔

پھر وہاں سے براستہ خشکی متعدد شہروں سے گذرتا ہوا، قریہ بقریہ بزرگوں کی زیارات شریفہ سے مشرف ہوتا ہوا بالآخر قلات نصیر خاں[۱] پہنچا (یہ شہر ہندوستان کے مغرب میں واقع ہے) یہاں پر اس سابقہ اضطراب انگیز کیفیت نے پھر جوش مارا۔ اور فقیر نے پھر بارگاہِ الٰہی میں رو رو کر بہ نہایت عجز و نیاز و تضرع عرض کی: اے میرے مولا کریم! میری مشکل حل فرما، کیونکہ میرا بیڑا غموم و ہموم کی گرداب میں ڈوبا جا رہا ہے؛ اور ساتھ ہی متعدد استخارے بھی کئے، جن میں متعدد بشارات آمیز خواب بھی دیکھے، مگر تسلی نہ ہوئی۔

آخر مصمم ارادہ کر لیا کہ وسیلتنا الی اللہ المجید جناب حضرت شاہ ابو سعید رح احمدی دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضری دوں، ممکن ہے، وہاں پر میرے غم کا علاج ہو۔

فقیر نے آخر یہاں قلات سے برلبِ سمندر براستہ بمبئی، دہلی شریف جانے کا قصد کیا۔ جب بمبئی پہنچا، تو معلوم ہوا کہ جناب شاہ ابو سعید صاحب رح سفر حج کے ارادہ سے یہاں تشریف

---

[۱]: قلات نصیر خاں سے مراد ریاست قلات ہے۔ جو پاکستان میں صوبہ بلوچستان کا ایک مشہور شہر ہے۔

لائے ہوئے ہیں۔ یہ خبر سن کر فقیر بے حد مسرور ہوا۔ اور فوراً قبلہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور بیعت کی درخواست کی۔ اس سے پہلے، باوجود حرمین شریفین کی حاضریوں اور بغداد شریف کی زیارت، اور اوطان بعیدہ کے سفر و مسافرت میں متعدد مشائخ سے ملنے کے باوجود فقیر نے کسی بھی شیخ سے بیعت نہیں کی تھی۔ چونکہ فقیر کی قسمت میں حضرت شاہ صاحب سے بیعت کرنا لکھا تھا۔ اس لیے آپ کی خدمت میں بیعت کی بابت عرض کرنے پر شاہ صاحب رح نے منظوری فرمائی اور فقیر کو بیعت فرمایا۔ فقیر نے ایک دن موقعہ پا کر از اول تا آخر اپنی ساری سرگزشت خدمت میں عرض کی۔ جس کو سن کر ارشاد فرمایا کہ تمھاری باطنی گشائش کے لیے وقت درکار ہے۔ میں حج پر جا رہا ہوں اور میرے روح کی تمام تر لطافتیں سرزمین حجاز کی طرف مرکوز ہیں۔ لہٰذا اس قلبی تسکین کے لیے تم دہلی جا کر میرے فرزند شاہ احمد سعید کی صحبت اختیار کرو۔ اور ان سے اکتساب فیض کرو۔ یا پھر میرے حج سے واپسی تک یہاں بمبئی میں ٹھہرے رہو۔ اور واپسی کے انتظار میں وقت گذارو۔

بارگاہ مرشد میں رسائی

(جناب قبلہ حاجی دوست محمدؒ صاحب قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں:

"میں نے دہلی جانے کو ترجیح دی کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں رہنا بہتر ہوگا، کیونکہ بمبئی ایک ایسا شہر تھا۔ اول یہ کہ اس میں فقیر کی شناسائی نہیں تھی۔ دوم یہ کہ بمبئی کی گرمی جو اُس وقت تھی، فقیر کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ چنانچہ

فقیر دہلی کو روانہ ہوا۔

بشارات عالیہ دوران سفر دہلی

(آپؒ نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے فرمایا:) کہ آپؒ نے سفر کے دوران ایک رات خواب دیکھا کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ اس فقیر کو فرما رہے ہیں: "شما ماذون ما ہستید" یعنے تم ہمارے خلیفہ ہو۔ صبح بیدار ہوا، تو دل نے دہلی کی جانب ایک عجیب اور شدید قسم کی کشش محسوس کی۔ **الغرض**، دہلی پہنچ گیا۔ خانقاہ معلّٰی مظہریہ میں داخل ہوتے ہی جونہی شیخ طریقت مقبول بارگاہ سبحان، حافظِ قرآن، وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلوی ثم مدنی قدسنا اللہ تعالے باسرارہ وافاضنا من فیوضاتہ کی جبین انور اور رُخ زیبا پر نظر کا پڑنا ہی تھا کہ فقیر کے ہر درد کا مداوا ہو گیا۔ اور دل کو تمام سابقہ غموم وہموم سے خلاصی نصیب ہوئی اور بے اختیار یہ شعر زبان پر جاری ہوا۔ ؎

منتم کہ دیدہ بدیدار دوست کردم باز
چہ شکر گومیت اے کارساز بندہ نواز

خداوند قدوس کا لاکھ لاکھ شکر اور حمد بجا لایا۔ اور خوش وخرم ہو کر ذکر الٰہی میں مشغول ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت قبلہ وکعبہ غوث آوان، قطب زماں، محبوب رحمان، وسیلتنا الی

لے: اور فرطِ مسرت سے فقیر قدم بوس ہوا۔ فقیر کو دلی سکون نصیب ہوا کہ فقیر نے اپنی منزل مقصود پالی ہے۔ فقیر نے اس وقت دو عدد تسبیح اور ایک عدد رومال اور ایک روپیہ نقد آنحضور کی خدمت میں بطور نذرانہ بھی پیش کیا۔

اللہ الوحید حضرت شاہ ابو سعید صاحب قدس اللہ روحہ، کی حج شریف سے مراجعت کے وقت شہر ٹونک میں وصال کر جانے کی خبر ملی۔ وصال پُر ملال کی خبر کیا تھی۔ بس ایک کوہ غم والم تھا۔ جو فجاءۃً ہمارے سروں پر آگرا۔ ایک محشر کا نمونہ تھا کہ ہر طرف احباب محبّین اور عقیدت مند مخلصین اور خلفاء کرام روتے اور آہ و بکا کرتے نظر آ رہے تھے۔ چند دنوں کے بعد فقیر نے پھر حضرت قبلہ محبوب رحمان، قطب زمان، حافظ قرآن وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت شاہ احمد سعید صاحب[1] قدس سرہ سے تجدید بیعت کر لی۔"

برکات اور کمالات، انوارات وتجلیات، کشفیات و اظہارات، آنحضرت قبلہ قدس اللہ روحہ، وافاض علینا فتوحہ، کے نورانی سینہ مبارک سے اس فقیر بے مایہ پر وارد ہونے شروع ہو گئے۔

چنانچہ ایک دفعہ فقیر مراقبے میں بیٹھے ہوئے دیکھتا ہے کہ حضرت قبلہ پیر و مرشد فقیر کو خوشخبری دے کر فرما رہے ہیں "میں اپنے عطر دان سے تم کو عطر لگا رہا ہوں۔"

تو مگو مارا بہ آں شہ بار نیست

بر کریماں کارہا دشوار نیست

آں حضور قبلہ قدس اللہ روحہ، کی اس خاکسار پر اس قدر نظر شفقت تھی کہ سبق پڑھاتے وقت اس فقیر کو ہی مخاطب فرماتے۔

پھر ایک بار آنحضور قدس اللہ روحہ نے ارشاد فرما کر بشارت دی کہ میں اور تو

---

[1] حضرت شاہ احمد سعید صاحب کا سلسلہ نسب حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے اس طرح سے جا ملتا ہے کہ حضرت شاہ احمد سعید بن حضرت شاہ ابو سعید بن حضرت صفی القدر بن حضرت عزیز القدر بن حضرت شاہ عیسیٰ بن حضرت خواجہ شیخ سیف الدین صاحب بن حضرت خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰ صاحب بن حضرت امام ربانی مجدد و منور الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اور میرے تینوں فرزند ایک ہی دستر خواں پر کھانا کھا رہے ہیں (فالحمد للّٰہ علی ذالک کہ مولا کریم نے ایسا ہی ظاہر فرمایا جیسا کہ آپ کا ارشاد مبارک تھا۔)

آں حضور ایک بار شیرینی تقسیم فرما رہے تھے کہ بعض کو کم اور بعض کو زیادہ عنایت فرما رہے تھے کہ احقر کے دل میں یہ خطرہ گذرا کہ حضرت یہ فرق کیوں فرما رہے ہیں، تو فوراً حضرات کرام قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم العالیہ کی نسبت فقیر کے باطن سے غائب ہو گئی۔ اور فقیر سمجھ گیا کہ یہ اپنے شیخ قدس اللہ سرہ پر نکتہ چینی کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ فقیر بہت رویا۔ اور جناب مولا کریم کی بارگاہ میں اپنی خطا کی معافی چاہی۔ اور لا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھی۔ اور اس سوءِ ادبی و گستاخی سے تائب ہوا۔ اور واپس اپنی نسبت گم گشتہ کے باطن میں آجانے کی بابت رو رو کر بے حد دعائیں مانگیں۔ فالحمد للّٰہ کہ بسیار کوشش کے بعد نسبت شریفہ پھر عود کر آئی۔ اور اپنے حضرت شیخ کے رابطے سے جملہ مشائخ سلسلہ عالیہ "سلسلۃ الذہب المجددیۃ النقشبندیہ" کے ساتھ رابطہ قائم ہوا۔ فالشکر لہ والمنّۃ لہ۔

پورے ایک سال دو ماہ پانچ دن فقیر نے اپنے پیر و مرشد امام طریقت و ہادیٔ گم رہان بوادیٔ غوایت، قدس اللہ روحہ کی صحبت شریف سے مستفید ہوتا رہا۔ اس قلیل مدت میں حضور والا نے اس بے مایہ کو سلوک سلاسل اربعہ طے کرایا۔ اور کمال التکمیل تک فقیر کو پہنچایا۔ اور ساتھ ہی ان تمام طرق مشہورہ اربعہ نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ بلکہ سلاسل ہشتگانہ یعنے چہار سلسلہ مزید قلندریہ، کبرویہ، مداریہ، شطاریہ میں (جو کہ یہ سب طرق صوفیاء کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے متعلق ہیں) اجازت نامہ خلافت لکھ کر سرفراز فرمایا۔ اور فقیر بے نوا کو خلافت اعلیٰ سے نوازا۔ یہ اجازت نامہ

بالتفصیل اگلے صفحات میں تحریر ہے۔

رخصت فرماتے وقت ایک دستار اور ایک قمیص اور ایک کلاہ مبارک، بھی بطور تبرک عنایت فرماتے۔ شکراً للہ العلی العظیم۔

(ہاں یہ اجازت نامہ آں حضور قدس سرہٗ نے اپنے دست مبارک سے ہی لکھ کر مرحمت فرمایا۔)

پھر فقیر کو افغانستان کے سوداگروں کے ساتھ رفیق بنا کر رخصت فرمایا۔

رخصت فرماتے وقت خانقاہ مظہریہؒ سے باہر تک آنحضورؒ تشریف لے آتے۔ "فقیر اور اہلِ قافلہ کے واسطے تا دیر دعا مانگی۔ دعا کے بعد ملّا جلال قوم اچکزئی میر قافلہ کو فرمایا:

"حاجی صاحب تمہارے ساتھ ہیں گویا فقیر تمہارے ساتھ ہے"۔

"اور ایک دنیا ان سے منتفع ہو گی"۔ آں حضرت قبلہ نے یہ الفاظ مبارک تین بار تکرار فرمائے"۔

حضرت قبلہ حاجی صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں: "جس پڑاو پر ہمارا قافلہ پہنچتا۔ وہیں پر لوگ ادھر ادھر سے فقیر پر اکٹھے ہو جاتے۔ کوئی کہتا: مُرید کرو۔ کوئی کہتا: دم کرو۔ کوئی کہتا: تعویذ دو۔ اور فقیر سوچتا کہ اس سے پہلے تو فقیر کا یہ حال نہ تھا، اور نہ کسی نے اس سے پہلے فقیر کے ساتھ ایسا معاملہ کیا تھا"۔

یہ سب میرے آقا اور میرے مرشد کریم کی نظرات اور توجہات شریفہ کے تاثرات ہیں کہ دوست محمد فقیر سے پیر اور مرشد بن گیا۔

رُباعی

ہیچ آہن خود بخود تیغ نشد
ہیچ چیز نے خود بخود چیزے نشد
مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزیؒ نشد

چند سال افغانستان میں فقیر نے گذارے تو بے اختیار آقائی ولی نعمی حضرت پیر و مرشد کی محبت سے فقیر بے قرار ہوا تو پھر دوبارہ دہلی شریف کا رخ کیا جب دوسری بار حاضر خدمت ہو کر قدم بوس ہوا، تو پھر از سر نو ہر ہر مقام پر بالتفصیل، مقامات عالیہ سلوک نقشبندیہ مجددّدیہ پر علیحدہ علیحدہ توجہات مبارکہ حاصل کیں۔ اسی حال میں چند ماہ آں حضورؒ کی خدمت میں گذارے۔ اور مزید توجہات حاصل کرتا رہا۔ پھر آنحضور قدس سرّہ نے فقیر کو دوسرا اجازت نامہ مطلقہ (ثانی) اپنے دستِ مبارک سے لکھ کر عنایت فرمایا۔

عبارت اجازت نامہ اوّل	ترجمہ اُردو
بسم اللہ الرحمن الرحیم	بسم اللہ الرحمن الرحیمؕ
بعد حمد و صلوٰۃ فقیر	بعد از حمد اور صلوات درود نا محدود پاک
احمد سعید مجدّدی	کے فقیر احمد سعید جو نسباً اور طریقۃً دونو
نسباً و طریقۃً کان اللہ	مجددی ہے۔ جملہ برادران طریقت کی

لہ، واضح مینماید کہ صلاحیت و کمالات مرتبت حاجی الحرمین الشریفین ملّا حاجی حضرت دوست محمدؐ وفقہ اللہ لما یحب ویرضی۔ نزد ایں لاشئ برائے کسبِ باطن آمدہ و زیادہ از یک سال نزد فقیر اقامت ورزیدہ دریں مدت بلطائف عشرہ ایشاں بطریق طفرہ توجہ نمودہ شد۔ حمداً للہِ سبحانہ کہ ببرکت پیران کبار در ہر مقام چاشنی آں چشیدند۔ و آثار و انوار ہر لطیفہ دریافتند و امارت فنا و بقا در خود مشاہدہ نمودند لہٰذا ایشاں را اجازت تعلیم طریقہ نقشبندیہ، مجددیہ و قادریہ

خدمات جلیلہ میں واضح کرنا چاہتا ہے کہ "میرے بھائی صلاحیت وکمالات مرتبت حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا حاجی دوست محمدؐ صاحب قندھاری اللہ کریم ان کو مزید برمزید نیک کاموں کی توفیق عنایت فرمائے۔

اس لاشئ احمد سعید نقشبندی مجددی کے پاس آکر داخل طریقہ شریفہ ہوئے۔ اور ایک سال سے زیادہ عرصہ فقیر کی صحبت میں توجہات لیتے رہے اول فقیر نے ان کے لطائف عشرہ پر بطریق طفرہ توجہ کی اور پھر دوسری بار ہر ہر مقام ولایات ثلاثہ (ولایت صغریٰ وکبریٰ وعلیا) میں سے ان کو توجہ قاہرہ سے نوازا گیا۔ اور فی الفور اُن اُن مقامات شریفہ کے آثار اور انوار ان پر چھا گئے۔ اور وہ ان میں مستغرق اور رنگین ہوگئے۔ اور ان مقامات کی کمال لذت ملی اور ان کی چاشنیوں سے سیراب ہوئے۔ اور ہر لطیفہ کے انوار اور آثار انھوں

و چشتیہؒ و سہروردیہؒ دادم
اللہ تعالےٰ در عمر ایشاں
برکت نماید۔ و موجب ترویج
طریقہ شریفہ فرماید۔

و شرط الاجازۃ

الاستقامہ علی الشّریعۃ
و اتباع السّنّۃ و
الاجتناب عن البدعۃ
و دوام الذکر والشغل
مع اللہ تعالی سبحانہ
والاعراض عن الخلق
والایّاس عنھم و
الرجاء من اللہ تعالیٰ
بصبر و توکل و قناعۃ
و رضاء وتسلیم
بسر
بُرند۔

شعر

نے خود بھی دیکھے۔ اور ان کی فنا اور بقا دونو
اُن کو حاصل ہوئی اور اُن کی لذتوں سے
مخمور مسرور رہوئے۔ فالحمد للہ۔
لہٰذا فقیر ان کو طریقہ نقشبندیہ، قادریہ،
چشتیہ، سہروردیہ کی اپنے مریدوں کو
تعلیم دینے کی اجازت دیتا ہے۔ اللہ کریم
ان کی عمر میں بے حد برکت رکھے اور ان کو
موجب ترویج طریقہ شریفہ بنائے۔

اور اجازت کی شرط شریعت مطہرہ
پر کمال استقامت اور سنّت سنّیہ علےٰ
صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیہ کی کمال
پابندی اور بدعت سے پرہیز ہے۔

دوام ذکر اور شغل مع اللہ سبحانہ اور
لوگوں سے منہ موڑنا، اُن کے ساتھ فضول
مجالس نہ کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ لوگ سب ماسوی اللہ ہیں
اور مجھے کچھ بھی نہیں دے سکتے ان سے
بالکل نا اُمید رہنا، اور سب بھروسہ اور رجا
امید اللہ قادر ذوالجلال سے رکھنی۔ اور
صبر، رضا، قناعت، تسلیم و توکل

شعر ؎

تو مباش اصلاً و کمال اینست و بس

پس درو گم شو وصال اینست و بس

فقط

کو اپنا شیوہ بنانا۔ یہ سب اجازت و خلافت کی شرطیں ہیں۔

کسی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎ شعر

تو نہ ہو اصلاً کمال ہے اتنا

یکسر اسی میں گم ہو وصال ہے اتنا

فقط

ترجمہ اُردو	(بزبان عربی) عبارت اجازت نامہ مطلقہ (ثانی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ رب العلمین،

والصلوٰۃ والسلام علی

خاتم النبیّین و اٰلہٖ و

اصحابہ اجمعین ط

یقول الفقیر احمد سعید

المجدّدی کان اللہ لہ

عوضاً عنکلشیئ ان الاخ

الصّالح المستقیم و

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

سب صفتیں اس اللہ پاک کے لیے ہیں

جو سارے جہانوں کا رب ہے۔

اور درود و سلام ہو اس ذات پاک پر

جو خاتم النبین ہیں اور رحمۃ للعٰلمین ہیں

اور درود و سلام ان کے آلِ اطہار اور

اصحاب ذوی الاقتدار پر ہو۔

امّا بعد

فقیر احمد سعید مجددی سب مریدوں

الاعز الارشد الصمیم
حاجی الحرمین الشریفین
و جامع العلمین مولانا
دوست محمد سلمه
الله سبحانه واجعله
لذاتهٖ محبا و اماماً
فی مخلوقه و هادیا
مهدیا لمصنوعاتهٖ
لما اخذ الطریقة و
اشتغل بالاذکار والمراقبات
و توجهت الیه فی
جمیع المقامات الطریقة
النقشبندیّة المجدّدیّة
والقادریة والچشتیة
والسهروردیّة والکبرویة
وغیرها فصار مجمع
البحار معدن الانوار۔
فاجزت له اجازة
مطلقة

اور دوستوں پر واضح کرتا ہے کہ میرے
بھائی نیک بخت اور بزرگ حاجی الحرمین
الشریفین وجامع العلمین خواجہ حاجی
دوست محمد صاحب نے (خداوند کریم
ان کو اپنی ذات پاک کے لیے خاص
بنائے۔ آمین) جب طریقہ شریفہ
میں اس فقیر سے بیعت کی تو اس
طریقہ انیقہ کے اذکار اور مراقبات
میں مشغول ہوگئے۔ فقیر نے ان کو
جملہ مقامات طریقوں نقشبندیہ مجددیہ
اور طریقہ قادریہ وچشتیہ وسہروردیہ
اور کبرویہ میں ان کو مفصل توجہات
دیئے۔

پس بفضلہٖ تعالےٰ وہ مجمع البحار اور
معدن الانوار بن گئے۔

تو فقیر نے ان کو سب طریقوں کی
اجازت دی ہے تاکہ آگے وہ اپنے
مریدین کو بیعت دیں اور ان کے دلوں
کو اپنے زبردست توجہات سے رنگین اور

لارشاد الطلاب و
القاء السکینۃ و
الحضور فی قلوب الاخیار
و اخذ البیعۃ المسنونۃ
من طالب الطرق المذکورۃ
فھو خلیفتی
و یدہٗ کیدی
فطوبیٰ لمن اقتدی
بہٖ قال اللہ تعالیٰ انّ
الّذین یبایعونک
یبایعون اللہ ید
اللہ فوق ایدیھم ط
و صلّی اللہ تعالیٰ
علیٰ خیر خلقہٖ
سیّدنا محمّد و
الہٖ و اصحابہ
اجمعین ط
فقط

منور بنائیں۔
وہ میرے خلیفے ہیں۔ اور ان کا ہاتھ گویا
میرا ہاتھ ہے خوشی ہو ان لوگوں کے لیے
جو ان کی پیروی کریں اللہ تعالیٰ قرآن کریم
میں فرماتے ہیں۔
ان الذین یبایعونک فانما
یبایعون اللہ ید اللہ
فوق ایدیھم۔

ترجمہ: اے میرے محبوب! جو لوگ
آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ وہ حقیقت
میں میری بیعت کرتے ہیں۔ میرا ہاتھ
(یعنی اللہ کا ہاتھ) ان کے ہاتھوں
پر ہے۔ فقط

و صلّی اللہ تعالیٰ
علیٰ خیر خلقہٖ محمد
و الہٖ و اصحابہ
اجمعین ط

جب حضرت قبلہ وکعبہ حاجی صاحب قدسنا اللہ تعالیٰ بسرّہ الاقدس خلعت خلافت ونیابت سے مشرف ہوکر وطن مالوف میں رشد وارشاد اور ترویج طریقۂ علیہ نقشبندیہ مجددیہ پر مصروف ہوئے، تو حضرت والاجناب حضرت شاہ صاحبؒ اپنے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے نام ہائے گرامی سے فیض یاب اور سرفراز فرماتے رہے (جیساکہ مشہور ہے کہ المکتوبات نصف الملاقات) نیز حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ پر اپنے مربّی پیر ومرشد قبلہ حضرت شاہ صاحب قدس اللہ روحہ، کی وہ خصوصی اور امتیازی نظرِ عنایت تھی، جو آنحضرت قبلہ حاجی صاحب قدس اللہ روحہ، کے علاوہ کسی اور مجاز اور خلیفہ پر نہ تھی۔ یہ امانت اور خلافت کا مبارک رشتہ مابین الشیخ والمرید ایسا انوکھا تھا کہ اس حالت پر امیر خسرو رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا یہ شعر کما حقہ صادق آتا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی
من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازیں
من دیگرم تو دیگری

اس شعر کی معنوی کیفیت اور حالت کی صراحت قبلہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے اجازت نامۂ مطلقہ سے بھی نمایاں ہے کہ خلیفتی یدہٗ کیدی۔

کتاب مقاماتِ احمدیہؒ سعیدیہؒ جو حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے

فرزند اصغر حضرت مولانا شاہ محمدؒ مظہر صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے آں حضور جناب قبلہ شاہ احمد سعید صاحب قدس اللہ روحہ' کے مناقب میں تصنیف فرمائی ہے اور جس میں از ابتدا تا آخر آں حضور قبلہ موصوفؒ کے "حالات تا نہایتِ مقامات، و ملفوظات شریفہ، کرامات اور مکشوفاتِ منیفہ درج کیے ہیں۔ وہاں پر ساتھ ہی خلفائے کرام کا ذکر بھی فرمایا ہے"۔

ان خلفاء کرام کے ذکر میں حضرت صاحبزادہ صاحبؒ نے حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ' کے متعلق ایک علیٰحدہ باب باندھا ہے۔ اور حضرت حاجی دوست محمدؐ صاحب (قندھاری) قدس اللہ روحہ' کے مستقل حالات اور تعریفیہ جملوں میں مفصل ذکر فرمایا ہے۔ الفاظ یوں ہیں:

"باب دہم در بیان احوال خلیفۂ جلیل القدر حضرت حاجی الحرمین الشریفین مولانا حاجی دوست محمدؐ صاحب قندھاری سلمہ اللہ تعالےٰ والبقاہ واوصلہ اللہ تعالےٰ الیٰ غایۃ ماتیمناہ"۔

اس باب میں جو کچھ حضور حضرت حاجی صاحبؒ کے متعلق ان کے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب قبلہ نور اللہ تعالےٰ مضجعہ' المنیف و قبرہ الشریف کی زبان فیض ترجمان سے اپنے پیارے خلیفے حضرت حاجی صاحب قبلہؒ کے متعلق جو جو ارشادات ہوئے۔ وہ سب حضرت صاحبزادہ حضرت شاہ محمدؐ مظہر صاحبؒ نے ذکر فرمائے ہیں۔

اس کتاب مناقب و مقامات احمدیہ سعیدیہؒ کا بعینہٖ ترجمہ عربی زبان میں استنبول (ترکیہ) کے احباب اور خلفاء مریدین نے چھپوا کر شائع کیا ہے۔

جزاھم اللہ تعالیٰ خیرا عنا وعن سائر الخلفاء والمریدین المنسلکین فی الطریقۃ الاحمدیۃ السعیدیۃ۔ اٰمین ثم اٰمین یارب العٰلمین ویرحم اللہ عبدا قال اٰمینا۔

خلفاء کرام کے مذکور میں آپ حضرت حاجی صاحبؒ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ صاحب شاہ محمد مظہر صاحبؒ رقمطراز ہیں :

"جب آپ (حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ) موجودہ افغانستان میں وارد ہوئے تو آپ کو اپنے پیرومرشد کی توجہات شریفہ کی بدولت افغانستان میں اس قدر قبولیت عامہ نصیب ہوئی کہ آپؒ مرجع خلائق بن گئے۔ ایک ہی دن میں چار سو سے زائد لوگ دیوانہ وار مور و ملخ کی طرح آپ پر پلٹ پڑے۔ جن میں متبحر علماء اور فضلاء بھی شامل تھے۔ یہاں تک کہ خانقاہوں کے سجادہ نشینان بھی آپؒ سے توجہات لینے لگے۔ عامۃ الناس کی تعداد تو شمار سے باہر تھی۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے افغانستان کے سجادہ نشینوں کو حضرت حاجی صاحب قبلہؒ سے فیوضات اور توجہات لینے کے بارہ بہت سے مکاتیب شریفہ تحریر فرمائے۔ اور ان میں ان کو تاکید بھی فرمائی۔ ایک[1] دو[2] نمونے پیش خدمت ہیں :

ایک مکتوب شریف

اصل مکتوب (فارسی)	ترجمہ اُردو
کہ دراں دیار از خلفاء مجدّدیہ	کہ اس ملک میں خلفاء حضرت مجدّدؒ سے

حاجی دوست محمدؒ صاحب قیام میدارند و اوشاں از فیوضات و مقامات حضرت مجدد الف ثانیؒ قدس اللہ سرہ بہرہ وافر میدارند و ایشاں از انوار مجددیہؒ رنگین و مالامال اند۔ وجود ایشاں دراں دیار کبریت احمر است ہر کہ در صحبت توجہات ایشاں برسد۔ انشاء اللہ از فیوضات و انوار مجددیہؒ حصہ وافر حاصل کند۔ وہرگز محروم نماند۔ شمایاں بروید۔ واز ایشاں در ہمہ مقامات مجددیہؒ توجہات حاصل کنید۔

ایک خلیفہ اکمل بلکہ مکمل رہتا ہے جو بفضلہٖ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے فیوضات اور مقامات کا نمونہ ہیں۔ اور خدا واحد قدوس نے ان کو انوار مجددیہؒ سے رنگین اور مالامال بنایا ہوا ہے ان کی صحبت سنگ پارس ہے۔ جو بھی ان کی صحبت شریف میں پہنچے گا وہ انشاء اللہ فیوضات و انوار حضرت مجدد علیہ الرحمۃ ان کے سینۂ اطہر سے کامل حاصل کرے گا۔ بفضلہ تعالیٰ آپ ان کے پاس جائیں اور مقامات عالیہ حضرت مجددؒ صاحب میں ان سے توجہات حاصل کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز محروم نہ رہیں گے۔

خاندانِ مجددیہؒ کے جتنے صاحبزادگان اور متوسلین جو کابل اور قندھار میں رہتے تھے۔ ان کو حضرت حاجی صاحب قبلہ سے اکتساب فیوضات اور توجہات کے بارہ میں بار بار تاکیدی مکاتیب شریفہ بھیجتے رہے۔ خاص کر خان ملا خان کو جو کہ امیر شیر علی خان والیٔ حکومت افغانستان کے دست راست تھے۔ ان سب کو بار بار تاکیدی مکاتیب شریفہ لکھے اور ساتھ ہی تعریفی کلمات اور القابات عالیہ

کے ساتھ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ روحہ، کے حق میں لکھ کر ان کو بھیجتے رہے۔ جن میں ایک اور مکتوب مبارک جو کہ خاں ملا خاں صاحب کو لکھا ہے۔ جو معارف و حکم سے بھرپور ہے، پیش ہے:

ترجمہ اُردو	مکتوب فارسی
حضرت حاجی صاحب کا وجود شریف اس ملک کے لیے غنیمت' اور ان کی صحبت کبریت احمر ہے۔ جو ان کی صحبت شریف میں پہنچے گا۔ اور ان سے باطنی فیوضات کے لیے ان سے توجہ لے گا۔ اس کو حضرت مجددؒ الف ثانیؒ کے مقامات اور ولایات سے کامل حصہ نصیب ہو گا۔ اور وہ ہرگز محروم نہ ہو گا، کیونکہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں تو محرومی نام کو بھی نہیں۔ جیسا کہ ع	وجود حضرت حاجی صاحب دراں دیار غنیمت است وصحبت ایشاں کبریت احمر۔ ہر کہ در صحبت ایشاں برسد و استفادہ کند۔ انشاء اللہ تعالےٰ از مقامات و ولایات و معارف حضرت مجدد پاکؒ حظ وافر حاصل کند۔ و محروم ہرگز نمیماند۔

لوہے نے مقناطیس کو سونا بنا دیا

ان تصریحات سے پتہ چلتا ہے کہ ما بین المُرشِد والمُستَرشِد شفقت اور رافت، و اخلاص اور فدائیت کا ایسا مضبوط اور لطیف تر رشتہ تھا جس کا

حضرت شاہ صاحب قبلہ کے خلفاء کرام میں سے کوئی دوسرا مستحق نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی ایسے رابطے کا اور پروانہ وار وارفتگی کا حامل تھا۔ جناب حضرت شاہ صاحب قبلہؒ کی توجہ اور عنایت حضرت حاجی صاحب قبلہؒ پر نمایاں تھی اللہ تعالے نے یہ حصہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کو نصیب فرمایا تھا۔ اور اسی طرح حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کو اپنے پیر و مرشد سے وہ محبت اور وارفتگی تھی وہ کسی دوسرے میں نہ تھی۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے پیر و مرشد صاحب کا جوتا مبارک اٹھا کر اپنے چہرہ مبارک پر پھیرتے رہتے۔ اور بے ساختہ روتے رہتے۔

اور کیف و سرور کے عالم میں بے ساختہ یہ شعر پڑھا کرتے ؎

بچہ تسکین دہم دیدۂ و دل را کہ مدام
دل ترا میطلبد دیدۂ ترا میخواہد

یہ احوالات تھے صحبت شریف کے دوران ایک سال چار ماہ پانچ روز جناب حضرت شاہ صاحبؒ کی خدمت میں رہنے کے۔

مگر اجازت ناموں سے سرفراز ہو کر موجودہ افغانستان میں بدوران تبلیغ یہ حال تھا کہ اپنے پیر و مرشدؒ کے حالات اور خیریت سے آگاہ رہنے اور اپنے حالات و کیفیات سے خبر دینے کے لیے مسلسل خطوط شریف روانہ کرتے رہتے اور ہر سال بہت سی زر نقد اور میوہ جات اور قالینیں علاوہ ازیں بیش بہا کپڑے بطور نذر روانہ فرماتے رہتے۔

افغانستان سے جو جو مخلصان دہلی کو حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی زیارت کے لیے آتے، تو ان کے ہمراہ دو صد سے کم و بیش روپیہ کلدار فوراً بھیج دیا کرتے۔

اور کوشش کرتے کہ اپنے پاس کچھ نہ رہے، کیونکہ یہ سب کچھ اپنے پیر و مرشد کا مال سمجھتے۔

یہاں تک کہ جب ۱۲۷۲ھ میں حضور حضرت شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے حرمین شریفین کو ہجرت فرمائی تو وہاں مدینہ منورہ کی طرف حاجیوں کے ہاتھ بیش بہا تحفے تحائف از قسم نقدی وغیرہ مسلسل بھیجتے رہا کرتے۔ اور یہ سلسلہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب قدس اللہ روحہ، کی زندگی تک مسلسل قائم رکھا۔ جیسا کہ اپنے مکاتیب گرامیہ میں ان وقتاً فوقتاً مرسولہ اشیاء وغیرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ جو اشیاء وغیرہ آپ نے (حضرت حاجی صاحبؒ) اپنے پیر و مرشد قبلہ کی خدمت میں بھجوائیں۔ ان کا ذکر واضح صورت پر، کتاب مکتوبات حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ میں ملاحظہ فرمائیں۔

فافہم وطالع فیہ

تمت الفصل الاول

ویلیہ الفصل الثانی

بعون الملک الوهاب.

ضمیمہ فصل اوّل

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

قبلہ حضرت حاجی صاحب خواجہ حاجی دوست محمدؐ صاحب قندھاری قدس سرہٗ کی ولادت باسعادت ۱۲۱۶ھ کو مضافات قندھار، اپنے آبائی گاؤں ارغسان یوسفزئی میں ہوئی۔ بچپن میں ہی آپ حضور کے تمام خویش واقارب اللہ تعالےٰ کو پیارے ہو گئے۔ جب آپؒ کی عمر مبارک بارہ۱۲ سال کو پہنچی، تو آپ علم ظاہری کی خاطر ماوراءالنّہر، بغداد، حرمین الشریفین کی جانب روانہ ہوئے۔ تو دوران تعلیم وہاں حرمین الشریفین میں ہی آپ کو علمِ باطنی کے حصول کا شوق پیدا ہوا۔ حرمین پاک سے آپ واپس قندھار تشریف لائے۔ یہاں پر کسی نے آپ کو حضرت عبداللہ شاہ المعروف غلام علی شاہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے رشد و ہدایت کا حال بیان کیا، تو اس مدعا کے لیے آپ افغانستان سے ہندوستان کی طرف چل پڑے۔ جب پشاور پہنچے تو وہاں پر آپ کو خبر ہوئی کہ جناب حضرت قبلہ غلام علی شاہ صاحب دہلوی اس

دنیائے فانی سے رحلت فرما گئے ہیں۔ یہ ۱۲۴۱ھ تھا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

آپؒ جناب پشاور سے پھر با دلِ نخواستہ کابل آ گئے۔ کچھ عرصہ کابل میں تعلیم ظاہری کو جاری رکھا۔ اسی اثنا میں آپؒ بیمار ہوئے اور بیماری کے دوران ایک دفعہ بے ہوشی نے اس قدر غلبہ کیا کہ آپ مسلسل تیرہ ۱۳ دن تک بے ہوش رہے۔ اور پھر افاقہ ہونے پر کچھ ہوش و بیداری ہوئی، تو دوسری بار پھر بے ہوش ہو گئے۔ یہ بے ہوشی اس قدر طویل تھی کہ سولہ دن کے بعد ہوش میں آئے۔ اور اس دورہ کے بعد آپؒ آہستہ آہستہ رو بصحت ہوئے، لیکن موت کا خیال اس قدر دامن گیر ہوا کہ شاید کسی وقت بھی میری موت واقع ہو سکتی ہے اور میں بغیر کسی پیشوا اور مرشد کا دامن پکڑے مر نہ جاؤں۔ چنانچہ اسی خیال میں طلب شیخ میں آپ نے کابل، قندھار اور ہرات کا چپہ چپہ چھان مارا۔ پھر مملکت ایران میں سے ہوتے ہوئے بغداد شریف پہنچے۔ اور مشائخ بلاد مذکورہ کی زیارات سے مستفید اور مستفیض ہونے کی غرض اور تمنا اس قدر زیادہ تھی کہ آپ نے پھر عراق اور بصرہ کے شہروں میں تلاش شیخ اور طلب خداوند تعالےٰ کا جہد جاری رکھا۔ ہر ایک شیخ کے پاس ہفتہ ہفتہ دو دو ہفتے تک قیام فرماتے رہے حتّٰی کہ دوبارہ آپؒ حرمین پاک پہنچ کر حج مبارک کی نعمت سے فیض یاب ہوئے۔ فریضۂ حج ادا کرنے کے بعد آپؒ پھر بصرہ تشریف لائے۔ یہاں پر آپ نے علوم حدیث، فقہ، تفسیر قرآن کی سندات حاصل کیں۔ یہاں سے ترکستان، روم اور کردستان کے ملکوں میں آئے۔ گویا جہاں جہاں پر مشائخ کرام کی خبر ملی۔ ان کی خدمت میں حاضری دیتے رہے۔ بالآخر شہر سلیمانیہ میں شیخ عبد اللہ صاحب ہراتی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مسلسل شیخ موصوف کی خدمت میں ایک ماہ رہے۔ اور شیخؒ کے حلقوں اور ذکر و توجہ اور مراقبات میں باقاعدہ شرکت

کرتے رہے۔ مگر اضطرابات اور تشویشات قلبیہ سے چھٹکارا نہ ملا۔ ایک دن موقعہ ملا، تو شیخ موصوف نے حالات قلبیہ کے بارہ میں آپ سے پوچھا، تو آپ نے فرمایا: جنابِ والا! بندہ کو اضطرابات اور تشویشات قلبیہؒ نے اس قدر گھیرا ہوا ہے کہ کسی صورت میں خلاصی نہیں ہو رہی۔ شیخ موصوف نے جب آپ کا سارا حال معلوم کیا، تو متوجہ ہوئے۔ اور بعد از توجہ دُعا فرمانے لگے کہ مجھے واقعہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو نسبت باطنی حضرت شاہ ابوسعید احمدی اور حضرت شاہ احمد سعید احمدی صاحبان دہلوی سے ملتی ہے۔ اور میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ دہلی تشریف لے جائیں اور ان سے کسب نسبت باطنی کریں۔ چنانچہ آپ کردستان (موجودہ سلطنت ہائے عراق و ایران) کے شہر سلیمانیہ سے ریاست قلات پہنچے۔ اور قلات سے برلب سمندر بمبئی پہنچے۔ یہاں پر حضرت شاہ ابوسعید صاحب رحمہ اللہ حرمین کو بارادۂ حج جانے کی خاطر ان دنوں بمبئی میں قیام پذیر تھے۔ آپ حضور نے جونہی حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ کی بمبئی میں قیام کی خبر سنی، تو سامان ایک مسجد میں رکھ کر حضرت شاہ صاحب موصوف کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ اور بعد از قدم بوسی ان کی بیعت کر لی۔ یہ آپ کی پہلی بیعت تھی۔ قبلہ شاہ صاحب موصوف جب حج مبارک کو بمبئی سے روانہ ہونے لگے، تو حضرت حاجی صاحب قبلہ کو اپنے فرزند اکبر حضرت شاہ احمد سعید صاحب قبلہ کے پاس دہلی حاضر ہونے کی تلقین کی۔ اور اپنی مراجعت تک ان سے توجہات حاصل کرنے کا مشورہ دیا۔ چونکہ بمبئی میں ان دنوں سخت گرمی تھی۔ لہٰذا آپؒ توکلاً علی اللہ بمبئی سے پیدل روانہ ہو پڑے۔ اور حضرت شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں دہلی آپہنچے۔ اور حضرت شاہ صاحب موصوف

کی زیارت سے مشرف ہونے کے بعد آں جناب قبلہ حاجی صاحب خود فرماتے ہیں "کہ جونہی میری نظر حضرت شاہ صاحب کے رُخ انور پر پڑی، تو میرے سارے اضطرابات اور تشویشات قلبی یکسر ختم ہو گئے۔ اور ایک عجیب قسم کا سکون و اطمینان میسّر ہوا اور خداوند تعالےٰ کا شکر بجا لایا۔"

؎ بڑی مشکل سے دل کی بیقراری کو قرار آیا

آپ حضرت شاہ احمد سعید صاحب کے حلقۂ توجہات میں مسلسل شریک ہو کر فیوضات و برکات سے مالا مال ہوتے رہے۔ اور حضرت قبلہ شاہ ابو سعید صاحب کی حج مبارک سے واپسی مراجعت کی انتظار بھی فرماتے رہے کہ ناگاہ یہ خبر پہنچی کہ حضرت شاہ ابوسعید صاحبؒ حج سے واپس تشریف لائے تو دہلی کی طرف آتے ہوئے صاحب موصوف کا ریاست ٹونک میں وصال ہو گیا۔ یہ ۱۲۵۰ھ کا سال تھا۔

یہ خبر پہنچتے ہی حضرت شاہ احمد سعید صاحب بمعہ قافلہ احباب ریاست ٹونک چلے آئے۔ تو حاجی صاحب بھی ہمراہ تھے۔ یہاں سے حضرت قبلہ شاہ ابوسعید رحمہ اللہ کا تابوت شریف لیکر شاہ احمد سعید صاحبؒ بمعہ قافلہ واپس دہلی آن پہنچے۔ تدفین، خیرات اور فاتحہ خوانی کی رسومات ختم ہونے کے کچھ روز بعد آپ قبلہ حاجی صاحب نے حضرت شاہ احمد سعید صاحب سے تجدید بیعت کی اس وقت آپ کی عمر چونتیس ۳۴ برس تھی۔

بیعت کے بعد صرف ایک سال، دو ماہ، پانچ دن کی قلیل مدت میں اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہٗ کی مسلسل توجہات شریفہ سے آپ حاجی صاحب قبلہ جملہ مقامات معرفت اور سلوک سلاسل ثمانیہ طے فرما کر

خلعتِ خلافت سے سرفراز ہو گئے۔ اور آپ کو حضرت شاہ صاحب نے سلاسلِ ثمانیہ میں اجازت فرما کر قطبِ زمانہ کی بشارت فرمائی۔ اور آپ کو تبلیغ دین کے لیے افغانستان روانہ فرمایا۔

اور قوم میمن، شادی زئی، ناصر پٹھانوں کے سردار کے ساتھ آپ کو روانہ فرما کر فرمایا: "حاجی صاحب گوہر نایاب ہیں۔ ان کی قدر اور تعظیم کرنا۔ حاجی صاحب کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے"۔

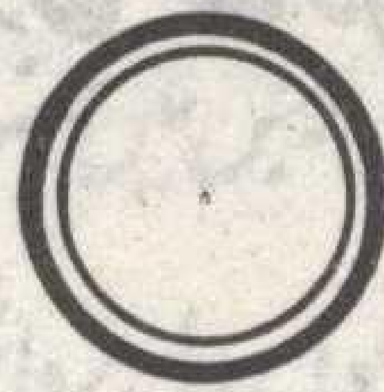
اس کے بعد آپؒ حضور میمن اور شادی زئی قوم کے ساتھ زندگی بھر اکٹھے رہے۔ آپ ان افغانوں کی کرڑیوں کے ساتھ سردیوں کے دوران افغانستان میں رہتے۔ اور سردیوں میں ہندوستان میں، یہاں ملک داماں کو تشریف لے آتے۔ اور جب سردیوں کے موسم ملک داماں پہنچ آتے، تو اپنے مرشد حضرت شاہ احمد سعید صاحبؒ کی خدمت میں دہلی ضرور حاضری دیتے اور زیارت فیض بشارت اور مزید توجہاتِ شریفہ سے مشرف ہوتے۔

اور اس طرح کرڑی، شادی زئی پٹھانوں کے ساتھ رحلۃ الشّتاء و الصّیف فرماتے رہے۔ اور سردیوں کے ایّام داماں میں۔ گرمیوں کا موسم افغانستان میں گذارتے رہے۔ اور مخلوقِ خدا کو اپنے فیوضات بلا نہایات سے رنگین اور مالا مال فرماتے رہے۔ جیسا کہ اپنے پیر و مرشد نے آپ کو قطبیت کی بشارت دی تھی۔ بعینہٖ اسی طرح آپ حضور کے درجات قرب اور مقامات ولایت اس قدر بلند تھے کہ خواجہ خضر علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام، آپ کے ہم نشین تھے۔ اور مدام۔ بلکہ جب بھی آپ کو کوئی ایسا مرحلۂ مشکل پیش آیا، تو خواجہ

خضر علیہ السلام آپ کی تسلّی اور مشورہ کے لیے حاضر ہو جاتے۔

فسبحانهٗ و تعالیٰ شانه یعزّ
من یشاء و یصله الی مدارج
القرب والعزة والله ذو الفضل
العظیم ط

تمت الضمیمه



الفصل الثانی من الباب الاول

باب اوّل کی دوسری فصل

خانقاہات ثلاثہ کی تعمیر کے بیان میں

(اور خانقاہ کی تعریف)

جب حضور حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ دہلی سے اپنے وطن مالوف ولایت قندھار کی طرف مراجعت فرما ہوئے، تو آثار ولایت باکرامت کے ظہور راستہ میں ہی شروع ہو گئے اور مرجع خلائق بن گئے۔ خلائق کا انبوہ اور کثرت زائرین و ذاکرین حضور قدس سرہٗ کے پاس روحانی استفادہ کے لیے آتے تھے۔ ان عقیدت مندوں کی رہائش کے لیے ایک ایسی جگہ کا ہونا ضروری تھا۔ جہاں پر کہ زائرین اور مریدین وغیرہ وقت بے وقت قیام کر سکیں۔ ایسی جگہ کو اصطلاح تصوف میں خانقاہ کہتے ہیں۔

گویا، خانقاہ ایک ایسی چاردیواری کا نام ہے جس میں ذاکرین و درویشاں، اور طالبانِ خدا کی رہائش کے لیے چند حجرے ہوں اور عبادتِ الٰہیہ کے لیے ایک مسجد شریف اور صحبت شیخ کے لیے ایک تسبیح خانہ یعنے وہ خلوت خانہ کہ جس میں طالبانِ خدا آ کر ذکرِ الٰہی کی دولت سے سرفراز ہوں اور مرشد یا شیخ سے بیعت ہونے کی

سعادت حاصل کرتے ہوں یا توبہاتِ باطنی یلینے سے شرف یاب ہوتے ہوں، تو ایسے مجموعۂ مکانات کو خانقاہ کہتے ہیں۔ اور اس عمارت کی تعمیر شیخ وقت کے لیے بہت ضروری ہے۔

پہلی خانقاہ کی تعمیر

یہ خانقاہ افغانستان میں یعنی علاقہ قندھار میں ناوۂ ترّکیاں کے مقام پر مریدین اور مستفیدین نے آپ حضور قدس سرہٗ کو تیار کردی۔ جس میں حضور نے کم و بیش سات آٹھ سال گذارے۔ مگر آپ حضور اس جگہ سے بالآخر یوں دل برداشتہ ہوگئے کہ یہ قوم ترّکی جرائم پیشہ تھی۔ کوشش بلیغ کے باوجود جب یہ قوم اپنی جاہلانہ روش مثلاً، چوری، ڈکیتی وغیرہ جیسی عادات رذیلہ سے باز نہ آئی۔

تو انھوں نے کسی دوسری جگہ کو اپنی قیام گاہ بنانے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ تو آپ نے دوسری خانقاہ کی تعمیر کی طرف اپنی توجہ مبذول فرمائی۔

دوسری خانقاہ کی تعمیر

جب آں حضور کی اس کبیدہ خاطری اور دل برداشتگی کا علم علاقہ غنڈان (مضافات قندھار) کے رئیس ملا عبدالحق صاحب کو ہوا تو رئیس موصوف نے ان کے دوسرے عزیز حاجی محمد صدیق نے بہ نہایت الحاح و زاری و بہ فراوانیٔ اشتیاق و خلوص حاضر ہوکر اپنے علاقہ غُنڈان میں خانقاہ تیار کرنے کی اجازت چاہی۔

آں حضور نے جب ان ہر دو کا بے حد اخلاص اور کمال شوق ملاحظہ فرمایا، تو آپ نے ان کے اصرار بلانہایت کو دیکھتے ہوئے اجازت مرحمت فرمائی، تو چند ہی دنوں میں علاقۂ غنڈاں کے مقام و موضع لوڑگئی پر ان ہر دو صاحبان کی کوشش و ہمت سے ایک خانقاہ تیار ہوگئی۔ جس میں درویشان و طالبانِ راہِ حق و زائرین و مریدین کے قیام کرنے کے لیے سات آٹھ حجرے، اور ایک حویلی حرم سرا، اور مزید پانچ چھ کمرے وغیرہ "اہالیانِ متعلقۂ خانہ کے لیے و مستورات ذاکرات کے لیے، اور لنگر خانہ و تسبیح خانہ کے لیے بنوائے۔ جب یہ خانقاہ بمعہ جملہ لوازمات مکمل ہوگئی، تو حضور حضرت حاجی صاحب قبلہ نے ۱۲۵۵ھ میں اس خانقاہ میں نزول اجلال فرمایا، اس لیے اس خانقاہ کا نام خانقاہ لوڑگئی مشہور ہوگیا۔

ضروری تعارف

ملکِ داماں یا علاقۂ داماں

اُس ٹکڑۂ ارض کا نام ہے جو کہ کوہِ سلیمان کے دامن میں واقع ہے۔ اس کا حدود اربعہ یہ ہے: شمالاً درہ گومل اور جنوباً درۂ بولان سے کچھ جنوب تک اور غرباً سلسلۂ حدود کوہ سلیمان ہے اور شرقاً حدود دریائے سندھ ہے۔

آں جناب حاجی صاحب کا دامنِ کوہ میں (یعنی علاقۂ داماں ملحقہ ڈیرہ اسماعیل خاں) میں رونق افروز ہو کر یہاں کے لوگوں کو شرفیاب فرمانے کا اصل قصہ یوں ہے کہ آپ حضور ہر سال سردیوں میں افغانستان سے قافلۂ قوم ناصر پٹھانوں کے ہمراہ اس علاقہ میں تشریف لے آتے۔ اور تا اختتام موسم سرما یہاں قیام پذیر رہتے۔ اور دورانِ قیام اپنے

پیرو مرشد جناب شاہ احمد سعید صاحب قبلہ کے حضور دہلی میں بھی ضرور حاضر ہوتے۔
اجازت اور خلافت کے چند سال بعد جب آپ اپنے شیخ کی خدمت میں موجود
ہی بیٹھے تھے کہ قوم ناصر پٹھان میں سے میمن قوم ناصر بھی معہ اپنے چند اشخاص
کے حضرت قبلہ شاہ صاحب کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوئے۔ اس میمن مذکور
نے رخصت کے وقت اپنے مرشد جناب شاہ صاحب کی خدمت میں عرض کی،
حضور! براہ نوازش اپنے خلفاء نامدار میں سے ایک خلیفہ ہم کو عنایت فرمائیں تاکہ
ہم لوگ بھی اس کے حلقہ میں بیٹھ کر اللہ اللہ کے ذکر کرنے کا طریقہ سیکھیں
ہم جان و مال سے اس کی خدمت کرنے میں دریغ نہ کریں گے۔ اور ان سے دین بھی
سیکھیں گے اور اس کی صحبت شریف میں بیٹھ کر فیض یاب بھی ہوں گے۔ چنانچہ حضور
حضرت شاہ صاحب قبلہ نے حضرت حاجی صاحب کی طرف
توجہ مبذول فرماتے ہوئے فرمایا: فقیر کا دل چاہتا ہے کہ حاجی صاحبؒ آپ کو میں
ان ناصروں کا رفیق بناتا ہوں۔ آپ ان کی رفاقت ہمیشہ ہمیشہ کے لیے منظور فرمائیں۔ اور
ان کو اپنی صحبت شریف میں بٹھا کر ان کو اپنی توجہات سے نوازیں۔ ان کو ذکر الٰہی جل شانہٗ
کی تلقین فرمائیں۔ اور اپنی ہمہ تن کوشش فرمائیں۔ تاکہ اللہ کریم ان سب اہلِ قریہ اقوام
میمن و شادی زئی کو آپ کی صحبت شریف کی بدولت دیندار اور پرہیزگار بنائے۔
کیا آپ کو منظور ہے؟ حضرت قبلہ حاجی صاحب نے اپنے پیر و مرشد قدس سرہٗ
کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کیا اور عرض کیا کہ جو حضور کا حکم ہے وہ اس فقیر کو منظور ہے۔
مگر آں جناب بھی فقیر کے لیے اور اس قوم کے لیے اپنی قلبی توجہات اور دعاؤں سے
مشرف فرماتے رہا کریں کہ اللہ کریم اول تو اس عاجز کو اپنے پیر و مرشد قلبی و روحی فداہٗ

کے احکام بجالانے کی توفیق عنایت فرماوے۔ اور دوسرا اس قوم کو اوامر و مناہی کے بجالانے کی۔ اور عباداتِ الٰہیہ یعنے ذکر و فکر و مراقبہ کی توفیق عطا فرماوے کہ یہ سب کچھ حضور ہی کی دعاؤں اور غائبانہ توجہات شریف کی بدولت میسر ہو سکے گا۔ گویا کہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ نے اپنے پیر و مرشد کا حکم بجان و دل قبول فرمایا۔

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے میمن ناصر کا ہاتھ حضرت حاجی صاحب قبلہ کے ہاتھ میں دیا، اور فرمایا:

"میمن! حضرت حاجی صاحب تمھارے ساتھ ہیں، گویا فقیر تمھارے ساتھ ہے حضرت حاجی صاحب کا وجود اکسیر ہے جو تانبے کو سونا بناتا ہے۔ ان کو اچھی طرح سنبھال کر رکھنا۔ اور ان کے وجود مسعود کو اپنے لئے اور اپنی ساری قوم کے لیے غنیمت اور نعمت عظمیٰ سمجھنا۔ اور جس قدر ان کی خدمت کروگے اور ان کی صحبت شریف میں رہوگے۔ اتنا فیض تم اور تمھاری قوم حاصل کرے گی۔ حاجی صاحب نہایت اچھے شخص ہیں ایک خلق خدا ان سے فیضیاب ہوگی۔ اور جو بھی حاجی صاحب کی صحبت شریف میں بیٹھا رہے گا۔ وہ ہرگز محروم نہ رہے گا۔ حاجی صاحب کو خداوند کریم نے کمالاتِ علیاء سے سرفراز فرمایا ہے۔ اور حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ روحہٗ کے مقامات اور انوارات سے ان کو رنگین فرمایا ہے۔ زہے نصیب اس شخص کے جو ان کی صحبت شریف میں بیٹھے گا۔ ؎

آہن چوں بپارس آشنا شد

آنہم بصورت طلا شد

اس کے بعد حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ حضرت حاجی صاحب قبلہ اور میمن

مُریداور اس کے رفقار کے ساتھ اپنی خانقاہ شریف سے باہر تک تشریف لے آئے۔ اور حضرت حاجی صاحب قبلہ کے لیے اور اس قافلہ ہمراہیاں کے لیے دیر تک دعا فرماتے رہے۔ اور دعا سے فارغ ہو کر پہلے حضرت حاجی صاحب سے بہت دیر تک بغل گیر ہو ہو کر رخصت فرمایا۔ اور پھر میمن اور ان کے سب رفقاء کے ساتھ بغل گیر ہو ہو کر رخصت فرمایا۔ اور اس طرح یہ قافلہ دہلی سے افغانستان کو روانہ ہوا۔

لفظ کڑی

کڑی ان چند گھروں کو کہتے ہیں، جو اپنے اتفاق سے اکٹھے ہو کر ایک جگہ رہا کرتے ہیں۔ اور ہر گھر کا کنبہ اپنے اپنے شامیانہ اور خیمہ میں علیحدہ رہتا ہے۔ اور یہ افراد کڑی تجارت کرتے ہیں۔ ہر کڑی کے افراد اکثر خانہ بدوش اور کوچیدہ رہتے ہیں۔ ان کی زندگی کا یہ معمول ہوتا ہے کہ موسم سرما میں افغانستان سے ہو کر یہاں پر کسی گرم یا معتدل مقام پر آکر ڈیرا ڈالتے ہیں۔ اور موسم گرما میں واپس افغانستان چلے آتے ہیں۔ ان پٹھان افراد کو پوندہ کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ یہ پوندہ کے نام سے مشہور اور منسوب ہیں۔ لہٰذا ان چند ایک افراد کے گھرانوں کو کڑی پٹھانان کہا جاتا ہے۔

جب میمن ناصر کی معیت میں آپ قبلہ قدس سرہٗ بصورت ایک مختصر سے قافلے کے افغانستان پہنچے، تو میمن کی کڑی والوں نے پہلے پہل تو حضور کی اپنی قوم میں شادی کر دی۔ کیونکہ ان کو فکر تھی کہ اگر حضور متاہل نہ ہوئے۔ تو ہم کو چھوڑ کر کہیں اور نہ چلے جائیں۔ اس لیے سب کام سے پہلے آپ کی شادی کر دی۔ اور بعد میں

حضور کے لیے پانچ چھ شامیانے بنوائے۔ یعنی ایک نماز باجماعت پڑھنے کے لیے دوسرا آپ کے گھر کے لیے، تیسرا آنحضور کے خلوت خانہ کے لیے اور دو تین شامیانے مزید حاجی صاحب قبلہ کے زائرین اور واردین کے لیے۔ اور درویشاں اور طالبانِ حق کے لیے تاکہ جو بھی آئے۔ اس کی رہائش کے لیے آسانی ہو۔ اس کے بعد گویا حضرت حاجی صاحب قبلہ اس کڑی کا حصہ بن گئے۔ اور اس کڑی کے لوگ بھی گرمیوں اور سردیوں میں آنحضور کے ساتھ اکٹھے رہتے۔ گرمیوں کے موسم میں حضور کی خانقاہ لوڑ گئی، بمصافات قندھار پُربہار رہتے اور سردیوں کے موسم میں علاقہ دامان پر موضع چودھواں میں شہر مذکور سے جانب غرب کوہ سلیمان کے نیچے دامن میں آں حضور اپنے شامیانے لگاتے۔ اور چھ سات ماہ بمعہ افراد کڑی کے یہاں رونق افروز رہتے۔ گویا یہاں کی رہائش آں حضور کی ایک عارضی خانقاہ بن جاتی اور مخلوق خدا فیضیاب ہوتی رہتی۔

آنحضور قدس سرہٗ جب افغانستان سے کوچ کر کے یہاں علاقہ دامان میں تشریف لاتے۔ تو یہ اہل قریہ یعنی کڑی شادی زئی، ہیمین وغیرہ سب آپ قبلہ کے ساتھ آتے تھے، کیونکہ چند لوگ پہلے بیعت ہو چکے تھے۔ "اور چند ایک لوگ جن کو کہ جناب شاہ صاحب قبلہ نے حضرت حاجی صاحب کے سپرد فرمایا تھا" یہ لوگ بھی دوبارہ بیعت کر چکنے کے بعد ہر وقت آنحضور کے ساتھ رہتے۔ اور بڑی باقاعدگی کے ساتھ حلقہ و نماز اور ذکر مراقبہ اکٹھا ادا کر کے مستفید و مستفیض ہوتے۔ علاوہ ازیں بدوران سفر از افغانستان تا ایں علاقہ دامان ہر پڑاؤ پر اردگرد کے لوگ گروہ در گروہ جمع ہو کر بیعت ہوتے۔ اور دعائیں کراتے اور فیض یاب ہوتے۔

لہٰذا آنحضور قبلہ اس عارضی خانقاہ پر قیام کے دوران بغرض زیارت مبارکہ ہر سال اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ بمقام دہلی شریف چلے جاتے۔ اور جناب غوث صمدانی امام ربانی حضرت مجدد پاک منور الف ثانی قدس اللہ روحہٗ بمقام سرہند شریف چلے آتے۔ دونوں زیارتوں سے شرفیاب ہو کر واپس تشریف لاتے۔ ان عرصات سفر میں افغانستان کی سخت سردی اور برفباری کے ایّام بھی گذر جاتے اور پھر آنحضور قبلہ کا واپس افغانستان کو تشریف لے جانے کا راستہ کوہ سلیمان میں سے براستہ ژاوہ اور غربی مغل کوٹ تھا۔ جو کہ کوہ شین غر کے شمالی جانب واقع ہے۔ چونکہ ان پڑاؤں اور راستوں کے اردگرد کے عام لوگ بیعت ہو گئے تھے۔ علاوہ اس کے یہاں کے اکثر علماء کا ایک مجمع بھی داخل طریقہ ہو چکا تھا۔ جن میں سے فاضل اجل مولوی محمد عادل صاحب قوم کاکڑ اور مولانا مولوی ملّا قطار صاحب قوم شیرانی سر فہرست تھے۔

آنحضور قدس سرہٗ کا یہاں علاقہ دامان میں سردیوں کے دوران تشریف لانا باران رحمت کے مانند تھا۔ اس علاقہ کے کوہ و دمن صد رشک گلستان بن جاتے۔ ذکر و عرفان الٰہی جل شانہٗ کی بہاریں آجاتیں۔ کتنے خوش نصیب اور سعادت مند تھے۔ وہ لوگ جو آنحضرت قبلہ قدس سرہٗ کے فیضان روحانی سے السابقون الاوّلون کے مصداق بنے۔ اور جن کی وجہ سے علاقہ دامان اور متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ اور قریہ قریہ حلاوت ایمان و ایقان سے فیض یاب و بہرہ ور ہوا۔ اس وقت دین اسلام میں ایک نئی زندگی اور بہار تھی۔ اور مختلف اضلاع کے علاقوں والے ممتاز علماء کرام اور چیدہ چیدہ

فضلائے عظام و دیگر ارباب علم واخوند زادگان حلقۂ ارادت میں داخل ہوکر لذت یاب ہوئے۔ اور آنحضور قبلہ کی توجہات نظرات شریفہ کی بدولت یہ سب حضرات اعلےٰ مقامات اور معارف حضرت مجدد پاک الف ثانی قدس سرہٗ السامی پر فائز ہوکر اسرار باطن وفیوضات الٰہیہ عزوجل کے مخزن بن گئے۔ اور ہر ایک خلعت خلافت سے اور اجازت ہشت سلاسل سے مشرف ہوکر فیاض جہاں بنا۔

اسمائے گرامی خلفائے عظام

۱۔ جناب مولانا بالفضل اولانا مولوی فتح محمد صاحب سکنہ چودھوان

۲۔ جناب قاضی ملّا عبدالغفار صاحب سکنہ درابن

۳۔ جناب قاضی ملّا عبدالرحیم صاحب سکنہ درابن

۴۔ جناب مولوی ملّا ہیبت صاحب[۱] سکنہ ژوب قوم ہریپال

۵۔ جناب مولوی ملّا میر ملک صاحب سکنہ ژوب قوم شیرانی

۶۔ جناب مولوی ملّا محمد عادل صاحب سکنہ ژوب قوم کاکڑ

۷۔ جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سکنہ کڑی شموزئی قوم استرانی

۸۔ جناب قاضی و مولوی ملّا میر واعظ صاحب سکنہ بنوں

۹۔ جناب مولوی غلام حسن صاحب ملقب بہ میاں جی صاحب سکنہ ڈیرہ اسمٰعیل خان

---

[۱] ملا ہیبت صاحب مذکور سادات النسب تھے۔ اور کوہ سلیمان کے غرب میں کوہ شین غر کے رہنے والے تھے۔

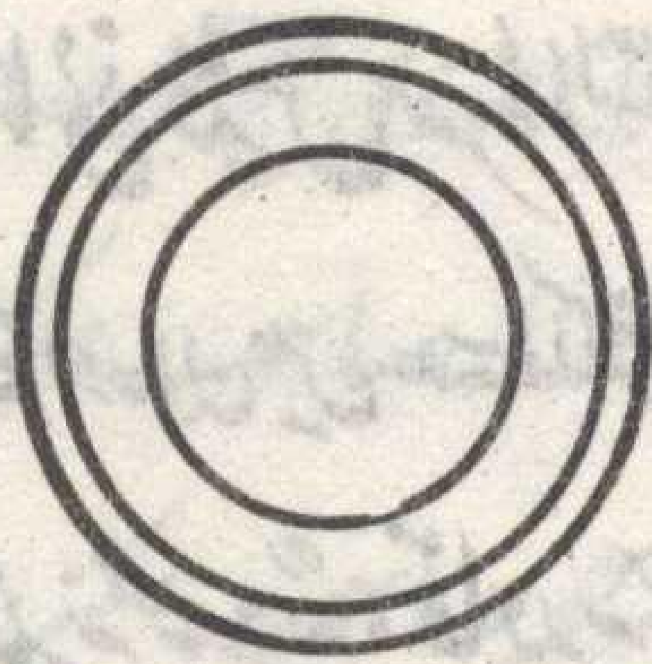
۱۰۔ جناب مولوی و حافظ محمدّ یار صاحب سکنہ پیلاں قوم اعوان

۱۱۔ جناب بابا صاحب میاں احمد صاحب سکنہ انگہ ضلع سرگودھا قوم اعوان

۱۲۔ جناب قبلہ سیّد لعل شاہ صاحب سکنہ شہر وندہ شاہ بلاول قوم سیّد بخاری۔

علاوہ ازیں بہت سارے لوگ طریقہ شریفہ میں داخل ہو گئے۔ یہ اصحاب اور احباب و عام مریدان طریقہ شریفہ میں داخل ہو کر حضرت قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ کے حلقۂ ذکر اور مراقبہ میں اور توجہات شریف و نسبت و مقامات کے حصول میں ایسے مشغول ہوئے کہ یہ سب حضرات آپؒ کی نظرات شریفہ کی بدولت اعلیٰ مقامات پر اور معارف حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ السّامی پر فائز ہو کر اسرار باطنی اور فیوضاتِ الٰہیہ کے مخزن بن گئے اور ان میں سے اکثر خلعت خلافت اور اجازت طرق ہشت سلاسل (نقشبندیہ مجددیہؒ، قادریہ چشتیہؒ، سہروردیہؒ، شطاریہؒ، مدّاریہؒ، کبرویہؒ، قلندریہؒ) سے مشرف ہو کر فیاض جہاں بنے۔ اور اسی طرح جیسے جیسے حضورؒ والا کا فیض عام ہوتا گیا، توں توں لوگوں کا رجوع بڑھتا چلا گیا۔ اور فوج در فوج اکثر لوگ طریقہ شریفہ میں داخل ہوتے گئے۔ اور آں حضور والا کی توجہات شریف و حلقہ مبارک کی تاثیرات سے لوگ مدہوش و مستغرق رہنے لگے۔ اور اطراف و اکناف کے عام مسلمانان اکتساب و فیوضات باطنی کے سلسلہ میں اور دین حق سیکھنے کی غرض سے خدمتِ شریف میں حاضر ہونے لگے۔ جب مریدین کا سلسلہ بڑھنے لگا، اور ان کی کثرت حد سے بڑھ گئی تو انبوہ خلق کے آگے وہ شامیانے قلیل اور تنگ محسوس ہوئے۔

تو آں حضور قدس سرہٗ کے موسم سرما کو گذارنے کے لیے علاقہ داماں کے احباب کو حضور کے واسطے ایک خانقاہ بنانے کی ضرورت ہوئی۔ اور یہ احساس شدت پکڑ گیا کہ جو لوگ محض اللہ تعالےٰ کا نام سیکھنے کی خاطر آئیں۔ اور آنحضور قدس سرہٗ کی توجہات شریفہ سے مشرف ہونے کی خاطر حلقہ اور خدمت میں حاضر ہوویں، تو وہ لوگ آرام سے رہیں۔ اور فارغ البال ہو کر اللہ تعالےٰ کا نام مبارک سیکھ سکیں۔ اور سکون قلب حاصل کر سکیں۔



ذکر بنائے خانقاہ شریف نمبر ۳

خانقاہ عرش اشتباہ موسیٰ زئی شریف

چونکہ پہلے ذکر آچکا ہے کہ آنحضور قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ موسم سرما گذارنے کے یلیے شہر چودھواں کے غرب میں پہاڑ کے دامن میں (علاقہ دامان) اپنی کڑی قوم شادی زئی کے ساتھ شامیانوں میں رہتے تھے۔ جب کثرت اور انبوہ خلائق کے سبب گذارہ تنگ ہو گیا، تو نزدیکی ساکنان عالمانٗ قاضیان و خوانین کو جو (داخل سلسلہ اور طریقہ ہو گئے تھے) ایک خانقاہ بنانے کا دل میں خیال پیدا ہوا۔

چودھواں شہر کی دو بڑی شخصیتوں خان غلام نبی خان صاحب اور قاضی شہر مولانا مولوی فتح محمد صاحب نے آپس میں ایک دوسرے سے اپنے دلی ارادہ کا اظہار کیا۔ اور صلاح کی کہ شہر چودھواں میں حضور حاجی صاحب کے یلیے ایک خانقاہ بنائیں اور کلاچی کے بڑے خان نورنگ خان گنڈہ پور کا ارادہ تھا کہ کلاچی میں آنحضور قبلہ کے یلیے ایک خانقاہ بنائیں گے۔ مگر یہ نصیبۂ ازلی ہوتا ہے کہ جس کے حصہ میں

کوئی سعادت آتی ہے، اللہ کریم اس کو نیک کام سونپتا ہے۔

چنانچہ ان ہرسہ صاحبان سے پہلے (یعنے نورنگ خان صاحب گنڈہ پور سکنہ کلاچی اور غلام نبی خان صاحب و جناب مولوی فتح محمد صاحب سکنائے شہر چودھواں) خان میر عالم خان قوم تاجوخیل نے بایما، وسعی جناب قاضی صاحبان ساکنان درابن قاضی عبدالغفار صاحب اور قاضی عبدالرحیم صاحب شہر موسیٰ زئی شریف میں ایک خانقاہ بنانا شروع ہی کر دی۔ یہ ایام موسم گرما کے تھے۔ اور آں حضور قبلہ بمعہ جملہ درویشاں اور اہلِ خانہ وتمام افراد کڑی قوم شادی زئی افغانستان کو تشریف لے گئے تھے۔ اور جب حضرت قبلہ قدس سرہٗ موسم خریف میں بمعہ کڑی افغاناں واپس افغانستان سے علاقہ دامان کو تشریف آوری فرما رہے تھے تو آنحضور قبلہ کی آمد آمد سے پہلے ہی خانصاحب میر عالم خان رئیس قوم میانخیل نے مسلسل محنت اور مشقت کر کے موسم گرما کے ختم ہونے سے پہلے، خانقاہ تیار کر ہی لی تھی۔ اور یہ خانقاہ شریف مندرجہ ذیل تفصیل کی صورت میں مکمل ہوگئی تھی:

۱۔ وسیع اور کشادہ چار دیواری اور درمیان میں ایک بڑا دروازہ۔

۲۔ دو عدد بڑے کشادہ کمرے برائے رہائش حرم محترم بمعہ حویلی۔

۳۔ ایک کشادہ دالان (کمرہ ہوادار) برائے خواتین پردہ نشین

۴۔ ایک تسبیح خانہ شریف برائے محفل وختم وحلقہ شریف

۵۔ ایک مسجد شریف فراخ جس میں چار پانچ صفیں بڑی نمازیوں کی آسودگی سے سماسکیں۔

۶۔ تین عدد کمرے برائے خاص وعام طالبانِ خداوند تعالےٰ کی

رہائش کے لیے۔

۷۔ دو۲ عدد بڑے کمرے برائے رہائش خاص خلفاء و علماء

۸۔ ایک اصطبل برائے اسپان

۹۔ ایک عدد کمرہ برائے گھاس و بھوسہ وغیرہ

۱۰۔ ایک عدد کمرہ فالتو مگر نہایت ہی صاف اور ستھرا۔ ضرورت

خاص کے لیے۔

تلک عشرۃ کاملۃ

سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ

کہ اس خانقاہ شریف کی تعمیر خداوندکریم نے خان صاحب میر عالم خان صاحب

رئیس اعظم موسیٰ زئی شریف کے حصہ میں اپنے قلم تقدیر سے لکھی تھی ؎

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس خانقاہ شریف کے سن تعمیر میں اگرچہ کچھ اختلاف ہے مگر حقیقت میں

مختلف روایات حضرت قدس سرہٗ کو اکٹھا کرنے سے جو آخر نتیجہ سن تعمیر معلوم ہوتا ہے وہ

۱۲٦٦ھ ہے۔

ناگزیر تحریر

جب متحدہ ہند میں ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۸۵۷ء میں ملت اسلامیہ نے غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کی بنا پر غیر ملکی کفار انگریز کے تسلط اور استیلاء کے خلاف جنگ آزادی مجاہدانہ اور سرفروشانہ جذبہ سے لڑی۔

تو اس میں حضور حضرت حاجی صاحب کے پیرو مرشد جناب حضرت شاہ احمد سعید صاحب دہلوی قبلہ قدس سرہٗ کی ملّی خدمات سرفہرست تھیں۔ منجملہ ان میں سے فتویٰ جہاد کا دینا، اور اس پر سب سے پہلے اپنے دستخط ثبت فرمانا، پھر یہ کہ سب سے پہلے یہ تصدیق کرنا، کہ شرعی نقطۂ نظر سے یہ ٹھیک جہاد اسلامی ہے۔ یہ جرأت مندانہ اقدام سب سے پہلے حضرت شاہ صاحب کے حصہ میں آیا۔ حالانکہ اس وقت مقبوضہ اور نئے غلام ہندوستان میں یہ حضور شاہ صاحب کا کام گویا ایک قسم سے اپنی جان پر کھیل جانے کے مترادف تھا۔

آپؒ کا یہ تاریخی امتیاز تھا کہ دستخط کرنے والوں میں سب سے پہلے آنجناب ہی نے دستخط فرمائے پھر دوسرے علماء کرام نے دستخط فرمائے۔" اس تاریخی جہاد میں آپ قدس اللہ روحہٗ کی یہ مساعیٔ جمیلہ ایک تاریخی حقیقت ہے۔ لیکن جس کو کچھ خود غرض اور پردہ فگن مؤرخین نے تاریخی کتابوں میں، جو انھوں نے جہادِ آزادی پر لکھیں ہیں آنحضورؒ کا نام تک بھی نہیں لیا۔ لیکن واضح کیا جاتا ہے کہ اس تاریخی خیانت کا پردہ چاک کروں۔ اس لیے یہاں پر یہ اظہار کیا جاتا ہے کہ اس

کتاب کو پڑھنے والوں پر بخوبی عیاں ہو جاوے کہ ہمارے حضرات مجددیہ قدس اللہ ارواحہم نے کس قدر تکلیفیں اور مصیبتیں اٹھا کر دین مبارک کی خدمت کی ہے۔ اور کس درجہ تک سلسلہ رشد و ہدایت کو قائم اور برقرار رکھا۔

تو اس مسلح جہاد اور جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد برصغیر کے مسلمانوں پر جو آفت ٹوٹی وہ عروس البلاد بغداد کی بربادی سے کچھ کم تو نہ تھی۔ فرق صرف یہ ہے کہ تاریخ دہلی کو کوئی سعدی شیرازیؒ نہ ملا۔ جو ہندوستان کی اس جنگ آزادی کا مرثیہ لکھتا۔ اور جب انگریزوں نے اپنا تسلط جما لیا، تو انگریزوں کے اولیں ہدف ہمارے حضرت شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ بنے۔

ان ایام میں یعنے جنگ آزادی میں ناکامی کے بعد آپ قدس اللہ روحہٗ نے دہلی ہی میں قیام فرمایا۔ چار ماہ کے بعد اپنی خانقاہ شریف (موسومہ بہ خانقاہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحبؒ) کو چھوڑ کر حرمین شریفین زادہما اللہ تکریماً و تعظیماً، کو ہجرت فرمائی۔



حضرت حاجی صاحب قبلہ کے پیر و مرشد حضرت شاہ احمد سعید دہلوی ثم مدنی کی داستان ہجرت شریف بسوئے

حرمین شریفین

معاملہ کچھ عجیب طرح کا ہوا کہ جب بوقت عصر کسی اپنے ہمدرد اور خیر خواہ نے حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کو یہ خبر دی کہ آج حکومت انگریز نے آپ کا حکم گرفتاری صادر کیا ہے اور علاوہ اس کے آپ کی خانقاہ اور آپ کے جملہ مکانات ضبط ہو جائیں گے۔ اور رات کے بارہ ۱۲ بجے آپ کے گرد انگریزی سپاہ کا محاصرہ ہو جائے گا، اور آپ محصور ہو جائیں گے۔ پھر آپ اور آپ کا جملہ اہلِ خانہ پکڑا جائے گا۔ آپ مہربانی فرما کر اپنی اور اپنے اہل خانہ کی رہائی کا انتظام فرمائیں۔ تو آں جناب نے بمجرد اس خبر کے سننے کے بمشیت ایزدی جل شانہٗ، وقت مذکورہ سے پہلے خانقاہ شریف کو چھوڑ دینے کا منصوبہ بنایا تاوقتیکہ آپ پر انگریزی سپاہ کے رسالہ اور گارٹ کا محاصرہ ہو۔

چنانچہ آنحضور قدس سرہٗ بوقت عشا بعد از نماز بمعہ جملہ درویشان کرام اور صاحبزادگان عالی مقام اور خلفاء عظام و اہل خانہ کے رات کے اندھیرے میں **توکلاً علی اللہ تعالیٰ** اپنی خانقاہ دہلی شریف سے کوچ فرما ہوئے۔ (بحوالہ کتاب مقامات احمد سعیدیہ) جو افراد متعلقین آنحضور قدس سرہٗ کے اہل خانہ کے علاوہ تھے وہ تقریباً ایک سو تھے۔ یہ سب قافلہ دہلی سے اندھیرے کے اندر نکل پڑا۔ اور وہاں سے

اور وہاں سے عازم موسیٰ زئی شریف ہوا، تاکہ آنحضور قبلہ اپنے خلیفہ اجل و اکمل حضرت حاجی صاحب مولانا حضرت حاجی دوست محمد صاحب قبلہ قندھاری قدس اللہ سرہٗ وافاضنا اللہ فتوحہٗ کے پاس پہنچ کر اور چند روز وہاں پر قیام فرمائیں۔ اور پھر اگلے سفر کا یعنے حرمین شریفین کو تشریف لے جانے کا مکمل منصوبہ بنائیں۔

پس اس مبارک مقام یعنے خانقاہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب سے اندھیری رات میں یہ اللہ والوں کا مختصر سا قافلہ روانہ ہوا۔ یہ وہ مقام ہے جس میں ہزاروں لاکھوں تشنگانِ باطن نے اس سرچشمہ فیض سے اپنے روح و قلب کو اور جسم و جاں کو انوار و مقامات حضرت مجدد پاک الف ثانی قدس اللہ روحہٗ سے رنگین بنا کر اپنی پیاس بجھائی تھی۔ کیسا اور کیا وہ وقت ہو گا کہ جب یہ سب خدا والے دہلی چھوڑ کر راہئ ملک داماں ہوئے ہوں گے۔

اور پھر منصوبہ یوں بنا کہ براستہ لاہور چلیں اور وہاں سے جھنگ اور خوشاب پھر وہاں سے ڈیرہ اسماعیل خاں پہنچیں۔ لہٰذا بے زاد و راحلہ یہ قافلہ مشتاقانِ دین و اسلام اور عاشقانِ بالیقین و ایمان توکل خداوند تعالےٰ کر کے لاھور جانے والی سڑک پر روانہ ہوا، اور ساری رات چلتا رہا۔ جب سپیدیٔ صبح اچھی طرح ہو چکی، تو ایک مناسب مقام راستہ پر آیا جہاں پر کچھ رہائشی مکانات موجود تھے اور ایک تالاب پانی کا بھی تھا۔ عموماً یہ مقام مسافروں کے پڑاؤ کے کام آتا تھا۔ یہ قافلہ للّٰہی نماز فجر ادا کرنے کی غرض سے، اور وضو تازہ کرنے کے لیے اس تالاب پر فروکش ہوا۔

یہاں تک تو ابتدائی حال ہجرت کا بیان کیا گیا ہے۔

اُدھر انگریز سپاہ نے کیا کیا کہ جن نے ۱۲ بجے شب آنحضور قدس

سرہٗ کے گرد محاصرہ کرنا تھا۔ اس کا بھی کچھ حال بیان کیا جاتا ہے۔

انگریزی سپاہ جب آئی تو خانقاہ مبارک (بمشہور خانقاہ مظہریہؒ دہلی) کو بالکل خالی پایا، تو اس دستہ فوج نے واپس جاکر اپنے بڑے افسر یعنے کمانڈر کو خبر کی خانقاہ تو بالکل خالی پڑی ہوئی ہے۔ اور سالم احاطہ مکانات سنسان ہے۔ کوئی فرد بشر نظر نہیں آتا۔ اب کیا حکم ہے؟ چنانچہ انگریز افسر نے حکم دیا کہ ایک رسالہ افغانی جو کہ انگریزوں کا بڑا معتمد رسالہ تھا، اور جس کا رسالہ دار میجر خان بہادر نورنگ خان قوم گنڈہ پور تھا۔ اور یہ رسالہ کوئی ساٹھ سواروں پہ مشتمل تھا۔ انگریز افسر نے ان کو حکم دیا کہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کے تعاقب میں یہ رسالہ فوراً روانہ ہووے۔ اور جہاں بھی مطلوبہ شخصیتیں ان کو ملیں۔ یہ رسالہ ان کو پکڑ کر واپس لے آئے۔ لہٰذا یہ رسالہ معہ نورنگ خاں رسالدار رات ڈھلے آنحضور شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے تعاقب میں پکڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ جب یہ رسالہ تڑکے صبح کے وقت اس تالاب پر پہنچا، جہاں پر کہ مسافروں کے لیے رہائشی مکانات بنے ہوئے تھے۔ تو یہ ایسا وقت تھا کہ حضور حضرت شاہ صاحب قبلہ نماز پڑھ کر مراقبے میں مشغول تھے۔ اور جمیع خلفاء و خدام وغیرہم آپؒ کے ساتھ مراقبے میں مشغول یادِ خداوند کریم میں محو اور مستغرق تھے۔ اور قبلہ شاہ صاحب قدس سرہٗ کی توجہ شریف سے تمام درویشان عظام پر اس قدر محویّت اور استغراق طاری تھا کہ ان سب کو انگریز سپاہ کے رسالہ کی آمد کا اور گھوڑوں کے سموں کی آواز تک کا پتہ نہ لگ سکا۔

نورنگ خان رسالدار نے معہ اپنے رسالے کے اس قافلہ کے اردگرد محاصرہ کرلیا چونکہ یہ مسلمان رسالہ تھا۔ اور رسالدار بھی مسلمان تھا۔ انھوں نے اپنی اسلامی حمیت کے

سبب سے ایسی حالت میں جب کہ شاہ صاحب معہ تمام قافلۂ خدا پرست کے بصورت مراقبہ یادِ الٰہی جل شانہٗ میں مصروف تھے۔ ان پر ہاتھ ڈالنا اور ان کو پکڑنا مناسب نہ سمجھا۔ اور اس انتظار میں کھڑے رہے کہ حضرت قبلہ مراقبہ سے فارغ ہوں اور ہم ان کو پکڑیں۔ اچانک رسالدار میجر نورنگ خاں کے دل میں خداوند کریم نے یہ خیال ڈالا کہ شاید یہ حضرت شاہ صاحب وہ شاہ صاحب نہ ہوں، جو میرے مرشد و پیر حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری قدس سرہٗ کے پیر و مرشد ہیں، کیونکہ نورنگ خاں رسالدار جناب حاجی صاحب قبلہ کے مخلص مریدوں میں سے تھا۔ (جیسا کہ اس کا صفحات گذشتہ میں ذکر آچکا ہے۔ کہ یہ شخص اپنے مرشد کے لیے ایک خانقاہ شریف بنانے کا بھی ارادہ رکھتا تھا) تو بس اچانک اس خیالِ پاک کا نورنگ خان کے دل میں ظاہر ہونا ہی تھا کہ اس نے ان محاصرہ کرنے والے تمام گھڑسوار سپاہیوں سے پشتو میں پوچھا: اے میرے افغانی بھائیو! کچھ تم اس شاہ صاحب کے متعلق جانتے ہو کہ یہ کون شاہ صاحب ہیں۔ کیا۔ وہ تو نہیں؟ جو میرے مرشد حضرت حاجی دوست محمدؒ صاحب قندھاری قبلہ کے پیر ہیں۔ چنانچہ ایک سپاہی جو کہ شاید باخبر تھا۔ اس نے دور سے اور گھوڑے پر سواری کی حالت میں آواز دی اور بولا، رسالدار صاحب! یہ وہی حضرت شاہ صاحب ہیں۔ اور دہلی والے شاہ صاحب مشہور ہیں اور یہی حاجی دوست محمد صاحب قندھاری کے پیر و مرشد ہیں۔ بس اس سپاہی کا یہ کہنا ہی تھا کہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہ کی برکتِ عصمت و وجاہت سے اور تائیدِ غیبی سے نورنگ خان پر اس روز سے جذبہ طاری ہوا کہ نورنگ خان بے اختیار ہو کر گھوڑے سے نیچے آگرا۔ اور عالمِ محویت میں وہاں زمین پر تڑپنے لگا۔

جونہی رسالدار میجر کو دیگر سپاہیوں نے تڑپتا دیکھا کہ میجر صاحب بے اختیاری کے عالم میں کبھی ادھر گرتا ہے اور کبھی دوسرے پہلو پر جا گرتا ہے۔ تو اس کی یہ لوٹ پوٹ حالت کو دیکھ کر سب سپاہی اپنے گھوڑوں سے اتر کر رسالدار کے پاس پہنچے۔ اور چند ایک سپاہیوں نے اپنے رسالدار صاحب کو قابو کیا اور تھامے رکھا۔ کچھ لحظہ نورنگ خاں بیہوش رہا اور اس پر محویت طاری رہی۔ جب کچھ وقت کے بعد یہ کیفیت ختم ہوئی۔ تو پھر نورنگ خان عالم اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوا۔ اور جناب حضرت شاہ صاحب قبلہ کے ادب میں وہاں زمین پر ہی بیٹھا رہا۔ نورنگ خاں کو اپنے کپڑوں کا بھی خیال نہ رہا۔ جو کہ بوقت جذبہ مٹی میں خراب اور گرد آلود ہو چکے تھے۔ دوسری طرف یہ ہوا کہ جذبہ کی ہاؤ ہو کے اثناء میں حضرت شاہ صاحب قدس اللہ روحہٗ بھی مراقبے سے بیدار ہو گئے۔

اور اپنے دیرینہ معمول کے مطابق بعد از اختتامِ مراقبہ دعا مانگی اور حضرت شاہ صاحب قبلہ نے دعا سے فارغ ہونے کے بعد جونہی اپنا رُخ انور حلقۂ درویشاں کی طرف پھیرا۔ اور اپنے چہرہ مبارک کو چادر سے آشکار کیا، تو اتنے میں نورنگ خان رسالدار کی آنکھیں بھی حضرت شاہ صاحب قبلہ کی نگاہوں سے دوچار ہوئیں تو رسالدار نے بیٹھی ہوئی جگہ سے اٹھ کر حضور حضرت شاہ صاحب کی گود میں اپنا سر رکھ لیا۔ اور اس پر دوبارہ جذبہ طاری ہو گیا اور بہت دیر تک جناب شاہ صاحب کی گود میں تڑپتا رہا اور آں حضور رسالدار کو تھامے رہے۔ یہ حالتِ مجذوبی جس وقت ختم ہوئی اور رسالدار ہوش میں آئے تو فوراً حضرت شاہ صاحب قدس اللہ روحہٗ کے قدم بوس ہوئے۔ اسی صورت میں نورنگ خان رسالدار آنحضور کے آگے دیر تک ہچکیاں بھر کے روتا رہا اور دست بوسی

بھی کرتا رہا۔ بالآخر جب اس کو مکمل سکون آیا، تو باادب ہو کر عرض کی ؛ حضور قبلہ ! آپ یہ فرمائیں کہ کیسے دہلی سے اکیلے ہو کر اس افراتفری کے عالم میں آپ نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اور اب ارادہ مبارک کہاں جانے کا ہے تو حضرت شاہ صاحب قبلہ نے فرمایا ؛

میں تو موسیٰ زئی جا رہا ہوں۔ اور اپنے بھائی صاحب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے خلیفے اکمل و اجل حاجی دوست محمد صاحب قندھاری کے ہاں کچھ روز قیام کرنے کا ارادہ ہے۔

بیت لذت فقر و فقیری بس ترا

با وجود سلطنت سرمایۂ دیگر مخواہ

قبلہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کا یہ فرمان سنانا تھا کہ تیسری مرتبہ پھر رسالدار پر جذبی کیفیت اس زور سے طاری ہوئی کہ قصہ بیان ترجمانی سے قاصر ہے۔ آخر الامر

مابین المرشد والمسترشد اس مرحلے سے گزرنے کے کافی

دیر بعد رسالدار میجر مذکور نے ہوش آ جانے کے بعد دست بستہ ہو کر اور بڑے مؤدب لہجے میں عرض کی کہ حضور ! آپ کا اس زمانۂ شورش اور افراتفری کے دور میں اس طرح اکیلی صورت میں کسی سرکاری انتظام کے بغیر اس سفر پر جانا خطرہ سے خالی نہیں ؛ جناب والا ! مہربانی فرما کر اسی پڑاؤ پر تشریف فرما رہیں۔ اور بندہ بمعہ چند سواروں کے واپس دہلی جا کر آں حضور کے لیے باقاعدہ سرکاری پروانہ برائے انتظام راستہ اور بندوبست خرچ خوراک سرکاری کر کے واپس آج یا کل حضور کے پاس پہنچ جائے گا۔ یہ پڑاؤ آنحضور کے لیے بہتر جگہ ہے۔ اور رہائش کے لیے آسودہ مقام ہے، کیونکہ یہاں پانی کی بھی بہتات ہے اور کھلی فضا میسر ہے۔ اس لیے مہربانی فرما کر ایک دو دن بندہ کے واپس آنے تک یہاں

قیام فرمائیں۔ رسالدار صاحب مذکور کی یہ رائے حضور حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کو کو پسند آئی۔ اور آنحضور نے رسالدار صاحب کی انتظار میں دو دن اس پہلے ہی پڑاؤ پر قیام فرمایا۔ چنانچہ رسالدار معہ اپنے چند سپاہیوں کے واپس دہلی کو روانہ ہوا۔ اور وہاں پہنچ کر اس نے متعلقہ حکام سے آنحضور کے لیے رہداری، اور خرچ خوراک سرکاری کا پختہ پروانہ لے کر پھر معہ بیس تیس سوار مزید محافظین دستے کی صورت میں ہمراہ لاکر تیسرے روز واپس حضور کی خدمت میں آن پہنچا۔ اور پھر آنحضور کو دہلی سے لاہور آنے والی سڑک پر روانہ کر کے خود رخصت کا طالب ہوا۔ حضور حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ بمعہ دستہ محافظین سرکاری کے جب لاہور پہنچے، تو لاہور سے اپنے اجل و اکمل خلیفے حضرت خواجہ حاجی دوست محمد صاحب قبلہ قندھاری قدس سرہٗ کو مکتوب شریف بھیجا۔ (یہ مکتوب، کتاب موسومہ مکتوبات حضرت حاجی دوست محمدؐ صاحب قندھاری میں نمبر ۱۵۵ پر درج ہے۔) جس کا متن یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخوی اعزی ارشدی حاجی صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ از فقیر احمد سعید بعد از سلام مسنون مطالعہ فرمائید۔ فقیر فردا بتاریخ دہم ربیع الثانی از لاہور بطرف ڈیرہ اسمٰعیل خان روانہ خواہم شد انشاء اللہ تعالےٰ تا شاہ پور گاڑیھا کردہ۔ لازم کہ پانزدہ شتر دوازدہ ازاں معہ کجاوہ و سہ برائے اسباب بزودی بشاہ پور روانہ فرمایند۔ تا ازاں جا بر شتران سوار شدہ نیائیم باقی حالات عند الملاقات۔ واضح خواہد شد۔

والسّلام

یہاں تک تو حال حضور حضرت شاہ صاحب قبلہ کے قافلے کا۔ زیر انتظامات سرکاری ازاں رسالدار صاحب نورنگ خاں گنڈہ پور۔ اس پڑاؤ مذکورہ سے لے کر لاہور تک پہنچنے کا تو آپ کو معلوم ہو گیا۔ اب آگے کچھ حال حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کا سُنیں؛ کہ وہ دو یوم جناب حاجی صاحب قبلہ پر کیسے گذرے تھے (کہ جب اچانک حضور حضرت شاہ صاحب کو کسی ہمدرد مخلص کے ذریعے خبر ملی تھی کہ آنجناب کو بحکم سرکار انگریز بارہ ۱۲ بجے رات محصور کر لیا جائے گا۔ اور تمام خانقاہ ضبط ہو جائے گی۔ یہ خبر سن کر قبلہ شاہ صاحب کا وقت معین سے پہلے پہلے معہ قافلہ خویش کے سفر ہجرت کے لیئے نکل کھڑا ہونا۔ اور پھر پڑاؤ مذکورہ تک پہنچ جانا۔ اور یہاں پڑاؤ پر رسالہ سپاہیاں انگریز کا پہنچ آنا)، تو قبلہ حضرت حاجی صاحب کے آئینہ قلب پر یہ تمام حالات انعکاس پذیر ہو رہے تھے۔ لہٰذا ان دو ۲ دنوں میں حضرت حاجی صاحب قبلہ نے احباب و خدام کے ساتھ مکالمہ اور مصاحبہ ترک کر دیا۔ فجر کے ذکر اور مراقبہ کے بعد آپ مسجد سے باہر تشریف لاتے، تو سیدھے تسبیح خانہ میں داخل ہو کر اندر سے دروازہ کو بند کر کے اپنے روزانہ معمول کے برعکس تا دیر وہاں تسبیح خانہ میں فروکش رہتے۔ گویا ایک خاموشی اور سکون نے آنجناب کو گھیر رکھا تھا۔ اور چہرۂ مبارک کا رنگ بالکل تغیر پذیر ہو گیا تھا۔ بشاشت اور انبساط کی بجائے ایک گونہ پژمردگی اور پریشانی چہرہ اقدس پر چھائی ہوئی تھی۔ زائرین اور واردین کی خبر گیری نہ فرماتے۔ اور اپنے خلفاء عظام سے ہم کلام نہ ہوتے۔ تمام لواحقین آنجناب کا یہ حال دیکھ کر بے حد مغموم تھے۔ ساری خانقاہ پر ایک قسم کی سراسیمگی چھائی ہوئی تھی۔ حضرت حاجی صاحب قبلہ پر یہ حالت اس وقت تک قائم رہی جب تک آپ کے مرید رسالدار نورنگ خان گنڈہ پور نے

اپنے آپ کو ربقہ غلامی میں پیش نہ کیا کیونکہ آنجناب حاجی صاحب قدس سرہٗ کو اپنے پیر و مرشد قبلہ شاہ صاحب کی تکلیف اور غربت کی حالت کا عکس مسلسل قلب شریف پر نظر آرہا تھا جس کا برداشت کرنا آپ کے لیے بے حد مشکل اور باعث اضطراب تھا۔ دوسری طرف اپنے مرید کے دین و ایمان کا غم و خوف کہ وہ ایک بڑے امتحان میں پھنس گیا تھا کہ سرکار انگریزی کے حکم سے حضور شاہ صاحب قدس سرہٗ (جو اس کے پیر و مرشد کے شیخ و مربّی تھے) کے پکڑنے کے لیے معہ رسالہ افغانی دہلی سے روانہ ہو چلا تھا۔ تو یہ دونوں حالتیں حضور حاجی صاحب قبلہ کے قلب شریف پر جب انعکاس پذیر تھیں۔ تو ایسے میں حضور کو سکون کہاں ملتا اور اطمینان کیسے میسّر ہوتا۔ پس ایسی ہی حالت میں اچانک ایک وقت آنجناب حضرت حاجی صاحب قبلہ کی زبان درخشاں سے تسبیح خانہ کے اندر اپنے خلفاء کرام و دراویش عظام اور زائرین عالی مقام کی موجودگی میں بزبان فارسی یہ کلام صادر ہوئی:

"کہ نورنگ خان بہ یک عمل جنتی شد"

یعنے نورنگ خان نے سرکار انگریزی کی نوکری میں رہ کر سرکار کی امداد کرتے ہوئے جو اپنا ایمان قبل ازیں ہارا تھا۔ وہ حضور حضرت شاہ صاحب قبلہ میرے پیر و مرشد کی خدمت کرنے پر واپس جیت لیا۔ اور اس کے بدلہ میں جنت کا بھی مستحق ہو گیا۔ اس کے بعد حضور حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کا چہرۂ مبارک ہشاش بشاش ہو گیا۔ اور بسبب خوشی کے چہرہ مبارک چمکنے لگا۔ واضح ہو کہ جونہی مکتوب شریف منجانب حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ موسیٰ زئی شریف پہنچا۔ تو آنجناب قبلہ حاجی صاحب نے پندرہ اونٹ منجملہ بارہ اونٹ معہ کجاووں کے اور تین اونٹ مزید اسباب و سامان

برداری کے واسطے حسب فرمان مبارک جناب شاہ صاحب قدس سرہٗ بمقام شاہ پور روانہ کر دیئے۔ اور خود آنحضرت قبلہ پیرو مرشد شاہ صاحب قدس سرہٗ کے قدوم میمنت لزوم کی انتظار میں ڈیرہ اسمٰعیل خان تشریف لے گئے۔ اور حضور حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی آمد تک معہ جملہ خلفائے کرام اور دراویش کرام اور بہت سارے زائرین خاص و عام کے ڈیرہ میں ٹھہرے رہے۔ ان اشخاص کی تعداد سینکڑوں میں تھی۔ جب حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ ڈیرہ میں اپنے حرم شریف اور صاحبزادگان عالی قدر و جملہ درویشان کرام و خلفا خاص و عام کے ساتھ ڈیرہ میں تشریف لائے، تو حضرت حاجی صاحب قبلہ نے بصد احترام و احتشام موسیٰ زئی شریف تشریف لے چلنے کی بابت عرض کی۔ جس کی پذیرائی ہوئی۔ اور آنحضور شاہ صاحب قدس سرہٗ نے معہ جملہ قافلہ کے خانقاہ شریف موسیٰ زئی شریف تشریف لاکر خانقاہ موسیٰ زئی شریف کو شرفیاب فرمایا۔ حضور قبلہ حاجی صاحب قدس اللہ روحہٗ نے اپنے حرم محترم کو حرم سرا سے نکال کر ایک علیحدہ خیمہ لگا کر اس میں ٹھہرایا۔ اور اپنے پیرو مرشد حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے حرم محترم اور صاحبزادگان کرام کو اپنے حرم سرا میں ٹھہرا کر آسودہ کیا۔

اور حضرت پیرو مرشد قبلہ شاہ صاحب کی آمد کی خبر سن کر حضرت حاجی صاحب کے اکثر مریدین افغانستان و کوہِ سلیمان اور علاقہ دامان و سرحد، بنوں، کوہاٹ و پشاور اور صوبہ پنجاب کے رہنے والے مریدین کا اس قدر ہجوم ہوا کرتا کہ روزانہ پندرہ بیس دُنبے اور ایک دو بیل ذبح ہو جایا کرتے تب جا کر لنگر شریف کا کام پورا ہوتا حضرت قبلہ شاہ صاحب قدس اللہ روحہٗ نے خانقاہ شریف موسیٰ زئی شریف میں کل اٹھارہ یوم قیام فرمایا۔ قبلہ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کا موسیٰ زئی شریف میں

تشریف لاکر رونق افروز ہونے کے چند روز بعد حضرت حاجی صاحب قبلہ نے اپنی خانقاہ موسیٰ زئی شریف اور مبلغ چھ ہزار روپے نقد حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں نذرانہ و نیاز پیش کرتے ہوئے دست بستہ عرض کی "کہ حضور! براہ کرم یہ نذرانہ اور یہ خانقاہ شریف بمعہ اثاثہ منظور فرمائیں۔ اور یہاں خانقاہ شریف موسیٰ زئی شریف میں قیام فرمائیں۔ تاکہ ہم سب ساری عمر غلامی اور نیازمندی میں بسر کریں۔ اور حضور کی توجہات شریفہ سے مزید اپنے باطن کو منور فرمائیں"۔ جب حضرت حاجی صاحب قبلہ نے اپنی عرض گذاشت کو پورا کیا۔ تو حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ حاجی صاحب آپکی طیب خاطر اور طبیعت کی خوشی کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔

فقیر کو آں محب کا نذرانہ اور خانقاہ شریف دونوں منظور ہیں، لیکن یہ رقم تو آپ کی خاطر بطور ہدیہ قبول کرتا ہوں۔ مگر یہ خانقاہ شریف معہ خانقاہ شریف دہلی دونوں آں محب کو ہبہ کرتا ہوں۔ یہ دونوں خانقاہیں میری ہیں، اور آپ ان کے متولی ہیں۔ خاص کر خانقاہ شریف مظہریہ دہلی شریف والی کا انتظام بطریق احسن سر انجام دیں، کیونکہ وہی خانقاہ میری زندگانی کا ثمرہ ہے۔ آپ خود وہاں تشریف لے جاکر رہیں یا اپنے کسی معتمد علیہ خلیفہ صاحب کو وہاں بھیجیں کہ اس خانقاہ کا سارا کام معہ دو وقتکے حلقے اور ذکر و مراقبہ حسب معمول حضرات عظام اور خانقاہ شریف مظہریہ کی بوجہ احسن دیکھ بھال کرے۔ اور ساتھ ہی اپنے سارے مریدین ہند و سندھ و خراسان کو بھی آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ کہ جو بھی میرے مریدوں سے آپ کے پاس آئے آپ اس کو اپنی کامل توجہات سے مشرف فرمادیں۔ فقیر کی چونکہ

مدت دراز سے حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وکرامۃً کی خاک کو اپنا سرمہ چشم بنانے کی آرزو رہی ہے اور وہاں کا قیام بھی کہ بقیہ زندگی وہیں جا کر بسر کروں یہاں تک کہ موت بھی وہیں آجائے۔ اور جنت البقیع میں میری مزار بنے اب مشیت ایزدی انشاء اللہ فقیر کے شامل حال ہو رہی ہے۔ اور فقیر کو یثرب وبطحا کی خاک پاک کو اپنا سرمۂ چشم بنانے کے لیے رحمت الٰہی جل شانہٗ کشاں کشاں لیے جا رہی ہے۔ حضور حضرت قبلہ شاہ صاحب قدس سرہٗ نے اس بابت اپنے دست مبارک سے یہ چند سطور وصیت نامہ کی صورت میں تحریر فرما کر حضرت حاجی صاحب قبلہ کے حوالے فرما دیں۔ جو بعینہٖ آئندہ صفحہ پر یہ سطور درج ہیں۔

قارئین کرام! حضور حضرت شاہ صاحب کے وصیت نامے اور تولیت نامے کو جو اپنے دستخط خاص سے لکھ کر اور مزین مہر فرما کر حضرت حاجی صاحب قبلہ کو دیا۔ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

(جس کا متن بعینہٖ درج ذیل ہے۔)

آخری وصیت نامہ و تولیت نامہ ازاں قبلہ شاہ صاحب قدس سرہٗ (فارسی)

(فارسی)	(اردو)
بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ افضل الحمد واجلہ واعلاہ کما یلیق	ساری صفتیں اور حمد اعلیٰ واکمل اور اجل اللہ پاک وبرتر کی ذات پاک کے شایان

بجناب قدسه تعالیٰ
والصلوٰۃ والسلام علیٰ
سید الوریٰ کما ینبغی
ویحری وعلیٰ اٰله التُّقی
واصحابه النّقیٰ۔ امابعد
باعث تحریر ایں سطور اینکه
از مدت آرزوے زیارت
حرمین شریفین (زادهما
الله شرفًا وکرامةً)
در دل بود، حالاً ارادۂ الٰہی
سبحانہٗ باٰں منضم گردیده،
ونیت طواف آنجا راسخ شد،
ومتوجه آں حدود معه اہل و
عیال شدیم الله تعالیٰ
از کرم خویش باٰنجا برساند،
لہٰذا مرقوم میسازم بمریدان خود
که در ہندوستان وخراسان
سکونت میدارند، که
بجاے من مقبول

ہیں اور اسی ذات پاک کے لیے خاص
ہیں۔ اور اللہ پاک و برتر کی جناب عالی
سے جملہ رحمتیں اور سلام اس کے محبوب
پر نازل ہوں۔ جو دونوں جہان کے سردار
ہیں اور اس کے آل واصحاب پر۔

بعد از حمد و صلوٰۃ، ان سطور کی تحریر کا
باعث یہ ہے کہ دل مدت سے حرمین
شریفین کی زیارت فیض بشارت کے لیے
آرزومند رہتا تھا چنانچہ بمقتضائی ارادہ الٰہی
جل شانہٗ، اب فقیر نے بمعہ اہل و عیال
اور سب بال بچوں کے اُن دیار شریفہ اور
حدود مبارکہ پر پہنچ کر زیارت شریفہ سے
مشرف ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔
اللہ کریم و رحیم بخیریت اُنھی دیار شریفہ
کو بخیریت پہنچاتے۔

لہٰذا یہ سطور اس باب میں تحریر کی
جاتیں ہیں کہ جس قدر میرے مرید ہند
سندھ اور خراسان (موجودہ افغانستان)
میں ہوں۔ ان کو معلوم ہونا چاہیئے کہ

بارگاہ احد حاجی دوست محمدؒ
صاحب کہ خلیفۂ من اند،
بجائے من دانند و توجہات
از ایشاں گرفتہ باشد۔ و
هو خليفتى، يده
كيدى، ومقبوله مقبولى
فطوبىٰ لمن اقتدىٰ به،
فهو خليفتى على
الاطلاق، باى يامركم
فعليكم بامتثاله
ولا يجوز العدول عن حكمهٖ
اللّٰهم اجعله هاديًا وّ
مهديًا. واهد به الناس
طرًّا على سبيل الدوام و
الاستمرار وزد فى عمره ورشده
وصلاحه وفلاحه يا رب
العلمين بجاه سيد المرسلين
وصلى الله عليه وسلم وعلىٰ
اٰله واصحابه اجمعين۔

مقبول بارگاہ احد حاجی دوست محمد
صاحب کو میرے قائم مقام جانیں۔
اور ان سب کو لازم ہے کہ حاجی صاحب
موصوف سے باطنی توجہات حاصل کریں۔
یہ میرے خلیفہ ہیں اور ان کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے
اور ان کا منظور و مقبول، میرا منظور و مقبول
ہے۔ وہ میرے جانشین اور خلیفۂ
مطلق ہیں، جو بھی حکم فرمائیں، اس کو بجا
لائیں اور ان کے حکم کی خلاف ورزی
العیاذ باللہ سارے مشائخ سلسلہ
کی خلاف ورزی ہے۔
خداوند کریم محفوظ رکھے۔ اے میرے
مولا! اور میرے اللہ!! ان کو ہادی اور
ہدایت یافتہ بنا اور ان کو ہدایت کا
ذریعہ بنا۔ اور سب خلق اللہ کو بالدوام و
الاستمرار ان کے ذریعے ہدایت فرما۔ اور
ان کی عمر، رشد، صلاح اور فلاح میں زیادتی
مرحمت فرما۔
بطفیل سید الکونین رحمت اللعالمین درود

ویرحم اللہ عبداً قال امیناہ والسلام اولاً و آخراہ

آمین یارب العلمین ہ

وسلام ہوں۔ آپ پر اور آپ کے آل کرام اور اصحاب عظام پر اللہ کریم رحیم رحم فرما ان سب پر جو آمین کہیں والسلام اول و آخر۔

حضرت شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے حضرت حاجی صاحب قبلہ کو اپنی ضمنیّت کبریٰ سے بھی مخصوص فرمایا تھا۔ جیسا کہ اس اجازت نامے کے آخر میں حضور شاہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز نے بدیں الفاظ تحریر فرمایا ہے کہ ادخلتہ فی ضمنی کما ادخلنی شیخی و اماحی و مرشدی الشاہ عبد اللہ المعروف بشاہ غلام علی شاہ صاحب دھلوی قدس اللہ تعالیٰ روحہ وافاض علینا فتوحہ"۔

فقط

حضرت شاہ صاحب نے اپنی خانقاہ اور تسبیح خانہ خاص اور محل سرائے واقع خانقاہ مظہریہ معہ جملہ مکانات متعلقہ خود حضرت حاجی صاحب قبلہ کے حوالہ فرما کر سپرد کئے۔ اور خود رخصت حرمین شریفین ہوئے۔ اس روز سے اس خانقاہ موسیٰ زئی شریف کا نام "خانقاہ احمدیہ سعیدیہ" تجویز فرما کر رکھا گیا۔ سن بنا خانقاہ موسیٰ زئی شریف ۱۲۶۶ھ ہجری ہے۔ اور پھر اس کا صحیح نام اس وقت تجویز کیا گیا۔ جب حضرت صاحب قبلہ

شاہ احمد سعید صاحب قدس اللہ سرہٗ کی جس سن میں ہجرت ہوئی۔ جو ۱۲۷۳ھ ہے۔ لہٰذا آج بھی خانقاہ موسیٰ زئی شریف کے تسبیح خانہ کے دروازہ کے اوپر والا کتبہ سنگِ مرمر دیکھا جاوے تو اس پر یہی الفاظ کندہ (نقش شدہ) نظر آئیں گے۔

خانقاہ احمدیہ سعیدیہ

موسیٰ زئی شریف۔

۱۲۷۳—۷۴ ھجری

بروایت مندرجہ کتاب مقامات احمدیہ سعیدیہ حضور حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ کے لیے حضرت حاجی صاحب قبلہ نے کشتیوں کا انتظام فرمایا۔ اور پھر حضرت شاہ صاحب قبلہ بذریعہ سواری کشتیوں کے بندرگاہ بمبئی پہنچے۔ اور وہاں سے بذریعہ دخانی جہاز میں سمندر کے راستے راہی حرمین شریفین ہوئے۔ حضرت قبلہ حاجی صاحب نے اپنے پیر و مرشد کی وصیت کے مطابق اپنے معتمد خلیفے اور اجل مجاز و نائب مناب حضرت مولانا رحیم بخش اجمیری صاحب کو دہلی شریف کی خانقاہ مظہریہ کی جانشینی اور جاروب کشی سپرد فرمائی۔ اور ساتھ ہی زائرین اور واردین کی خدمت میں مخلصین طالبانِ مولا عزّ و جلّ کو توجہ کرنے اور دوٗ وقتہ حلقہ وغیرہ کا شغل بھی ان کے ذمہ فرمایا۔ چنانچہ حضرت مولانائے موصوف نے تادم واپسیں اس امتثال الامر شریف کو نہایت خوبی اور باحسن طریقہ سرانجام فرمایا۔ یہاں تک کہ بہ ندائے حق یا ایتھا

لے: حضرت حاجی صاحب کے اجل خلیفہ میں سے ہیں اور ان کا تذکرہ تفصیلاً خلفاء کے ذکر جلیل میں ملاحظہ کریں۔

النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة ۔ حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری کا وصال شریف بھی ۱۲۸۳ھ میں وہیں دہلی میں ہوا ۔ اور ان کا مزار مبارک (مزارات مبارکہ حضرات میرزا مظہر جانجانان صاحب شہید قدس سرہٗ اور حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب قدس سرہٗ کے جنگلے کے باہر حضرت میرزا صاحبؒ کی پائنتی میں بنا ۔ اور مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ حضور قبلہ میرزا صاحب قدس سرہٗ کے قدموں میں مدفون ہوئے ۔

روح اللہ تعالیٰ روحہ وارواحہم وافاضنا اللہ تعالیٰ فتوحہم

فقط خیر نمط

تمت الفصل الثانی بعونہٖ تعالیٰ

« ویلیہ الفصل الثالث »

ضمیمہ فصل الاوّل

و فصل الثانی

خانقاہ شریف دہلی میں ایک سال ۲ ماہ پانچ دن قیام کے دوران حضور حضرت حاجی صاحب قبلہ نے اخذ طریقہ شریفہ کے بعد مقامات سلوک مجددیہؒ کے طے کرنے کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل کتابیں بھی اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے پڑھیں۔ صحیح بخاری شریف، صحیح مسلم شریف، مؤطا امام مالک، ترمذی شریف مکتوبات امام ہمام حضرت مجدد الف ثانی قدس اللہ روحہ، کنز الہدایات انہار اربعہ اور ہدایت الطالبین۔

فصل اول میں قبل ازیں تحریر ہو چکا ہے کہ حضور حضرت حاجی صاحب نے بصرہ میں سات ماہ قیام کے زمانے حضرت مولانا محمد حسین صاحب دوسری رحمہ اللہ تعالےٰ علیہ سے صحاح ستّہ مکمل پڑھی۔ اور مولوی صاحب موصوف کے دورۂ حدیث میں شریک رہے۔ سندِ حدیث قاضی شہر شیخ محمد عمانی بصری سے حاصل کرنے کے بعد پھر شیخ محمد محدّث اورنگ آبادی سے بخاری شریف پڑھی۔ اور ستّہ بارہ علمِ حدیث اپنے پیر و مرشد حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ سے مفصل پڑھا۔ حضرت شاہ احمد سعید

صاحب قدس سرہ العزیز، ہندوستان کے مسلّم مشاہیر محدثین میں شمار ہوتے تھے۔ اور متحدّہ ہند کے تمام علماء حدیث کی اسانید میں آں جناب والا کا نام نامی و اسم گرامی مذکور ہے۔ بالخصوص سلسلۂ سند شاہ ولی اللّٰہی میں مشاہیر مشائخ میں محبوب شمار ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے قبلہ شاہ صاحب جامع الشریعۃ والطریقۃ تھے۔

اور حضرت قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ اپنے پیر و مرشد و مربی حضرت شاہ صاحب قبلہ کی جانب سے حَاجِیُ الْحَرَمَیْنِ الشَّرِیْفَیْن، مَقْبُوْلِ رَبِّ الْمَشْرِقَیْنِ وَالْمَغْرِبَیْن، جَامِعُ الْعِلْمَیْن کے القاب جمیلہ و جلیلہ سے مشرف ہوتے۔

فالحمد للہ اولاً و اٰخراً۔

اظہارِ ضروری

مخفی نہ رہے کہ یہ کتاب جو آپ کے زیر نظر ہے، تو اس کا اوّلاً جب مسودہ ترتیب دیا گیا، تو میرے محترم مولوی محمد اسلم صاحب (علاقہ سون سکیسر ضلع سرگودھا) سلمھم ربہم کی ہمت اور کوشش سے یہ سب مواد اکٹھا ہوا۔ جنھوں نے اکثر ملفوظات انتخاباً کتاب فضائل الباری (فی مناقب و ملفوظات و مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری، قبلہ قدس سرہٗ) جس کو خلفاء اجل و اکمل مولانا حضرت محمد عادل صاحب اور مولانا حضرت رحیم بخش صاحب نے مرتب کیا تھا، سے لیئے۔ اور کچھ حالات کتاب "مقامات احمدیہ سعیدیہ" سے لیے۔ اس کتاب مقامات کو حضرت صاحبزادہ صاحب حافظ محمد مظہر صاحب خلف الرشید حضرت قبلہ شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہٗ نے مرتب کیا تھا، ۔ تو فقیر نے اس مسودہ کتاب مذکورہ حاضرہ کو کمی بیشی کے ساتھ درست کر کے مکمل کیا۔ علاوہ ازیں جو جو حالات فقیر نے ازاں جناب حضرت مولانا حسین علی صاحب خلیفہ اجل حضرات کبار قدس اللہ ارواحہم سے اور اپنے عم مکرم حضرت خواجہ محمد علاؤالدین صاحب سے سماعاً

سنتے تھے۔ اور وہ حالات محفوظ بہ حافظۂ فقیر رہے ہیں۔ ان حالات کو بھی اس کتاب کے صفحات پر لایا گیا ہے۔

یہ کتاب آپ کے سامنے ہے۔ اور آپ کے زیر مطالعہ ہے۔ فجزا ناﷲ سبحانہٗ احسن الجزاء وحسن الخاتمۃ بافضل الذکر

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ

فقط خیر نمط

فیوضات پیرو مرشد حضرت شاہ احمد سعید صاحب قبلہ قدس سرہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور قبلہ کلاں حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس اللہ روحہٗ ہجرت کی نیت فرما کر حرمین شریفین جانے کے لیے جب دہلی سے خانقاہ موسیٰ زئی شریف پہنچے،، تو قبلہ شاہ صاحب قدس سرہٗ موسیٰ زئی شریف کی خانقاہ مبارک پر اٹھارہ ۱۸ روز رونق افروز رہے تھے۔ اس قیام کے دوران حضرت شاہ صاحب قبلہ قدس سرہٗ کی زبان فیض ترجمان سے جو جو فیض اور محبت بھرے ارشادات صادر ہوتے رہے اُن ارشادات اور کلمات مبارک کو حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری اور حضرت مولانا محمد عادل صاحب قوم کا کڑ ژوبی قلمبند فرماتے رہے۔ مولانا صاحبان نے کتاب فضائل الباری میں ان ملفوظات مبارکہ کو فیض الجاری کے نام سے موسوم کیا ہے۔ لہٰذا چند ایک یہ محبت بھرے ارشادات جو منبع فیوضات و برکات ہیں درج ذیل ہیں۔ ملاحظہ فرمادیں۔

فیض اوّل

حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری فرماتے ہیں:

ایک روز ہمارے پیرو مرشد حضرت حاجی دوست محمد صاحب قبلہ نے قیمتی قبائیں، بیش بہا لباس بطور نذرانہ جب حضرت کلاں قدس اللہ روحہٗ کی خدمت میں پیش فرمائے، تو آں ذات والاصفات حضرت شاہ صاحب قبلہ کی زبان درفشاں سے یہ الفاظ نکلے:

"حاجی صاحب! اللہ تعالےٰ آپ کو جنتی لباس پہنائے گا۔"

فیض دوئم

خلیفۂ خاص و شاگرد ارشد قبلہ حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ العزیز خود نقل فرماتے ہیں: آں حضرت فیض درجت میرے پیرو مرشد قدس سرہٗ نے اس فقیر کو مخاطب کر کے فرمایا:

"ہمارا خاص ارادہ صرف حرمین شریفین جانے کا تھا، لیکن محض آپ کی ملاقات کے لیے اس راستے سے آیا ہوں، کیونکہ آپ کی محبت مجھ پر بہت غالب ہے، جس کی وجہ سے یہ راستہ اختیار کیا ہے۔"

فیض سوئم

حضرت مولانا رحیم بخش اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت کلاں قدس اللہ روحہٗ نے ہمارے پیرو مرشد قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ کو فرمایا:

"حاجی صاحب! یہ زندگانیٔ دنیا چند روزہ ہے۔ اور فقیر کی جدائی بھی چند روزہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ! چند دنوں کے بعد بہشت میں اکٹھے ہوں گے"۔

فیض چہارم

جناب حضرت ملّا عثمان جی (حضرت خواجہ و خلیفہ حاجی محمد عثمان صاحب قدس سرہٗ) و ملّا نظام الدین صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحبان رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ حضرت کلاں جناب شاہ صاحب قدس اللہ روحہٗ نے ہمارے پیر و مرشد قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ کو فرمایا:

"حق تبارک وتعالےٰ آپ سے راضی ہو۔ فقیر آپ سے راضی ہے"۔

اور ساتھ ہی ساتھ فرمایا:

"حدیث شریف علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل، کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل میں انبیاء بہت گذرے ہیں۔ اسی طرح ہمارے حضور رسول مقبول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اپنی امت کے علماء سے مراد پیران طریقت ہیں، جو لوگوں کو اللہ پاک کی جانب بلاتے ہیں۔ اور اللہ اللہ اللہ سکھاتے ہیں۔ اور شریعت و سنت پر لوگوں کو کاربند رکھتے ہیں۔ تو واضح ہوا کہ جس پیر کے مرید زیادہ ہوں گے وہ بنی اسرائیل کے نبی کے درجہ میں ہوگا۔ شکر ہے! اللہ پاک کا کہ آپ کی ذات عالی صفات سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ، مجددیہ بکثرت شائع ہوا۔ اور آپ کے مرید بھی زیادہ ہیں۔

اللھم زد فزد ثم زد فزد۔"

فیض پنجم

حضرت ملّا میر واعظ صاحبؒ (خلیفہ حضرت قبلہ حاجی صاحب قدس سرہٗ) نے فرمایا کہ قیام موسیٰ زئی شریف کے دوران جناب حضرت کلاں قبلہ شاہ صاحب قدس سرہٗ نے ایک روز فرمایا:

"حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ ان کی محبت فقیر کے ساتھ زیادہ ہے، لیکن فقیر کہتا ہے کہ میری محبت حاجی صاحب کی محبت سے زیادہ ہے۔ جو مجھ کو حرمین شریفین جانے کے لیے اس راستے پر لے آئی ہے۔"

فیض ششم

جناب ملّا نظام الدین صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت کلاں قدس سرہٗ نے ہمارے پیرو مرشد حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو فرمایا:

"حاجی صاحب! تم جہاں بھی بیٹھے رہو، میرے دل کے قریب ہو اور ہر وقت اور ہر زماں آپ کی جگہ میرے دل میں ہے۔ سبحان اللہ و بحمدہٖ سبحان اللہ العظیم و بحمدہٖ"

فیض ہفتم

حضرت مولانا محمد عثمان جی اور مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم

فرماتے ہیں کہ حضرت کلاں قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا:

"اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰہ" جو ارباب سلوک نے فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب فقر کمال کو پہنچتا ہے، تو احتیاج ختم ہو جاتی ہے یعنی استغناء عن الخلق بدرجہ کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ اور فقیر کو کسی قسم کی احتیاج نہیں رہتی، کیونکہ وہ متخلق بہ صفاتِ الٰہیہ عزّوجلّ ہو جاتا ہے۔ اور فقیر سالک جب ولایت کبریٰ اور ولایت علیا طے کر لیتا ہے، تو اس کے قلب اور نفس بلکہ لطائف خمسہ عالم امر بالکمال والتکمیل مزکّی و مصفّٰی ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت فقیر متخلّق باخلاق الٰہیہ جلّ شانہٗ ہو جاتا ہے۔ اور صفات الٰہیہ جل شانہٗ میں فانی ہو کر بقاء باللہ تعالیٰ کا درجہ حاصل کر لیتا ہے جیساکہ حدیث شریف میں تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ آیا ہے۔

فیض ہشتم

ملّا نظام الدین صاحب اور مولوی رحیم بخش صاحب سے منقول ہے کہ حضرت کلاں قدس سرہٗ نے فرمایا:

"مرید اپنے پیر و مرشد کو دوسرے تمام پیرانِ عظام پر فوقیت دیوے۔ اگر پیر کے

وصال کے بعد پیر کا اگر کوئی جانشین ہو تو اس کو بھی پیر جیسا ہی جانے ۔ نیز فرمایا:۔ اگر مرید کو اپنے پیر کے حق میں کوئی خطرہ (وسوسہ) پیش آتے، تو توبہ اور استغفار پڑھ کر اس خطرہ کو دفع کرلے۔ اگر اس حیلہ سے بھی مرید کا دل صاف نہ ہو تو اپنے پیر کی خدمت میں اپنے خطرے (ناگوار خیالات) کو پیش کرے۔ اور اگر پھر بھی دل صاف نہ ہو، تو اپنے شیخ سے تجدید بیعت کر کے اس سے توجہ حاصل کرے۔ تو اپنے شیخ کی توجہ مبارک سے انشاء اللہ تعالےٰ مرید کا دل صاف ہو جائے گا۔"

فیض نہم

حضرت خواجہ محمد عثمان صاحب اور مولانا مولوی حضرت رحیم بخش صاحب نے فرمایا کہ حضرت کلاں قدس اللہ سرہٗ نے فرمایا:

"لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے (اس طریقہ نقشبندیہ مجددیہ) میں ریاضت اور مجاہدہ نہیں ہے۔ حالانکہ لوگوں کے ساتھ مشغول رہنا، اور لوگوں کی امداد کرنا۔ اور لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہنا۔ یہ ریاضت نہیں تو اور کیا ہے۔ اس سے سخت ریاضت اور کونسی ہو سکتی ہے — اس موقعہ پر حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے عرض کی کہ حضور! بیماری کے سبب فقیر سے تو یہ ریاضت نہیں ہو سکتی، لیکن خواہش مند ضرور ہوں۔ تو حضرت کلاں قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا: —— "حاجی صاحب! آپ کو (اب ایسی) ریاضت کی ضرورت نہیں رہی آپ اس منزل سے آگے گذر گئے ہیں۔

فیض دہم

بروایت حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ جب حضرت

کلاں قدس اللہ روحہ، نے حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کو اجازت عامہ عطا فرمائی۔ اور دہلی شریف کی خانقاہ وغیرہ کا متولّی بھی بنایا۔ تو حضرت حاجی صاحب قبلہ نے حضرت کلاں قدس اللہ روحہ، کی خدمت میں بتاشے پیش کیئے اور تجدید بیعت بھی فرمائی۔ پھر عرض کی کہ حضور! فقیر تو آں جناب کے مریدوں کا بھی ادب کرتا ہے تو اب جب کہ آں حضور نے فقیر کو اجازت عامہ مرحمت فرمائی ہے تو حیران ہوں کہ اندریں صورت آں جناب کے مریدوں کو کس طرح توجہ دے سکوں گا۔ اور کہ فقیر اس قابل بھی نہیں؟ تو حضرت کلاں قدس اللہ روحہ، نے فرمایا:

"حاجی صاحب! اللہ پاک نے آپ کو اس لائق بنایا ہے تو تب ہی تو فقیر نے آپ کو اجازت عامہ دی ہے۔ اور پھر اب جب کہ فقیر آپ کو کہہ رہا ہے، تو آپ توجہ کیوں نہیں دیں گے، کیونکہ تعمیل امرِ شیخ ادب شیخ سے بالاتر ہے! اور اَلطَّرِیْقَۃُ کُلُّہٗ اَدَبٌ"۔

فیض یازدہم

براویت حضرت مولانا رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ۔ حضرت کلاں قدس اللہ روحہ، نے حضرت حاجی صاحب قبلہ کو بوقت الوداع اور رخصت کے ڈیرہ اسمٰعیلخاں میں فرمایا:

"ہمارے پیچھے یہ ختم شریف روزانہ پڑھا کرو: اول و آخر درود شریف ایک اکیسو بار اور درمیان میں یَا سَلَامُ ہزار بار"۔ تاکہ اللہ کریم ہم کو حرمین شریفین — (زادھما اللہ شرفاً و کرامۃ) خیریت سے پہنچائے۔ اور سارا سفر بالخیر و

السلامہ انجام پاتے "۔

فیض دوازدہم

جناب ملّا عبدالحی نقل کرتے ہیں (رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) کہ حضرت کلاں قدس اللہ روحہٗ جب خانقاہ موسٰے زئی شریف میں رونق افروز تھے، تو ایک دن فرمانے لگے:

"یہ مکان نور سے بھرپور ہیں، کیونکہ ان کا مالک نور سے بھرپور ہے"۔ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ "اب ہم سے توجہ لینے کی ان کو ضرورت نہیں ہے"۔

فیض سیزدہم

براویت جناب مولوی رحیم بخش صاحب رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ، کہ حضرت قبلہ پیرومرشد جناب حاجی صاحب قدس سرہٗ نے ملّا سید نور اخوندزادہ کے ایک خواب کی تعبیر بیان کرنے کے بعد فرمایا: میں خود تو اپنے آپ کو کچھ نہیں سمجھتا۔ مگر میرے پیرومرشد حضرت شاہ صاحب قدسنا اللہ تعالےٰ بسرہ الاقدس، جو نائب رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں۔ انھوں نے بندہ کو اپنا نائب مناب بنایا۔ اور اجازت عطا فرماکر روانہ فرمایا۔ خدا جانتا ہے کہ فقیر رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے۔ چاہے دشمنوں کا یہ حال ہے۔ مگر انشاء اللہ تعالےٰ فقیر کے سب دشمن دفع ہو جاویں گے۔ اس لیے کہ جب میں نے اپنے حضرت پیرومرشد قبلہ کی خدمت میں اپنے مخالفین اور معاندین کا ذکر کیا، تو آپ فرمانے لگے؛ "کہ اور بھی ہوں "۔ حضور کا مطلب، اس جملے سے یہ تھا کہ دشمن زیادہ بھی ہو جائیں تو کوئی خوف نہیں ہے۔

ع دشمن چہ کند چو مہربان باشد دوست

(یعنی اللہ تعالےٰ مہربان ہے۔ اور اس کی مہربانی قائم ہے۔ پھر دشمن کچھ نہیں کر سکتا۔ اور دشمن کا کچھ خوف نہیں ہے۔)

(ختم ملفوظات شریفہ حضرت کلال قدس اللہ سرہٗ)

فقط

ختم ملفوظات شریف موسومہ "الفیض الجاری"



تیسری فصل

حضرت خواجہ حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ کے ملفوظات شریفہ

یعنی زبان مبارک سے نکلے ہوئے جواہر پارے

ملفوظ اوّل (۱)

سید طیب شاہ صاحب کو ارشاد فرمایا کہ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں خلوت در انجمن ہے۔ اور بس۔ سید موصوف نے عرض کی کہ قبلہ! مجھے کھانا تھوڑا کھانے کا امر فرمائیں۔ فرمایا: یہ طریقہ کم خوردنی ارباب ریاضت اور مجاہدہ کا ہے۔ اس طریقۂ انیقۂ نقشبندیہ میں خوب پیٹ بھر کر کھاؤ۔ اور اسے ذکر اسم ذات مبارک سے ہضم کرو۔ یہ گوشہ نشینی کم خوردنی، ریاضت، مجاہدہ طریقہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ شریفہ میں ضروری ہیں۔ اس طریقہ شریفہ نقشبندیہ میں شریعت کے مطابق عمل، اور بدعات ناپسندیدہ سے پرہیز اور اپنے مرشد سے رابطہ و محبت اور خدمت علی الدّوام کرنی شرط اولین ہے، کیونکہ یہ طریقہ عالیہ حضرت سیدنا صدیق اکبر (رضی اللہ تعالٰے عنہ) سے شروع ہوتا ہے۔ جن کی شان میں حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ما فضل ابی بکر بکثرت الصوم ولا بکثرۃ الصلوۃ ولکن بشیءٍ وُقِّرَ فی قلبہٖ یعنے حضرت سیدنا ابی بکر الصدیق کی فضیلت تمام مسلمین پر اس لیے ہے کہ ان کو تصدیق قلبی اور رابطہ و محبت حضور رسول اللہ صلّے اللہ

علیہ والہٖ وسلم ان کے گہرائی قلب میں جاگزین تھی جس سے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو افضل المؤمنین کا درجہ عطا ہوا۔

ملفوظ دوئم (۲)

فرمایا: "انسان عبارت انس سے ہے۔ محبت اور انس جس میں نہیں۔ وہ حیوان ہے چونکہ انسان میں محبت اور انس فطرتاً ودیعت کی گئی ہے۔ اسی لیے تو اس کو انسان کہتے ہیں بمعنی انس کرنے والا۔" پھر فرمایا: "ہمارے طلباء تو بہت ہیں۔ مگر جو شہرت اور قبولیت ملا امان اللہ ہراتی کو حاصل ہوئی۔ اور کسی کو میسّر نہیں۔ طریقہ نقشبندیہ عجیب طریقہ ہے، کہ مریدوں کا کام بغیر صحبت شیخ غائبانہ توجہ سے بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ حق تعالےٰ نے ہمیں قوی جذبہ سے نوازا ہے جیسا کہ انبیاء و مرسلین اور اولیاء کاملین کو نوازا ہے۔ (علیہم الصلوٰۃ والسلام رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین) لیکن کیا کیا جائے کہ معاندین کے عناد سے فقیر کا دل سرد ہو گیا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو اس لیے نوح (نوحہ گر) کہتے ہیں کہ ان کو وعظ کرتے وقت لوگ مارتے۔ اور وہ نوحہ کرتے۔ یعنے فریاد کرتے یہاں تک کہ جب وہ ایک وعظ میں بہت دل تنگ ہوئے تو بارگاہِ رب العزّت میں عرض کی کہ رب انی دعوت قومی لیلاً و نہاراً ط فلم یزدھم دعائ الاّ فراراً ط پھر ایک بار یہاں تک ان سے دل تنگ ہو کر دعا کی اور عرض کی:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ط

ترجمہ: (اے میرے رب! ایک بھی کافر روئے زمین پر نہ چھوڑ۔ سب کو

ہلاک اور تباہ کر۔)

پھر ملاّ عثمان غنی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "خراسان (موجودہ افغانستان) سے واپسی پر اثنائے راہ میں حقائق و معارف کا میں نے ذکر کیا تو اخوند زادہ مذکور نے معیت اور اقربیت باری تعالٰے جل شانہ، کے متعلق مجھ سے استفسار کیا کہ کیا حق تعالٰے کی معیت ہمارے ساتھ ثابت ہے۔ میں نے کہا کہ کیوں نہیں، اللہ تعالٰے خود فرماتے ہیں کہ وَ نَحْنُ اَقْرَبُ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (یعنے ہم شہ رگ سے بھی ان کے زیادہ نزدیک ہیں) اور کہ عناصر اربعہ، پانی، آگ، ہوا اور مٹی۔ ان چاروں کی معیت ہمارے ساتھ ثابت ہے۔ نیز نفس اور عالم امر کے لطائف خمسہ کی معیّت بھی۔ مگر ہم ان کی معیت کو نہیں جانتے۔ اور روح جو ان سب سے لطیف تر ہے، اس کی معیت کو ہم کسطرح پا سکتے ہیں۔ تو حق تعالٰے کی ذات مبارک جو کہ بے چون و بے چگوں اور بے مثل و بے مثال ہے اور بے زمان و بے مکاں ہے تو اسکے قرب و احاطہ اور معیت کا ہم کس طرح ادراک کر سکتے ہیں۔ یہ بیان سن کر اخوند زادہ موصوف بڑا فکرمند ہوا۔ اور اس بیان اور علم پہ حیران ہو کر طریقہ شریفہ میں داخل ہو گیا۔

ملفوظ سوئم (۳)

بروز ہفتہ بعد از ختم شریف ملاّ محمد عادل صاحب نے عرض کی کہ میں فی الواقعہ دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص آگ کی سرخ چنگاریاں میرے سامنے کھانے کے لیے رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ عشق و محبت کی چنگاریاں ہیں۔ کیونکہ اَلْعِشْقُ جَمْرَةٌ وَالْمَحَبَّةُ نَارٌ یُحْرِقُ مَاسِوَاللّٰہِ وَالذِّکْرُ حَرَارَةٌ ط

ترجمہ: (عشق چنگاری ہے۔ اور محبت آگ ہے۔ جو ماسوا اللہ کو جلا دیتی ہے (اور ذکر میں گرمی ہے۔)

بعد ازیں مولوی شیر محمدؒ نے بیعت ثانی کے انکار کرنے والوں کا ذکر کیا تو اس ضمن میں آپ نے فرمایا: "اگر شیخ اول سے جذبات قویہ اور احوال معتبرہ کا اکتساب کر لیا ہے، تو دوسرے شیخ پکڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر شیخ سے یہ احوال حاصل نہیں ہوئے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر دوسرے شیخ کے پاس (جو شیخ اول سے زیادہ توجہات کامل رکھتا ہو۔ اور اس ملکہ کا مالک ہو، تو ضرور اس شیخ کے پاس چلا جائے اور اس سے اکتساب فیض کرے کیونکہ غرض تو شیخ پکڑنے سے فیضان کا حصول ہے۔ یہ منکرین بیعت ثانیہ اس مقدس طائفہ صوفیہ علیہ کے احوال ومقامات اور معارف سے ناواقف ہیں۔"

ملفوظ چہارم (۴)

بروز منگل جمادی الاول ۱۲۷۲ھ کو آپ نے فرمایا: "مالدار اپنے مال سے مغرور ہیں، لیکن جانتے نہیں کہ اس مال کو وہ اپنے ساتھ آخرت میں نہیں لے جا سکیں گے اور پھر اگر اس مال کی زکوٰۃ بھی ادا نہیں کی، تو اس مال سے آخرت میں اِن کے بدن داغے جائیں گے۔"

پھر اور فرمایا: اگر مجھے امامت کے لیے کوئی لاکھ روپے بھی دے تو امامت کے لیے تنخواہ قبول نہ کروں گا۔ بلکہ محض رضائے مولا کے لیے امامت کروں گا۔ اور ہاں، فقیر کی اس بات سے یہ غرض نہ سمجھ لینا کہ فقیر مالدار ہو جائے گا، تو مالدار ہو جانے پر فقیر کو اُخروی ضرر لاحق ہونے کا خوف ہے۔ لیکن، ہمارے پیر و مرشد حضرت خواجہ عبید اللہ

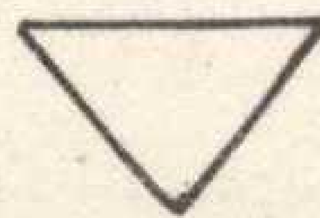
احرار رضی اللہ عنہ بڑے ہی مالدار تھے کہ ایک دفعہ بادشاہ وقت نے عرض کی ؛ یا حضرۃ! ملک تو آپ ہی نے لے لیا ہے۔ میرے پاس تو باقی ایک تخت ہے، جس پر بیٹھتا ہوں وہ بھی آپ ہی لے لیں تاکہ ساری سلطنت آپ ہی کی ہو جائے۔

چنانچہ، باوجود اس قدر مالداری اور جلال و حشمت کے آپ کے ہاں ایک درویش جو چند سالوں سے پھٹا پرانا کپڑا سردیوں اور گرمیوں میں پہنے رکھتا۔ تو خواجہ صاحب قبلہ نے معمول کے موافق بہت سی مالی خیرات کرنے پر اس درویش کو کچھ بھی نہ دیا۔ حالانکہ یہ درویش حضور حضرت خواجہ صاحب کی خانقاہ کا مدّت سے درویش واقعی تھا، تو لوگوں نے اس بار حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں اس درویش کے حال زار کی یاد دہانی کرائی۔

تو حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا: "اس برہنہ درویش کے لیے مال زہر قاتل ہے فقیر اس لیے اس کو مال نہیں دیتا۔ حقیقت میں فقیر اپنے مال کو اس درویش سے نہیں بچاتا، بلکہ اس مال کے نقصان سے اس درویش کو بچاتا ہے۔ اگر فقیر اس کو مال کو دے دے تو یہ مال اس کو نقصان پہنچائے گا۔ حالانکہ فقیر کا یہ مال دوسروں کے لیے آبِ حیات ہے۔ اور اس فقیر کے لیے زہر ہے جیسا کہ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں ؎

زہر ماراں مار را باشد حیات
نسبتش با دیگراں باشد ممات"

یہ بیان سنا کر آپ حضرت قبلہ نے فرمایا: "اسی لیے تو میں بقدر کفاف درویشاں کرام مقیم خانقاہ عالیہ کو دیتا ہوں۔ اگر زیادہ مال خیرات دوں، تو ان کے لیے باعث نقصان بن جائے گا۔



ملفوظ پنجم (۵)

بروز جمعۃ المبارک ماہ جمادی الثانی ۱۲۷۲ھ بعد از عصر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ اوامر اور مناہی اور احکامِ شرعیہ کا مقصد وحید یہ ہے کہ ان کے ذریعے اپنی انانیت کو چھوڑ کر شرعی احکام کے سامنے منقاد اور فرمانبردار ہو جائے۔ اور انسانیت کا وطیرہ اختیار کرے۔ قرآن کریم کا نزول اسی مقصد کے لیے ہوا ہے۔ مگر انانیّت سے رہائی پانا مشکل ترین امر ہے۔

ملفوظ ششم (۶)

بروز جمعہ جمادی الاول ۱۲۷۲ھ صبح کے حلقہ کے بعد آپ نے فرمایا: "آج کل لوگ دینی مقصد لے کر نہیں آتے، بلکہ دینی مقاصد کے ساتھ دنیاوی مقاصد بھی ملا دیتے ہیں۔ آج کے مسلمانوں کی بدافعالیوں سے اس زمانہ کے کفار بھی شرماتے ہیں۔ اگر لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اٹھنا نہ رکھوں اور کھانا وغیرہ نہ دوں تو دینی فائدہ اور استفادہ دونوں ختم ہوتے ہیں۔ اور دینی خدمت موقوف ہو جاتی ہے اور حضرات کے طریقے سے پھر کوئی بھی مستفید نہیں ہو سکے گا۔ اگر اہل زمانہ کے ساتھ (دنیا داروں کے ساتھ) اٹھنا بیٹھنا ہی رکھوں، تو خدائے تعالےٰ کی عبادت ختم ہوتی ہے۔ اور قریبی تعلقات اور کم ہمتی کی وجہ سے اور بے اعتنائی اور بے پرواہی کی وجہ سے یہ لوگ کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ اور اگر طلبا پر، ادب سکھانے کی غرض سے، سختی کرتا ہوں۔ تو وہ بُرا ماننے لگ جاتے ہیں۔ حالانکہ فقیر کا مقصد واحد یہ ہے کہ یہ سب مؤدب بنیں۔ اور احکام شرعیہ کے منقاد اور پابند ہوں۔ حیران ہوں کہ پیری کا منصب اور مقصد تو بڑا عظیم ہے لیکن ہمیں

بہت دشواری پیش ہے۔

ملفوظ ہفتم (۷)

آپ نے فرمایا: (قدس سرّہٗ) "بہت سے ناواقف مریدین یا زائرین استغراق میں یا خواب میں۔ زندہ یا مردہ پیر سے فائدہ حاصل کرنا یا فائدہ حاصل ہوتا دیکھتے ہیں مگر اس حال کو اپنے پیر و مرشد کا فیض نہیں جانتے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ ان سب واقعاتی نظاروں کو اپنے پیر سے خیال کرے، کیونکہ اولیائے کرام کے ارواح کبھی کبھی خود بخود مختلف اجساد میں متشکل ہو کر آتے ہیں۔ اور ان سے عجیب قسم کے کام ظہور پذیر ہوتے ہیں جس طرح کہ جنّات کی عادت ہے واضح ہو! کہ یہ تناسخ نہیں، بلکہ یہ لطائف کا متشکل ہونا ہوتا ہے۔ اور یہ کبھی عالم مثال میں ہوتا ہے۔ اور کبھی عالم شہادت میں بھی، جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ میں نے فلاں بزرگ کو کعبہ شریف میں دیکھا ہے۔ اور دوسرا شخص یہ کہے کہ میں نے اس کو روم میں دیکھا ہے۔ حالانکہ نظر آنے والے بزرگ کو خبر تک بھی نہیں ہوتی"۔

ملفوظ ہشتم (۸)

آپ نے ارشاد فرمایا: "طریقت میں کتاب خوانی کی ضرورت نہیں۔ یہ محض فضلِ ربّی جل شانہٗ ہے۔ کتاب خوانی سے تو محض بزرگوں کے حالات اور مقامات سے واقفیت حاصل ہو سکتی ہے، کیونکہ علم طریقت وہ لطف ربّانی ہے (جل شانہٗ) جو کہ سینہ بسینہ اپنے حضرات کرام سے منتقل ہوتا چلا آتا ہے۔ اور مولوی محمد عادل صاحب قوم کاکڑ کے چھوٹے بھائی کو تبرکات و عطیات عنایت فرما کر رخصت فرماتے ہوئے

نصیحت فرمائی کہ علم دین حاصل کرنے میں کوشش کرو۔ آج کے صاحبزادوں کی طرح علم سے جاہل رہ کر اور بزرگوں کی نسبت سے محروم ہو کر محض تعویذوں کے ذریعہ اپنی پیری قائم رکھنا گناہِ عظیم ہے"۔ پھر ارشاد فرمایا: "خدائے تعالٰے نے اس فقیر کو اپنے حضرات غریب نوازان عالیشانان قدس اللہ ارواحھم کی برکات شریفہ سے ایسے حالات سے نوازا ہے کہ جب وہ حالت اس عاجز پر وارد ہو تو اسی حالت کے دوران ہندو، برہمن وغیرہ کافر کو توجہ کروں تو آناً فاناً زنّار توڑ کر مسلمان ہو جائے اور ساتھ ہی ساتھ مقامات طریقہ علیہ نقشبندیہ مجددیہ سے مشرف ہو کر اشاعت طریقہ شریفہ میں لگ جاوے۔ میں نے اپنی اس کیفیت کو اپنے حضرت پیر و مرشد قدس سرہٗ کی خدمت میں بیان کیا۔ تو آنحضور نے فرمایا کہ بالکل درست ہے۔ اور یہ حق تعالٰے کا عطیہ ہے۔ فقیر یہ خود نمائی کے لیے ذکر نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ تحدیثِ نعمت الٰہیّہ جل شانہٗ کے طور ذکر کر رہا ہے۔

ملفوظ نہم (۹)

ملا عبداللہ صاحب کے جواب میں ارشاد فرمایا: "کتنا سچا قول ہے: العشق نار یحرق ماسوا اللہ"۔

اس قول کے متعلق میں ارشاد فرمایا: "ریاضات و اوراد و اذکار حق سبحانہٗ و تعالٰے طریقت کی آگ ہیں۔ اللہ کریم قادر ہے کہ وجود کو آلائش ماسوی اللہ سے پاک کر دے"۔ ملا موصوف نے عرض کی: حضور! مراقبہ میں زراعت کے مناظر اکثر دیکھتا ہوں۔ آپ نے (قدس سرہٗ) اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: "الدنیا مزرعۃ الاخرۃ وارد ہے۔ لیکن زراعت کی دو قسمیں ہیں۔ زراعت ظاہری جو بدن کی قوت اور غذائیت

کا ذریعہ ہے۔ اور دوسری زراعت باطنی ہے۔ جو آخرت کا زاد اور توشہ ہے۔ یہ زراعت ذکر اور اذکار ہیں۔ اور مجاہدے اور ریاضتیں ہیں۔

ملفوظ دہم (۱۰)

بروز جمعۃ المبارک جمادی الثانی بعد از حلقہ صبح میاں اللہ یار اخوند باڑ نے عرض کی کہ حضور! بندہ کا تو یہ حال ہے کہ جہات ستہ میں (یعنی نیچے اوپر، دائیں بائیں، آگے پیچھے گویا ہر طرف) حضور ہی کو دیکھتا ہوں تو اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ **فنا فی الشیخ** کا مقام ہے اور یہ شعر زبان مبارک پر جاری ہوا ے

در و دیوار چو آئینہ شد از کثرت شوق
ہر کجا مے نگرم روئے ترا مے بینم

اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: "مجھے اپنے حضرات غریب نوازوں عالی شانان قدسنا اللہ تعالیٰ باسرارہم الاقدس سے اس قدر زیادہ محبت ہے کہ اگر تمام حضرات انبیاء کرام اور اولیائے عظام ایک جگہ اکٹھے ہوں اور میرے حضرات بھی وہاں تشریف فرما ہوں تو میں **پہلے اپنے حضرت قبلہ کی قدم بوسی کروں گا**، بعد ازیں باقی حضرات کی۔ اس کی وجہ یہ نہ ہوگی کہ میرے حضرت قبلہ کو باقی سب حضرات پر فضیلت ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ مجھ کو ان سب حضرات کے فیوضات و برکات اپنے حضرت قبلہ قدس سرہٗ، قلبی و روحی فداہٗ کے ذریعے اور واسطے سے حاصل ہوئے ہیں۔" پھر ارشاد فرمایا: "حصولِ نسبت اور فیض میں اصل بنیاد اپنے شیخ سے رابطہ پر ہے۔ ذکر اذکار اور نوافل وغیرہ اور دیگر عبارات حصول نسبت کے دو مطبوط ذریعے ہیں۔ اور بس۔" اور پھر ارشاد فرمایا:

"امی شخص (ناخواندہ) طریقہ شریفہ کو خوب حاصل کر لیتا ہے، کیونکہ اس کا دماغ علمی اور عقلی دلائل کا حامل نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اسے کوئی شک اور شبہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ برخلاف ایک عالم کے کہ اس کو خطرے اور وسوسے زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔ جیسا کہ عارف رومی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے اس موقعہ پر کیا ہی خوب فرمایا ہے ؎

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکین بود
گر بہ استدلال کارے دیں بُدے
فخر رازی راز دارے دیں بودے

اور منجملہ بے شمار حکمتوں کے ایک حکمت آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اُمّی ہونے کی یہ بھی ہے۔ کہ آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مروجہ طریقہ سے اکتسابی علم حاصل نہیں کیا۔

نیز سمجھنا چاہیئے کہ آں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کی وفات اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے تاکہ لوگ آں حضورؐ کے جملہ کمالات نبوت و رسالت کو والدین کی تہذیب اور تربیت کا رہینِ منّت تصور نہ کریں۔ علاوہ ازیں مال و دولت بھی نہیں تھا۔

کہ اس میں خطرات پڑ سکتے تھے۔ لہٰذا اپنے متعلق بھی ارشاد فرمایا کہ خدائے تعالےٰ نے میرے ساتھ بھی اپنے محبوب پاک جیسا رویہ اختیار فرمایا۔ کہ بچپن میں یتیمی اور فاقہ میرا مقدر بنی۔ اور شفقت والدین اور آسودگیٔ معاش سے میں محروم رہا۔ اور ارشاد فرمایا: کہ گوہر مقصود کے حصول میں حسب ونسب بے کار ہے۔ محض حق تعالےٰ کا لطف وکرم درکار ہے۔ اور ارشاد فرمایا: میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ گناہ گار جانتا ہوں اور اپنے حضرت قبلہ قدس سرہٗ کو سب سے افضل یقین کرتا ہوں۔ تم سب ارادتمندوں اور وفاکیشوں کا مجھ پر احسان عظیم ہے کہ میرے ہاں کئی کئی طرح کی تکلیفیں اٹھاکر آتے ہو۔ میرا تم صاحبان پر کچھ احسان نہیں۔

(جزاکم اللہ فی الدارین خیرا۔)

ملفوظ یازدہم (۱۱)

حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اجمیریؒ فرماتے ہیں کہ ۲۹ جمادی الثانی ۱۲۷۲ھ کو حضور کے ایک خلیفے مولانا محمد عادل صاحبؒ کاکڑ کے ایک مرید نے حاضر خدمت ہو کر شکایت کی کہ اُن کو حلقے میں کوئی تاثیر معلوم نہیں ہوئی۔ فلہٰذا توجہ کا خواستگار ہوں اس وقت ہم چار عقیدت مند حاضر تھے:

(۱) مولانا میر واعظ

(۲) ملا قطب الدین صاحب

(۳) اور شخص مذکور

(۴) اور ایک یہ عاجز۔

پھر حضور نے ارشاد فرمایا: تم چاروں مراقبہ معیّت کی نیت کرلو۔ میں تمھیں اس کی توجہ دیتا ہوں۔ چنانچہ ہم چاروں کو توجہ فرمائی، تو بے انتہا فیض جاری ہوا۔ ہم نے اپنے آپ کو انوار و تجلیات اور نور بے کیف و منزّہ میں ڈوبا ہوا پایا، بلکہ ساری کائنات کو بھی۔ ہم نے نہ تو اپنے وجود کا نام و نشان پایا۔ اور نہ کائنات کے کسی ذرّے کا۔ ایک نور منزّہ بےکیف تھا جو جلوہ گر تھا۔ اور **وھو معکم اینما کنتم** اور **نحن اقرب الیہ من حبل الورید** کا ہر کہیں ظہور ہی ظہور تھا۔ سبحان اللہ۔

آپ قدس سرہٗ توجہ سے فارغ ہو کر بڑی تواضع اور انکساری سے فرمانے لگے کہ میں اپنے آپ کو نہایت حقیر اور ناچیز جانتا ہوں۔ اور فی الواقعہ اگر خاتمہ بالخیر ہو جائے تو نعمت خداوندی ہے۔ ورنہ کافروں سے بھی بدتر ہوں۔ اور فرمایا کہ حضرات خواجگان عالی شانؒ کے طریقہ علیہّ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر سالک اپنے آپ کو ایک کتے سے بہتر جانتا ہے تو ان حضرات کے کمالات سے محروم رہتا ہے۔ ثبوت کے لیے ملاحظہ ہو: "مکتوبات شریف حضرت امام ربّانیؒ"، مکتوب نمبر ۲۰۲، جلد اوّل۔

ملفوظ دوازدہم

ارشاد فرمایا: تفسیر عزیزیؒ میں جذبہ کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ بیان ہے کہ جب آپ نے اپنا سارا مال و متاع فی سبیل اللہ غزوۂ تبوک ۹ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں نثار اور قربان کر دیا۔ تو اونٹ کی ٹلس کا (اونٹ کے بالوں کا) بنا ہوا کپڑا زیب تن فرما کر بارگاہ رسالت پناہ میں حاضر ہوئے، اور بیٹھ گئے۔ اتنے میں جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر سلام کیا۔ اور حق تعالیٰ کا

پیغام پہنچایا کہ صدیق (رضی اللہ تعالےٰ عنہ) سے پوچھیں کہ یہ (صدیق رضؓ) اس حال میں راضی ہیں. یا گرانی محسوس کرتے ہیں۔ یہ پیغام سن کہ حضرت صدیق پر اہل وجد والی مستی طاری ہوئی۔ اور آپ مست ہو گئے۔ اور بار بار ان کی زبان سے اسی مستی کی حالت میں نکلا: "اَنَا عَنْ رَّبِّیْ رَاضٍ۔ اَنَا عَنْ رَّبِّیْ رَاضٍ۔ اَنَا عَنْ رَّبِّیْ رَاضٍ"

کتاب فوائدالفواد کی ایک عبارت بیان فرمائی۔ جو محبوب الٰہی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی علیہ الرحمۃ کے ملفوظات میں ہے کہ انھوں نے فرمایا: "حضرت صدیق رضؓ بوجہ دائمی محویت اور استغراق کے صرف تین چار حدیثیں[۱] آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت فرما سکے۔

---

[۱]: امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب میں آپ رضؓ کی مستند احادیث کی تعداد ۱۴۲ بیان فرمائی ہے اور علامہ سیوطی رحؒ نے اپنی تاریخ میں مختلف ماخذوں کے اشارے کے ساتھ ۱۰۴ تک کی تخریج کی ہے تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۳ تا ۶۸ علمی توجیہہ قلت روایت کی یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ بقول نووی سبب قلت روایتہ انہ تقدمت وفاتہ قبل انتشار الاحادیث۔ علامہ سیوطی تعقبات میں فرماتے ہیں: ھذا ان ابابکر لم یترك شیئاً انزل فی الانصار۔ وھذا اوّل دلیل علی کثرۃ محفوظ من السنۃ۔ بلاشبہ آپ کی مرویات کی تعداد باعتبار آپ کی معیت دائمی کے واقعی کم ہے۔ مگر اہلِ نظر اس کو استغراق و محویت اور احتیاط پر محمول کرتے ہیں۔

ملفوظ سیزدہم (۱۳)

مقاماتِ احمدیہ سعیدیہؒ کا مسودہ مولانا معز الدین صاحبؒ نے پیش فرمایا۔ اور اس میں لفظ عدوان یا بدان کے الفاظ کو دیکھ کر ارشاد فرمایا "کسی شخص پر لفظ بد یا اس جیسا کوئی اور لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیئے کہ ایسا کرنا انسانیت کے احترام کے منافی ہے"

ملّا یٰسین صاحب نے حزب البحر شریف کے کسی لفظ کے متعلق دریافت فرمایا۔ تو اس کو ارشاد فرمایا "مجھے اپنے حضرت کلاں قبلہ قدس سرہٗ نے کچھ ہدایات اس بارہ میں فرمائی تو تھی، مگر میں اس کا عامل نہیں ہوں۔ میرے حضرت قبلہ قدس سرہٗ نے اس کی زکوٰۃ ادا فرمائی تھی۔ اور وہ اس کے عامل تھے۔ فقیر بھی اس کو پڑھتا ہے۔ مگر مزید کچھ نہیں جانتا۔ طریقت میں ہماری اتباع کرو۔ اور دوسرے وظائف کتابوں یا عاملوں سے حاصل کرو۔ اور مجھے تو اس کی ضرورت نہیں"

ملفوظ چہار دہم (۱۴)

مفتاح القلوب کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ایک حالت رحمانی ہے۔ اور ایک حالت شیطانی ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا "رحمانی حالت سے صفات حمیدہ مثلاً فقر، النس، بردباری اور تواضع وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔ اور شیطانی حالت سے ناپسندیدہ صفات مثلاً فخر، عُجب، غرور، حسد اور ریا وغیرہ پیدا ہوتے ہیں" پھر اسی کتاب کے حوالے سے حضرت جُنید بغدادی قدس سرہٗ کے اس قول کو بیان فرمایا کہ اگر تمام حضرات انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کے مقامات اور کمالات بھی

تجھ کو عطا ہو جائیں، تو راضی نہ ہونا۔" پھر ارشاد فرمایا: "بندہ کو ادب درکار ہے۔ لہٰذا عاجزی اور نیستی کو شیوہ بنانے اور کسی منصب کی آرزو نہ کرنے اور مدام اپنے آپ کو معدوم محض دیکھنے۔ اور ہر ذرہ ممکنات میں اس کارساز حقیقی کی جلوہ نمائی سمجھنے، سالک کے لیے ادب ہے۔ حق تعالےٰ نے حضرات انبیاء کرام کو بغیر طلب مراتب عالیہ اور کمالات جلیلہ پر فائز فرمایا۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

کرامات تو کبر و خودنمائی است

تُو فرعونی و ایں خوئے خدائی است

نیز مذکورہ کتاب مفتاح القلوب سے اس مقولہ الفقر اذا تم فھو اللہ۔ کا مطلب ارشاد فرمایا: "فقر کا انجام قرب حق سبحانہ، وتعالےٰ ہے۔ حضرات نقشبندیہ مجدّدیہ کے ہاں یہ طے شدہ بات ہے کہ سالک فناء فعلی و فناء صفاتی اور فناء ذاتی کے بعد ساری کی ساری ممکنات کو معدوم محض دیکھتا ہے۔ اسی حالت کی بابت یہ مقولہ آپ نے بیان فرمایا ہے۔ اور مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ نے فنائیت کی تشریح میں ایک رُباعی ارشاد فرمائی ہے ؎

رُباعی

آں را کہ فناء شود حاصل فقر ایں است

نے کشف و نہ یقین و نہ معرفت دیں است

افتد او زمیاں پس ہمیں خدا ماند خدا

الفقر اذا تم فھو اللہ ایں است

ملفوظ پانزدہم (۱۵)

بروز منگل بعد از حلقۂ صبح سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے دوسرے سلاسل صوفیاء کرام پر فضیلت کے بارہ میں ارشاد فرمایا: "اس طریقۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہؒ کی افضلیت جذبہ کے ذریعے سے ہے۔ اور طریق جذب سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منسوب ہے۔ آپ آن حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بزرگ ترین صحابہ میں سے تھے۔ اور جب بھی آں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت شریف میں بیٹھتے، تو فوراً گریہ، اور جذبہ طاری ہو جاتا۔ اور یہ حالت استمراری تھی۔ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت شریف میں جذبہ اور گریہ سے رہنا، حضرت ابی بکر صدیق کی حالت جبلی بن گئی تھی۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا: "حضرت سید الطائفہ خواجۂ خواجگان شاہ نقشبند بخاری قدس اللہ روحہ، وافاض علینا فتوحہ، نے حق تعالےٰ سے ایسا طریقہ مانگا۔ جو آسان تر اور قریب تر ہو۔ چنانچہ دُعا مستجاب ہوئی۔ اور ایسا طریقہ مولا کریم نے خواجہ صاحبؒ کو عنایت فرمایا کہ جس میں دوسرے سلاسل کی انتہا اور اس کی ابتدا ہے۔ اور وہ یہی جذبہ تو ہے۔ جو دوسرے طریقوں میں مدت ہائے مدید اور ریاضات شاقہ اور مجاہدات صعبہ سے حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اس سلسلۂ عالیہ میں اپنے شیخ کامل سے بیعت کرتے ہی یہ نعمت حاصل ہو جاتی ہے۔ اور شیخ کا طالب کے قلب پر انگلی رکھ کر تلقین ذکر مبارک (اللہ اللہ) کرتے ہی طالب مذکور کو جذبہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اور بعض طالبان کو کچھ روز بعد ذکر اسمِ ذات مبارک کرتے کرتے جذبہ شروع ہو جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اس سلسلۂ عالیہ میں جذبہ شروع ہی میں طاری ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اور ایک

فضیلت یہ بھی ہے کہ دوسرے سلسلوں میں مقامات عشرۂ سلوک کی تکمیل تفصیلاً کرائی جاتی ہے جس کے لیے ایک مدت درکار ہے۔ مگر اس سلسلہ میں محض جذبہ کے ذریعے مقاماتِ عشرہ اجمالاً حاصل ہو جاتے ہیں (سارے سلوک اور تصوف کا نتیجہ اور ثمرہ مقاماتِ عشرہ کا حصول ہی ہے۔ ان مقامات کی تفصیل یہ ہے:

(۱) توبہ (۲) انابت

(۳) زہد (۴) قناعت

(۵) ورع (۶) صبر

(۷) شکر (۸) توکل

(۹) تسلیم (۱۰) رضاء

ساتھ ہی ارشاد فرمایا: "علماء اور فقراء کہتے ہیں کہ صاحب جذب پر تلوار بھی اثر نہیں کرتی۔ اور وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ کیفیت صاحب جذبہ کی علامت ہونی چاہیئے۔" (آپ نے فرمایا قدس سرہٗ) فقیر کہتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے، حضرات انبیاء کرام جو سارے کمالات کے سرچشمہ ہیں۔ کیا وہ زخمی یا مجروح نہیں ہوئے۔ جو یہ کہتے ہیں کہ تلوار وغیرہ کا اثر صاحب جذبہ پر نہیں ہوتا۔ مؤلف احقر (مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری) نے پھر عرض کی: حضور! یہ لوگ ہم بے نوایاں کے ساتھ حسد اور بُغض کرتے ہیں۔ فرمایا: ہاں، ان کو ہمارے ساتھ یہی حسد ہے کہ وہ اس جذبہ کی لذّت سے محروم ہیں۔ نیز ارشاد فرمایا: اس طریقہ شریفہ میں ابتداء خوب جذب اور ذوق وشوق ہوتا ہے۔ آخر میں جا کر نکارت اور حیرانی دامنگیر ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس طریقہ شریفہ کے منکر ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کیسا طریقہ ہے جب کہ دوسرے طریقوں میں

وجد، تواجد اور سکر لازم ہو جاتا ہے۔ حالانکہ وجد اور تواجد وغیرہ کوئی کمال نہیں۔

نیز ارشاد فرمایا: "دوسرے طریقوں میں ایک مدت تک ریاضات اور مجاہدات کراتے ہیں۔ اور شروع تزکیہ نفس سے کرائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ بہت مشکل امر ہے، کیونکہ ان کی ابتدا عالمِ خلق سے ہوتی ہے۔ اور اس کے لیے عمرِ نوح کی ضرورت ہے۔ جب کہ عمر بھی اوسطاً ہماری کم ہے۔ تو اس بنا پر اکثر سالک انجام تک پہنچنے سے قاصر رہ جاتے ہیں۔ اور اس طریقۂ شریفہ میں ابتداء لطیفۂ قلب کی صفائی سے ہوتی ہے۔ جو عالمِ امر کے لطائف میں سے ہے۔ عالمِ امر کے پانچ لطائف یہ ہیں:

(۱) قلب (۲) روح (۳) سر

(۴) خفی (۵) اخفیٰ

قلب کے سوا باقی یہ چار لطائف بھی لطیفۂ قلبیہ کی صفائی میں امدادی ہیں۔ جب مراقبہ لطیفہ اخفیٰ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے، تو قلب خطرات اور وساوس ماسوی اللہ سے اکثر و بیشتر خالی ہو جاتا ہے۔ اور قلب کو یک گونہ محوّیت ذاتِ باری تعالےٰ میں حاصل ہو جاتی ہے۔ تو شیخ مراقبہ معیت کی طالب کو تلقین کرتا ہے۔ اس کی غرض یہ ہے کہ لطیفۂ قلبیہ کو فنائے اتم حاصل ہو جائے اور تصفیہ قلب بھی بدرجۂ کمال حاصل ہو جائے۔ جس کی ضمن میں تزکیہ نفس بھی حاصل ہو جاتا ہے۔ سلوک کی تکمیل بغیر حصول جذبہ کے نہایت دشوار ہے۔ اور دائرہ ظلال اسماء و صفات الٰہیہ بغیر جذبہ کے طے نہیں ہو سکتا۔ اور جب دائرہ ظلال قطع ہو جاتا ہے خلق خدا کے فائدہ کے لیے مبتدی یا متوسط کو اجازت دے دی جاتی ہے۔ اور اسی ضمن میں ارشاد فرمایا: اس زمانہ میں لوگ مال و جاہ، اور لنگر کے اجراء کو کمال تصور کرتے ہیں۔ اور اس زمانے کے فقراء رقص و سرود کو بھی کمال جانتے ہیں، اور مخلوق کی

انبوہی کو بھی کمال خیال کرتے ہیں، اگر آپ لوگ بھی شہر میں روٹی کھلانا اور طبل بجانا شروع کر دیں، تو ایک مخلوق جمع ہو جائے گی۔

مولانا معز الدین صاحب نے عرض کی: حضور! معرفت کیا چیز ہے۔ تو اِن کے جواب میں ارشاد فرمایا: معرفت نام ہے۔ حق تعالے کو موجود جاننے کا۔ اور اپنے آپ کو معدوم محض جاننے کا، علماء اس کو دلائل سے جانتے ہیں۔ اور عام لوگ ایک دوسرے سے سن کر سمجھتے ہیں۔ اور فقراء حق تعالے کو وحدہٗ لاشریک یقین قلب سے جانتے ہیں، اور اپنے آپ کو معدوم محض گردانتے ہیں۔

نیز ارشاد فرمایا: "ولایت صغریٰ میں تعلق علمی و حُبی اٹھ جاتا ہے"، پھر معیت کے بارے میں ارشاد فرمایا: "علماء کرام حق تعالے کی معیت اور قرب کو علمی کہتے ہیں۔ اور صوفیہ صافیہ رضوان اللہ علیہم معیت اور اقربیّت کو ذاتی کہتے ہیں۔ ہمارے حضرات حق تعالے کی معیت کو بندہ کے ساتھ مثل اللہ تعالے کی ذات کے بے چون و بے چگون جانتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت امام ربّانی مجدّد و منور الف ثانی قدسنا اللہ تعالے بسرہ السامی اپنی کتاب مبدا و معاد میں ارشاد فرماتے ہیں:

عبارت کتاب مبدا و معاد	ترجمہ اُردو
ما ایمان مے آریم کہ او سبحانہٗ محیط است بہر شی۔ اما احاطہٗ او را ندانیم کہ چیست۔ و آنچہ دانیم شبہ و مثال آں احاطہ است	ہم ایمان رکھتے ہیں کہ حق تعالے ہر چیز کو محیط ہے، لیکن اس کے احاطہ کو نہیں جانتے کہ کیسے اور کس طرح ہے۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں، یہ اس احاطہ کی شبہ اور مثال ہے،

وہم بریں قیاس است قرب او تعالےٰ و معیّت او سبحانہ، کہ مشہود و مکشوف از انہا شبہ و مثال است نہ حقیقت ۔ بلکہ حقیقت قرب و معیّت مجہول الکیفیۃ است ۔ ایمان آریم کہ او تعالےٰ قرب است و با ما است ۔ امّا ندانیم کہ حقیقت قرب و معیت او تعالےٰ چیست ۔

قرب و معیت حق تعالیٰ کو اسی پر قیاس کرو ۔ جو کچھ کشف اور مشاہدہ میں آیا ہے وہ سب شبہ و مثال ہے نہ حقیقت ۔ بلکہ حقیقت مجہول الکیفیت ہے ۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے لیکن حقیقتِ قرب و معیت کو نہیں جانتے کہ کیسی ہے ۔ اور کس طرح ۔

ملفوظ شانزدہم (۱۶)

بروز ہفتہ ارشاد فرمایا : کارسازِ حقیقی حق سبحانہ و تعالےٰ ہے ۔ سو میں انکساری کیوں نہ اختیار کروں ۔ اور کسی سے جھگڑا کیوں اختیار کروں ۔ ملّا وصیل نے اپنی برتری جتانے کے لیے اپنے رعب اور دبدبے سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کی لیکن خداوند تعالیٰ نے ہم بے نواوں کو اس قدر دل گردہ عطا فرمایا ہے کہ جرگہ کے وقت اسے میں نے کہا کہ اگر سب غلجی اور درانی اور کاکڑ وغیرہ جمع ہو کر بھی ہم پر حملہ آور ہوں ، تو انشاء اللہ تعالیٰ میرے عصا کے ایک ضرب کی بھی تاب نہ لا سکیں ۔ اور سب بھاگ کر چلے جائیں ۔ اور میں واپس بخیر و عافیت اپنی خانقاہ کو واپس آجاؤں (**ضرب قلندری بیاید ——— سدّ سکندری شکن**)

میرا مخالف ملا وصیل[1] بمعہ اپنے لاؤ لشکر کے ذلیل و رسوا ہو کر یہ کہتا ہوا واپس ہوا کہ حاجی صاحب قبلہ قدس سرہ بڑے شجاع اور بہادر ہیں۔ اس قصہ کی تفصیل مولانا معزالدین صاحب رح نے اپنے ایک رسالہ میں تفصیل سے قلمبند کی ہے۔ نعوذ باللہ من فساد العلماء والمعاصرین خصوصًا علماء ھذا الزمان (ہم خدائے تعالیٰ سے آج کل کے فتنہ انگیز اور شر پسند علما معاصرین کی فتنہ انگیزیوں سے بچنے کی پناہ مانگتے ہیں) بعدازیں ایک شخص کے لیے دعا کی التجا کی گئی کہ اس کو نماز کی پابندی نصیب ہو، تو آپ نے (قدس سرہ) اپنا ہاتھ مبارک اس کے دل پر پھیرتے ہوئے۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ مبارک اس کے دونوں کندھوں پر رکھ کر فرمایا کہ جاؤ۔ خدائے تعالیٰ تمھیں نماز پر استقامت اور پابندی نصیب فرماوے۔

ملفوظ ہفدہم (۱۷)

مکتوبات شریفہ میں سے مکتوب شریف نمبر ۰، جلد اول پڑھتے ہوئے ارشاد فرمایا: خدائے تعالیٰ ایک ہے۔ لہٰذا پیر بھی ایک پکڑنا چاہیئے۔ ایک سے زیادہ پیر بنانے میں کار طریقت پراگندہ اور منتشر ہو جاتا ہے۔ سید الطائفہ خواجۂ خواجگان سید بہاؤالدین محمد نقشبند رضہ مشکل کشا[2] بخاری قدسنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس نے فرمایا ہے کہ جب ذکر

---

[1]: ملا وصیل حضور حضرت حاجی صاحب قبلہ کا مخالف تھا، کیونکہ حضور کے مریدوں کو جذبہ بہت ہوتا تھا۔ اور وہ جذبے کا مخالف تھا۔ اور نعوذ باللہ اس حالت کو کار شیطان سمجھتا تھا۔ وہ محض کورے کا کورا جاہل پٹھان تھا۔ بے ریاضت و اجازت اپنے آپ کو مولوی اور بزرگ جانتا تھا۔ ۱۲

[2]: لفظ مشکل کشا سے مراد وسیلہ اور نسبت مجازی ہے یعنی انبت الربیع البقل کے نہ تمام مروجہ مفہوم۔

کی تلقین کے لیے تو نے اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دیا ہے۔ اور مجھ کو اپنا پیر بنایا ہے۔ تو اب ہر دروازے پر مت جاؤ۔ ایک دروازہ مضبوط پکڑ لو۔" اس کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا: (قدس اللہ سرہٗ) "جہاں پیر کامل و مکمل اور اکمل ملے۔ وہاں جم جانا چاہیئے، کیونکہ اس زمانہ میں جھوٹے مکار اور دوکاندار پیروں کی بہتات ہے۔ مرشد کامل کا آج ملنا مشکل ہے چنانچہ مولانا روم نے اسی سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست

پس بہر دستے نباید داد دست

پھر مکتوبات شریف کا سبق پڑھاتے ہوئے یہ حدیث شریف آگئی کہ جددوا ایمانکم بقول لا الہ الا اللہ، تو اس حدیث کا مطلب سمجھاتے ہوئے اس ضمن میں فرمایا: حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بجا اور درست فرمایا ہے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات سے سکریہ کلام کبھی صادر نہیں ہوا۔ ہاں، اولیاء کرام سے کلمات سکریہ صادر ہوئے ہیں۔ حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا شیوہ کلام استغفار تھا۔ اور بایں قدر علو مرتبت و معصومیت کے یہ نہ فرماتے تھے کہ ہمیں دوزخ کا خوف اور جنت کی امید نہیں، حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ کان رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و الہٖ وسلم دائم الفکر متواصل الحزن۔ اس سلسلہ میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی کا قول ہمیں بہت پسند ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ بچپن سے جو میں ایمان لایا ہوں۔ ابھی تک اسی پر قائم ہوں۔" اور ارشاد فرمایا: اہل طریقت ماسوی اللہ کے خیال کو آنا گناہ سمجھتے ہیں۔ اور اس کو شرک خفی کہتے ہیں۔ پھر ارشاد فرمایا: ذکر اذکار سے لطائف کا تصفیہ ہو جاتا ہے۔ بخلاف نفس امارہ کے کہ اس کا تصفیہ اور تزکیہ و اطمینان

نہایت مشکل امر ہے، کیونکہ انسان عناصر اربعہ سے مرکب ہے۔ اور ہر ایک عنصر اپنی جانب نفس کا میلان چاہتا ہے۔ انسان اگرچہ مراقبات اور وقوف قلبی کے ذریعے تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس حاصل کرتا ہے۔ مگر عنصری تقاضا سے کئی ایک خیالات اور وساوس پیدا ہو ہی جاتے ہیں۔ اور انہی خیالات کے تہ در تہ پردے قلب پر بیٹھ جاتے ہیں جس کی وجہ سے تجدید ایمان کرنا کلمہ طیبہ کے ذریعے بہت ہی ضروری ہے۔ اور کلمہ شریف پڑھتے وقت کلمہ شریف کا مطلب و معنی دل میں یوں رکھے کہ جملہ ممکنات۔ یہاں تک کہ میرا وجود بھی نیست و نابود ہو گئے ہیں۔ اور ذات حق تعالےٰ فی الحقیقت ثابت اور قائم ہے۔ اور یہ حال تادم موت جاری و ساری رہے کہ اس کے بغیر چارہ نہیں۔ اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے قول کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کلمہ شریف کے ذریعے تادمِ آخر زندگی۔ اس وجود وہمی کی نفی۔ اور ذات حق سبحانہٗ و تبارک و تعالےٰ کا اثبات کیا جائے۔ کیونکہ اس کے بغیر چارۂ کار بھی نہیں۔

مولانا حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان صاحب جیؒ قدسنا اللہ باسرارہ نے فرمایا "حضور حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا: "انسان کو ہمیشہ غم ناک رہنا چاہیئے، کیونکہ غم ناکی میں جمعیت قلب نصیب ہوتی ہے، چنانچہ سرور عالم صلے اللہ

(حاشیہ) اور یہی معنی ہے: جددوا ایمانکم .... الخ حدیث مبارک کا۔ چونکہ بوقت ذکر کلمہ طیبہ عناصر اربعہ میں جنگ چھڑ جاتی ہے۔ ہر ایک عنصر نفس کو اپنی جانب کھینچتا ہے تو جب طالب اس کلمے کا ورد کرے گا، تو عناصر کی باہمی جنگ میں نفس کو کامیابی حاصل ہوگی اور عناصر کی جنگ سے نفس کو خطرات سے آزادی میسر ہو جائے گی۔ اور نفس امارہ نفس لوامہ اور بالآخر نفس مطمئنہ ہو جائے گا۔ (ختم تحریر حاشیہ)

علیہ وآلہ وسلم مدام دائم الفکر اور متواصل الحزن رہا کرتے۔

ملفوظ ہشت دہم (۱۸)

بروز جمعرات ۱۲۷۲ھ اپنی بے پناہ کرم نوازی سے اس عاجز (مولانا محمدؒ عادل صاحب) کے باطنی حالات دریافت فرمائے۔ جو بندہ نے خدمت میں عرض کی تھی تو ارشاد فرمایا: "مبارک ہو۔ بہت اچھے حالات ہیں"۔ بعد ازیں رابطہ کا ذکر فرماتے ہوئے، عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہ کے ایک مکتوب شریف کی عبارت پڑھی۔ (جس میں رابطہ کی افادیت اور اہمیت کا بیان درج تھا۔) جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حمد وصلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ اس طریقہ شریفہ میں کامیابی کا دار ومدار اپنے شیخ سے کمال درجہ محبت پر ہے۔ اس کمال ارادت مندی کی بناء پر مرید اپنے شیخ سے کمال رابطہ اور محبت کے ذریعے باطنی کمالات اور فیوضات حاصل کرتا ہے۔ اسی معنوی مناسبت کی وجہ بہ لحظہ مُرید اپنے شیخ کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ اور اسی حالت کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں۔ جو فناء حقیقی کی بنیاد ہے۔ نیز معلوم رہے کہ ذکر اگرچہ من جملہ اسباب وصول ہے، لیکن یہ بھی بغیر رابطہ اور فناء فی الشیخ کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتا۔ اگرچہ بغیر ذکر کے بھی آداب صحبت بجالانے اور حضرت شیخ کی کمال توجہ اور التفات سے یہ گوہر مقصود حاصل ہو جاتا ہے، لیکن اس کی جان محبت و رابطہ شیخ ہے۔ دوسرے طریقوں میں کامیابی ریاضات اور مجاہدات سے وابستہ ہیں، لیکن یہ طریقہ شریفہ جو حضرات صحابہ کرام کا طریقہ ہے۔ اس میں حضرت شیخ کی صحبت اور اس کے آداب کی پابندی کافی ہے، کیونکہ اس میں افادہ اور استفادہ دونوں

انعکاسی ہیں۔ اذکار و وظائف اور عبادات اس کے معاون اور مددگار ہیں۔ کیونکہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات سے کمالات کے حصول میں ایمان اور انقیاد ہی کافی تھا۔ لہٰذا اس طریقہ شریفہ میں کامیابی کی راہ قریب تر ہے۔ اور اس میں حصول فیوضات اور برکات میں چھوٹے بڑے، اُدھیڑ عمر، نوجوان اور مرد سب برابر ہیں۔ اس طریقہ شریفہ میں اندراج نہایت فی البدایت ہے اور اس کی بنیاد سنت سینہ کے اتباع اور بدعات نامرضیہ سے اجتناب پر موقوف ہے۔ اسی بناء پر حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ حضرات خواجگان قدس سرہٗ وافاضنا اللہ فتوحہٗ کے خانوادہ کے عقیدت مند پر لازم ہے کہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ دائمی عبودیت کا شیوہ اختیار کرے۔ کیونکہ دوام عبودیت بغیر عبادت کے متصور نہیں ہوسکتی۔ عبادت سے مراد یہ ہے کہ دوام شعور حضرت حق سبحانہٗ اور دوام آگاہی ذات حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی حاصل رہے۔ یہاں تک کہ صفت آگاہی سے بھی بے خبر ہو جائے۔ یہ عظیم سعادت بغیر جذبہ کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اور جذبہ کا معنیٰ ذوقی محبت کے ظہور کا نام ہے۔ اور جذبہ کے حصول میں اس شیخ کی صحبت شریف کا حصول ضروری ہے۔ جس نے کامل سلوک جذبہ کے ذریعے طے کیا ہو۔ اگر کسی سعادت مند کو ایسے شیخ کامل کی صحبت میسر آجائے۔ تو زہے نصیب! ایسے سعادت مند کا قلب اپنے شیخ کے ذوق محبت سے پُر ہو۔ ایسے نیک بخت کو چاہیئے کہ وہ تسلیم و رضا کو اپنا شیوہ بنائے اور اپنے شیخ سے بے اعتنائی کو اپنی شقاوت اور سیاہ بختی تصور کرے۔ عیاذاً باللہ تعالیٰ! ہر وقت حاضری اور غیر حاضری میں حضرت شیخ کے آداب کو ملحوظ رکھے۔ اور جو شیخ کی صحبت سے انکاری ہو۔ اس کی صحبت سے بھی پرہیز کرے۔

حضرت شیخ کی مرضی کے بغیر قدم نہ اٹھائیے۔ یہاں تک کہ اس کے محبوب کو اپنا محبوب جانے، اور جو شیخ کو ناپسند ہو۔ اس کو یہ مرید بھی ناپسند کرے۔ (اسی ضمن میں یہاں تک بھی حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ ہر کہ با پیر تو بد۔ و تو با او بہ۔ سگ از تو بہتر۔

(ترجمہ) یعنے جو تمھارے پیر کے ساتھ بُرا ہو۔ اور تجھے وہ اچھا لگے۔ کتا بھی تجھ سے بہتر ہے، کیونکہ کتا مالک کے دشمن کو کاٹتا ہے اور نزدیک نہیں چھوڑتا۔

یہاں تک کہ مُرید اپنی پسند سے دست بردار ہو کر اپنے شیخ کے ارادہ اور رضا کے تابع ہو جائیے۔ اور سب ارادے اور عام مقاصد اپنے سینے اور دل سے نکال دیوے۔ جب یہ حالت حاصل ہو جائے گی، اور یہ صفت جب دل پر طاری ہو جائے گی کہ اس کو بغیر اپنے شیخ کے کچھ بھی نظر نہ آنے لگے، تو فنار فی الشیخ کا مقام مرید کو کامل حاصل ہو جائے گا۔ اور یہ حالت ترقی کرتے کرتے مُرید کو فناء فی اللہ اور بقاء باللہ کے مقامات عالیہ سے ہمکنار کرے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔

ع سایۂ رہبر بہ است ، از ذکرِ حق

ترجمہ: ذکر حق تعالےٰ سے رہبر (حضرت شیخ) کا سایہ اور شفقت زیادہ مفید ہے۔

سایۂ رہبر سے مراد یہی رابطہ ہے۔ جو حضرت شیخ کی صورت کے تصور سے عبارت ہے۔ ذکر اگرچہ فی نفسہٖ شرافت اور فضیلت رکھتا ہے، لیکن مبتدئ راہِ طریقت بے چارہ خواہشاتِ سفلیہ میں آلودہ ہوتا ہے۔ اور عالم علویہ سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتا کہ فیوضات و برکات کو اخذ کر سکے۔ لیکن اس کے بالمقابل متوسط سالک دو طرفہ ہے کہ یہ عالم سفلی سے بھی پوری طرح آزاد نہیں ہے۔ مگر کچھ جھلک عالم علوی کی بھی رکھتا ہے، تو ایسے شخص کو رشد و

ارشادِ خلق کی گنجائش ہے، کیونکہ ایسا شخص عالمِ غیب سے فیوضات اخذ کرتا ہے۔ اور اہلِ استعداد کو یہ شخص اپنی توجہ سے فیوضات القاء کر سکتا ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ رشد و ہدایت کا طلب گار جتنی زیادہ عقیدت و محبت کا تعلق اپنے حضرت شیخ سے رکھتا ہے اسی قدر فیوضات و برکات زیادہ حاصل کرتا ہے ؎

زاں روئے کہ چشم تست احول
مقصود تو پیر تست اوّل

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت شیخ کی محبت، خدمت، آداب ظاہری اور باطنی کی بجا آوری کامیابی کی راہ ہے۔ ظاہری اور باطنی بے ادبی محرومی اور ناکامی کا ذریعہ ہیں۔ حق یہ ہے کہ عبادات، عادات اور اپنی مرادات کو حضرت شیخ کے تابع کرنا، اس راہ میں ضروری ہے۔ اپنے آپ کو مرید ہر امر اور ہر معاملہ میں یوں سپرد کر دے۔ جیسے میت غسال کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ رابطہ کی ضرورت اس لیے ہے، تاکہ حضرت شیخ کے ساتھ مناسبت تامہ حاصل کرے۔ اور جب یہ نفس تامہ غالب ہو جاتی ہے تو سالک اپنے آپ کو شیخ کے عین جانتا ہے۔ لباس اور اوصاف میں بھی اپنے آپ کو اپنے شیخ کے لباس اور اوصاف سے آراستہ کرتا ہے۔ جس طرف دیکھتا ہے، حضرت شیخ ہی کی صورت دیکھتا ہے ؎

ازیں بتاں ہمہ در چشم من تو مے آئی
ہر کجا نگرم صورت تو مے بینم

ترجمہ: خوبرویاں زمانہ کے بجائے آپ ہی کی ذات میری نظر میں آتی ہے جدھر دیکھتا ہوں۔ آپ ہی کی صورت شریف نظر آتی ہے۔

لہٰذا، طالبانِ حق تعالےٰ طلب حق کے نشہ میں یوں سرشار ہوکر فنائیت کی کمال حاصل کرتے ہیں۔

ملفوظ نوزدہم (۱۹)

آپ نے ارشاد فرمایا: (قدس سرہٗ) کہ حق سبحانہٗ کا ارشاد ہے: الا للّٰہ الدّین الخالص (ترجمہ): اللہ کے لیے دین خالص ہے۔

حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے طلب گار کو ناگزیر ہے کہ محبت کی طلب یکرو اور یکرخ ہوکر کرے، کیونکہ یہ جلیل الشان امر غیر کی شرکت کو برداشت نہیں کرتا۔ جس قدر کثرت اور چاہت کی راہیں زیادہ ہوں گی حقیقت اور مطلب سے دور اور مہجور ہوگا۔ چہ جائیکہ طلب علم اور محبت ہی کیوں نہ ہو۔ جس قدر بھی توجہ اور طلب ہو۔ اگر دید و دانش سے کثرت کو ساقط کرے گا۔ اسی قدر وحدت اور حقیقت کے قریب ہو جائے گا۔ جب یہ حالت جبلّی اور فطری ہو جائے اور دل ماسوی اللہ سے آزاد ہو جائے، تو باوجود ارادہ کے غیر اللہ کا خیال بھی دل پر وارد نہیں ہوگا۔ یہ کمال کمالات ولایت سے پہلے ہونا ضروری ہے، بلکہ ولایت کی شرط ہے اور اس کو فنا قلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ کوشش کریں کہ یہ کمال حاصل ہو۔ پھر کمالات ولایت بھی حاصل ہو جائیں گے۔" کچھ ارادتمندوں کے حالات سن کر ارشاد فرمایا: "میرے دل میں بہت ساری چیزیں آتی تھیں، لیکن بزرگوں کے ادب اور اپنے پیر کی نازک مزاجی کے خوف سے پوچھا نہیں جاسکا۔"

ملفوظ بست (۲۰)

ارشاد فرمایا: "مسلمانوں کی کیا بدنصیبی ہے کہ باہم الفت و محبت نہیں رکھتے حالانکہ

یہ ایک بڑی عظیم نعمت ہے۔ حق تعالےٰ نے بندوں کو اس کا احسان جتلایا ہے۔ ارشاد باری تعالےٰ ہے: هُوَ الَّذِیْ اَیَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ۔ (الآیۃ پ۱۰ ع ۴)

ترجمہ: وہی ذات پاک ہے جس نے آپ کو اپنی غیبی امداد ملائکہ سے اور ظاہری امداد مسلمانوں سے اور ان کی قوت سے دی۔ اور ان کے دلوں میں الفت و محبت ڈالکر اتفاق سے آراستہ کیا۔

پھر ایک اور حدیث شریف پڑھی:

اِنَّ اَحَبَّكُمْ اِلَی اللهِ الَّذِیْنَ یَأْلَفُوْنَ وَیُؤْلَفُوْنَ فَالْمُؤْمِنُ اِلْفٌ مَّاْلُوْفٌ۔

ترجمہ: آپ لوگوں میں اللہ کریم کو وہ لوگ پیارے لگتے ہیں۔ جو لوگوں سے الفت کرتے ہیں۔ اور پھر لوگ بھی ان سے الفت کرنے لگ جاتے ہیں۔

پس مؤمن کامل (یعنی ولی اللہ) جملہ لوگوں کا ہمدرد اور محب ہوگا۔ جس کی وجہ سے پھر وہ ہر دلعزیز اور محبوب خلائق بن جائے گا۔

عرض کی گئی کہ حضور یہ واقعی لوگوں کی بدنصیبی ہے! تو ارشاد فرمایا: "الحمد للہ کہ حق سبحانہ، نے مجھے اور تجھے لوگوں کی روٹی کا محتاج نہیں بنایا۔ ہماری روزی اپنی جانب سے ہمیں خود عطا فرما رہا ہے۔ انسانوں کو باہمی الفت کرنا۔ اگر کافر بھی ہو۔ تو ضروری ہے

اس حقیر (جامع ملفوظات مولوی رحیم بخش صاحب رح اجمیری) نے عرض کی پُنوں قبیلہ کے لوگ باہم الفت سے رہتے ہیں، تو ان کے جواب میں فرمایا: بے شک بے شک

ارشاد باری تعالٰے ہے: وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَھَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا۔

(ترجمہ) اگر اللہ کریم چاہیں، تو سب لوگوں کو ہدایت فرما سکتے ہیں۔ لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔

پھر یہ حدیث شریف پڑھی:

لَوِ اجْتَمَعَ النَّاسُ کُلُّھُمْ عَلٰی اَنْ یَّنْفَعُوْكَ لَا یَنْفَعُوْكَ وَلَوِ اجْتَمَعَ النَّاسُ کُلُّھُمْ عَلٰی اَنْ یَّضُرُّوْكَ لَا یَضُرُّوْكَ۔

ترجمہ: اگر سب لوگ اکٹھے ہو کر تجھ کو نفع پہنچانا چاہیں، تو بغیر امر الٰہی تجھ کو نفع نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر سب لوگ اکٹھے ہو کر تجھ کو نقصان پہنچانا چاہیں تو بغیر ارادہ الٰہی ہرگز نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

ملفوظ بست ویکم (۲۱)

ارشاد فرمایا: "آپ (یعنی رحیم بخش صاحب) اس وقت خدمت کتابت کی کرتے ہیں۔ آپ کو تاثیر خدمت کی زیادہ نظر آتی ہے یا کہ ذکر و اذکار کی۔ میں نے عرض کی کہ حضور! خدمت کی تاثیر زیادہ نظر آتی ہے۔ فرمایا، سچ کہتے ہو۔ عرض کی کہ حضور! سچ عرض کرتا ہوں کل سے تو بخوبی تاثیرات کی کثرت معلوم ہوتی ہے۔ فرمایا کہ خدمت میں فائدہ زیادہ ہوتا ہے اور خدمت سے اخلاص کا پتہ چلتا ہے۔ اکابر نے اسی فائدہ کے لیے اپنے شیخ کی خدمت کی رسم مقرر فرمائی ہے۔" پھر امام غزالی رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ کی احیاء العلوم کی تعریف فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس کتاب کے مصنف نے بڑے کمالات حاصل

گئے ہیں۔ اور یہ کمالات حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی کامل اتباع سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور انھوں نے کیا خوب بیان فرمایا ہے۔ احیاء العلوم اور مثنوی شریف بڑی پسندیدہ کتابیں ہیں۔ اگرچہ مشائخ نے مثنوی شریف کو افادیت کے اعتبار سے فوقیت دی ہے۔ اصل یہ ہے کہ اس زمانہ میں کسی کو بھی فوقیت نہیں، کیونکہ اہلِ زمانہ نے دونوں کو نظر انداز کر دیا ہے۔ ارشاد فرمایا: "ہندو بھی آجاتے تو ہماری توجہ سے انشاءاللہ تعالےٰ اس کا قلب بھی جاری ہو جائے۔ (یاد رکھئے) دل پر زیادہ توجہ رکھنی چاہیئے لیکن اس دور کے مشائخ میں یہ بات کم ہے۔"

ارشاد فرمایا کہ ریا سے نجات بہت مشکل ہے۔ کسی کو اس سے نجات نہیں۔ ہاں جس کو حق تعالےٰ محفوظ فرمائے۔

احیاء العلوم کے حاشیہ پر یہ عبارت تحریر شدہ نشان فرمائی:

عبارت عربی	ترجمہ اردو
فاذا جتمعت الصّفتان في القلب فهما متضادتان فاذا عمل على وفق مقتضى الرّياء فقد قوى۔ تلك الصفة واذا كان العمل على وفق مقتضى التقرب فقد قوى تلك الصفةّ واحد هما مهلك و	جب دونوں صفتیں (ریا وخلوص) دل میں جمع ہو جاتی ہیں۔ اور جب ریاء کے مطابق عمل کیا جائے تو ریاء کی صفت طاقت ور ہو جاتی ہے۔ اور جب صفت اخلاص اور تقرب الی اللہ کے تقاضے پر عمل کیا جائے۔ تو یہ صفتِ اخلاص قوی ہوتی ہے۔ پس ان دونوں تقاضوں میں ایک ہلاک کرنے والا ہے۔ اور دوسرا

والاخر منجٍ۔ نجات دینے والا ہے۔

اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ شرعی تکلیفات جو اللہ کریم نے ہم پر لازم فرمائی ہیں، ان سے ہمارا اپنا فائدہ ہے۔ حالانکہ ان شرعی تکلیفات سے ہم یکسر بیزار ہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک بچہ سانپ اور آگ کو پکڑتا ہے۔ اور ان کے ماں باپ اس بچے کا ہاتھ پکڑ لیتے ہیں کہ وہ ان کو نہ چھوئے، لیکن وہ بچہ اپنا فائدہ نہیں جانتا، تو وہ نقصان میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں گذشتہ واقعات ہمارے نفع کے لیے مولائے کریم نے بیان فرمائے ہیں تاکہ ہم عقل سے کام لے کر ان سے نصیحت حاصل کریں۔ اور وہ واقعات ہمارے لیے بطور عبرت کام آئیں۔ نیز وضو اور طہارت کے احکام بھی ہمارے نفع کے لیے ہیں۔ اگر ہاتھ، پاؤں وغیرہ نہ دھوئیں، تو یکسر ہماری حالت بگڑ جائے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ مظہر شہید مرزا جانجاناں کا یہ شعر پڑھا۔ ؎

خدا در انتظار حمد ما نیست
محمد چشم برراہ ثنا نیست

اور پھر یہ آیت مبارک پڑھی: ان اللہ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ط ترجمہ: اللہ کریم لوگوں کی عبادت سے بے نیاز ہے۔

ملفوظ بست و دوم (۲۲)

آپ قبلہ قدس سرہ نے مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری (جامع کتاب ملفوظات ھذا) کو مخاطب ہو کر فرمایا: کہ تم جو فقیر کے ملفوظات جمع کرنے کی خدمت انجام دیتے ہو، اس

میں فیضان زیادہ ہے۔ یا ذکر اور اذکار میں فیض زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کی: حضور! اس کتاب ملفوظات حضور والا میں فیض زیادہ معلوم ہو رہا ہے اس پر قبلہ حضرت صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا: صحیح بول رہے ہو۔ مولوی صاحب نے عرض کی: حضور! بصدق دل سے عرض کر رہا ہوں کہ پہلے بھی حضور کی توجہات شریفہ سے فیضان ہو رہا ہے۔ مگر جب سے ملفوظات جمع کرنے کی خدمت میں لگا ہوں، تو فیضان بہت ہی زیادہ محسوس کر رہا ہوں۔ پھر آپ قبلہ قدس سرہٗ اپنی زبان گوہر فشاں سے فرمانے لگے۔ بے شک اپنے شیخ کی خدمت کرنے سے زیادہ فائدہ ہوتا ہے۔ اس سے ذکر اذکار کی پابندی کی جاتے۔ کیونکہ خدمتِ پیر میں مرید کا اخلاص ظاہر ہوتا ہے۔ اور تحفے تحائف و نذر و نذور و مال وغیرہ دینے سے مریدوں کو دلی فوائد (قلبی فیوضات) حاصل ہوتے ہیں۔

ملفوظ البست و سوئم ۲۳

میاں جی صاحب (مولوی غلام حسن صاحب لونگر ڈیرہ اسمٰعیل خان والے) کو مراقبہ قوس میں توجہ فرمانے کے بعد آں حضور قبلہ قدس سرہٗ نے فرمایا: کہ دنیا داری کرنا اور حصول طریقت اختیار کرنا۔ ان کا باہمی گٹھ جوڑ نہیں ہو سکتا۔ اور ان ہر دو کا آپس میں تعلق نہایت مشکل ہے۔ جیسے مولانا روم نے فرمایا ہے:۔

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است جنوں

ملفوظ بست و چہارم (۲۴)

بعد از نماز ظہر یہ غلام رحیم بخش محفل شریف میں حاضر ہوا، تو آپ فرمانے لگے:
ایک مرد خراسانی لوگوں کو کہتا پھرتا تھا کہ یہ لوگ یعنے فقیر اور فقیر کے سارے متعلقین احباب کافر ہیں، کیونکہ یہ لوگ نور کو قدیم کہتے ہیں۔ جب فقیر کی مجلس میں حاضر ہوا، تو فقیر نے اس کو تفسیر حسینی کی یہ عبارت تفسیر متعلقہ آیت مبارک مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ پڑھ کر سنائی اور کہا کہ ہم انوار کو قدیم نہیں کہتے۔ جونہی فقیر سے یہ سنا، تو پھر نہیں بول سکا۔ اور چلا گیا۔

ملفوظ بست و پنجم (۲۵)

آپ نے فرمایا: "میں نے ایک شخص کو کہا کہ طریقت فرض ہے۔ اور اس کی فرضیت کو میں نے آیات شریفہ آیۃ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا اور آیۃ توکل وَ تَوَكَّلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ اور علیٰ ھٰذا القیاس۔ اور آیتیں بھی اس کو سنا کر طریقت کی فرضیت کو ثابت کیا۔ اور پھر فرمایا کہ کتاب مِنْهَاجُ الْعَابِدِیْنَ تصنیف حضرت امام محمد بن محمد غزالیؒ میں بھی امام صاحب نے طریقت کی فرضیت کو ثابت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں: "طریقت کا معاملہ یعنے پیر پکڑ کر اس سے توجہات لینا اور اس کی صحبت شریف میں بیٹھنے سے باطنی عبادت حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ باطنی عبادت دل سے تعلق رکھتی ہے۔ جس کا حاصل کرنا تجھ پر واجب ہے کیونکہ توکل، تسلیم، رضا، صبر،

توبہ، اخلاص، انابت، زہد، قناعت، ورع اور آخری مقامات سلوک و تصوف مقام رضا ہے جو سب مقاماتِ باطنی سے بلند ترین مقام ہے۔ یہ سب مقامات جو سلوک سے متعلق ہیں۔ اسی عبادت باطنی کا ثمرہ ہیں۔ اور پھر آگے امام صاحب موصوف قدس اللہ روحہٗ فرماتے ہیں کہ تو جان لے اور ضرور جان لے کہ بدن کا پاک رکھنا۔ اور جسم و بدن سے عبادت کرنا۔ یہ تو عبادت کی محض ایک جزء ہے اور ننانوے اجزاء عبادت کے تو دل کی عبادت میں رکھے ہوئے ہیں۔ اور تجھ پر واجب ہے کہ تو ان مقامات کے جو اس عبادتِ دل کا ثمرہ اور نتیجہ ہیں۔ اور جن کا بیان پہلے گذر چکا ہے۔ (یعنی توکل وغیرہ) ان مقامات کے اضداد (یعنی مخالفین) کو بھی جان لے۔ جب تو ان مقامات مذکورہ کے مخالفین جیسے کبر، ریا، حسد، بغض، کینہ، عجب اور دنیاوی امیدوں کو بڑھانے وغیرہ کو جان لے گا۔ تو تو ان سے پرہیز کرے گا۔ اور وہ کام کرے گا جو عبادت کے لائق ہوں گے۔ یعنے اپنے شیخ کی خدمت اور صحبت شریف میں رہ کر اس کی توجہات شریفہ سے فیض اندوز ہونے لگے گا۔ اور پھر تجھ میں اللہ کریم کے فضل وکرم سے اور اپنے شیخ اور جملہ مشائخ سلسلہ عالیہ کے باطنی اور روحانی توجہات شریفہ و نظرات منیفہ کے طفیل وہ مقامات مذکورہ جن کا حصول فرض بتایا گیا ہے، تجھ کو حاصل ہو جائیں گے اور تو عبادت باطنی کے اعلیٰ مقامات پر فائز ہو جائے گا۔ ان مقامات کی فرضیت قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ جیسے کہ آیۂ کریمہ وَ اشْكُرُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ؁ ترجمہ: اللہ کریم کا شکریہ ادا کرو۔ اگر تم اللہ تعالےٰ کی سچی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

اور دوسری جگہ فرمان ہوا ہے: وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؁

ترجمہ: یعنے صبر کرو مگر تم صبر نہیں کر سکتے لیکن اللہ تعالےٰ کی توفیق سے"

اسی طرح ایک اور جگہ پر فرمایا: وَ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا ۵ ترجمہ: یعنے ہر چیز سے منہ موڑ لے اور اسی ایک ذات پاک کے ساتھ تعلق جوڑ لے"۔ اسی طرح کئی اور آیات شریفہ بھی وارد ہیں۔

جیسے نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج بیت اللہ شریف وغیرہ میں احکام شریفہ وارد ہیں۔ جس طرح ان احکامات کو فرض یقین کرنا ضروری ہے۔ اس طرح ان کے ترک کرنے کو بھی گناہ کبیرہ تصور کرنا بھی فرض ہے، کیونکہ حکم دینے والا جس طرح ایک ہے اُسی طرح کتاب یعنے قرآن حکیم بھی ایک ہے۔ دونوں قسم کی آیات من جانب اللہ ہیں۔ اور قرآن حکیم میں ثابت ہیں۔ تم ان فرائض سے یکسر غفلت میں کیوں آ گئے ہو کہ تم ان کے نام سے بھی واقف نہیں ہو۔ خدا جانے تم کس کے فتویٰ پر عمل پیرا ہو۔

جس نے دین کو اپنا ذریعہ بنا رکھا ہو۔ اور نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی قرار دے لیا ہو اور وہ علوم جن کو خدا تعالےٰ نے حکمت اور نور و ہدایت نام دے رکھا ہے۔ تو نے ان کو کلیتہً مہمل اور بے فائدہ یقین کر لیا ہو۔ اور اپنی تمام تر کوشش کو مال حرام کے حاصل کرنے میں مرکوز کر دی ہو۔

قرآن کریم میں اللہ پاک فرماتا ہے:

کلام مجید	ترجمہ
قُلْ اِنْ کَانَ آبَاؤُکُمْ وَاَبْنَاؤُکُمْ	آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمھارے باپ اور
وَاِخْوَانُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ وَاَمْوَالُ	تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی اور تمھاری
اِقْتَرَفْتُمُوْھَا وَ تِجَارَۃٌ	بیبیاں اور تمھارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے

تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ	کماتے ہیں۔ اور وہ تجارت جس میں نکاسی
تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ	نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو۔ اور وہ گھر جس کو
مِنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ	تم پسند کرتے ہو۔ وہ تم کو اللہ سے اور اس
جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ	کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد
فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ	کرنے سے زیادہ پیارے ہوں، تو تم منتظر
اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ	رہو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالےٰ اپنا حکم بھیج دیں
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ	اور اللہ تعالےٰ بے حکمی کرنے والے لوگوں
الْفٰسِقِيْنَ ۞	کو اپنے مقصود تک نہیں پہنچاتا۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ تفسیر مظہری ؒ میں اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ محبت سے مراد محبت طبعی ہے۔ اس طرح سے کہ انسان کی طبیعت شریعت کے تابع ہو جائے۔ جمیع احکام میں۔ خواہ وہ اوامر ہوں یا مناہی۔ اور یہ حالت اس وقت ہوتی ہے جب کہ طبیعت شریعت کے بالکل تابع ہو جاتے۔ اس کے بعد قاضی صاحب مرحوم اس کا نتیجہ نکالتے ہیں اور فرماتے ہیں:

عبارت تفسیر مظہری ؒ	ترجمہ
قلت وجدان حلاوۃ الایمان	(میں کہتا ہوں) کہ ایمان کی حلاوت کا معنیٰ
عبارۃ عن الاستلذاذ بہ	یہ ہے کہ آدمی ذکر و عبادت میں ایسی
کما یستلذ الرجل بالشھوات	لذت پائے جیسا کہ خواہشات نفسانیہ کی
الطبعیۃ و ذلک کمال الایمان	تکمیل کی وقت پاتا ہے اور یہ کمال ایمان

ولا يكتسب ذلك الا من	تب تک حاصل نہیں ہو سکتا، سوائے اس
مصاحبة ارباب القلوب	کے کہ ان صاحبان کی صحبت اختیار کرے
الصافية والنفوس	جن کے دل صاف اور نفس پاک ہوں (اور
الزاكية وما ذكر من	یہ آیت شریف و جملہ مذکورہ احادیث)
الاحاديث يوجب افتراض	مشائخ کرام کی خدمت میں رہ کر تصوف
اكتساب التصوف من خدمة المشائخ	کے حاصل کرنے کی فرضیت کو ثابت
رضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين ؕ	کرتی ہیں۔ اللہ کریم ان سب سے راضی ہو۔

اور قاضی صاحب موصوف فرماتے ہیں :

قلّ من يتخلص منه .... الخ اس پر جناب قاضی ثناء اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کو قاضی بیضاویؒ نے قلیل فرمایا ہے۔ وہ طائفہ صوفیاء کرام ہیں۔ اور آگے تفسیر مدارک کی عبارت نقل فرماتے ہیں کہ علامہ نسفی صاحب تفسیر المدارک میں فرماتے ہیں :

عبارت عربی تفسیر المدارک	ترجمہ
هذه الاية - تنعى على	مصنف المدارک فرماتے ہیں کہ آیت شریف
الناس ماهم عليه	ان لوگوں کی روش پر سوگ مناتی ہے۔ جن
من رخاوة عقد الدين و	کے معاملات دینیہ کمزور اور ڈھیلے ہوں۔
اضطراب حبل اليقين اذ	اور ان کے یقین میں خلل ہو، کیونکہ سب
لا تجد من اورع الناس من	سے زیادہ پرہیزگار بھی ایسا نہ ملے گا۔ جو
يستحب دينهٗ على الاباء والابناء	اپنے دین کو اپنی اولاد اور اموال و حظوظ

والاموال وحظوظ الدنیاہ   دنیویہ پر ترجیح دیتا ہو۔

پھر آگے تفسیر مدارک کی عبارت میں قاضی ثناء اللہ صاحب جوڑ لگاتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں: قلت الا من عصمہ اللہ تعالیٰ و اعطاہ معرفتہ (یعنی میں کہتا ہوں) مگر وہ لوگ جن کو اللہ کریم نے ان سب دینی کمزوریوں سے محفوظ رکھا ہو۔ اور انھیں اپنی ذات پاک کی سچی معرفت عطا فرمائی ہو۔ وہ (امن میں ہیں۔ اور اضطراب وغیرہ سے بچے ہوتے ہیں۔ فقط

آپ قدس سرہ نے فرمایا: صاحب عرفان تو زبان حال سے یوں نغمہ سرا رہتا ہے ؎

رُباعی

آنکس کہ ترا شناخت جاں راچہ کند

فرزند و عیال و خانماں راچہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی

دیوانۂ تو ہر دو جہاں راچہ کند

پھر آگے حضورؒ نے مولانا فقیر اللہ صاحب شکارپوری کی مطالب عدیدہ کی عبارت تصوف کی فرضیت اور وجوب میں پیش فرمائی۔ جو وہ عبارت یہ ہے:

عبارت عربی	ترجمہ اردو
	مولانا فقیر اللہ صاحب شکارپوری
المطلب الثانی: فی ان	فرماتے ہیں: مطلب دوسرا یہ ہے
المعرفتہ ھل ھی فرض ام	کہ کیا یہ طریقہ حق تعالےٰ تک رسائی کا ذریعہ
لا؟ وھل ھذا الطریق موصل	ہے یا نہ؟ اور کیا یہ طریقہ فرض ہے یا نہ؟

الی الحق ام لا؟ اقول
هی فرض و تحصل من
طریق الصوفیه باحسن
الوجوه و کل شیء تحصل
به المعرفة فهو فرض
ایضا لان ما لا یمکن ولا
یتم الفرض الا به
فهو فرض وکذا حال
الواجب السنة **والطریق**
الموصل الیهما علی وجهین
احدهما طریق النظر و
الاستدلال و هو طریق العلماء
وثانیهما طریق تجرید النفس
عن العلائق الجسدیه و
العوائق البشریه و الصفات
الذمیمه والاخلاق الردیه
والتوجه الی الله تعالی بالکلیه
بقاعدة الاسلام والموافقة
الکتاب والسنة واجماع الامة من

تو اس کا جواب یہ ہے کہ معرفت یعنی
اللہ تعالےٰ کی ذات کی پہچان فرض ہے،
اور جس چیز پر معرفت الٰہی حاصل ہوتی ہو۔
وہ بھی فرض ہی ہو گی۔ پس معلوم ہوا کہ
طریقت کا حصول فرض ہے، کیونکہ اسی
طریق صوفیاء کرام سے ہی یہ معرفتِ حقیقی
حاصل ہوتی ہے، کیونکہ معرفتِ الٰہی دو ۲
وجہوں سے حاصل ہوتی ہے۔ ایک
وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پہچان عقل
اور دلائل عقلیہ کے ذریعے حاصل کرے۔
یہ طریقہ علماء ظواہر کا ہے۔ اور دوسری
وجہ یہ ہے کہ اپنے نفس کو علائق جسمانیہ
اور خواہشات نفسانیہ اور بُری صفتوں اور
اخلاق ردیّہ سے یکسر پاک کر کے اللہ کریم
کی ذات کی جانب اپنے دل و جان اور
جملہ اعضاء اور جوارح سے حسب قاعدۃ
الاسلام یعنے کتاب وسنت اور اجماع
امت کی تعلیم کے مطابق متوجہ ہو جائے
تو جو معرفت اس توجہ سے حاصل ہو گی۔

غیر تمہل تاویل لہا بلا ضرورۃ داعیۃ والمعرفۃ الحاصلۃ من ھذا الطریق ھی معرفۃ کشفیۃ شھودیہ مخصوصۃ بالانبیاء والاولیاء۔

وہ کشفی اور شہودی ہو گی[^1] جیسے خواجہ بزرگ حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ روحہٗ نے فرمایا ہے کہ اس توجہ الی اللہ کلیۃً سے استدلالی بدیہی ہو جاتی ہے۔ اور نظری معاملہ کشفی ہو جاتا ہے۔

اور یہ حقیقی معرفت ہے کہ اللہ کریم کی پہچان میں کسی دلائل اور عقل وقیاس کی حاجت نہ رہے۔ اور اللہ کریم کو ایسا پہچانے، گویا کہ اسی ہی کی ذات پاک سارے جہانوں پر حاوی ہے۔ اور اس کو بعینہٖ جیسے اپنی دل کی آنکھوں سے دیکھ رہا ہو۔ تو ایسی معرفت بغیر مرشد کی صحبت کے حاصل نہیں ہو سکتی کہ اس کی توجہ شریف کے ذریعے طالب کے لطائف قلبیہ، روحیہ، سریہ، خفیہ اور اخفائیہ مصفیٰ ہوتے ہیں۔ اور اس کا نفس پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ تو تب اس کو طاعات اور عبادات الٰہیہ میں موجب کتاب و سنت و اجماع امت پختگی حاصل ہو جاتی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ طریقت کا حصول فرض ہے۔

ملفوظ بست و شش (۲۶)

بندۂ عاجز یعنی (مولانا رحیم بخش صاحبؒ) ایک روز مجلس شریف اور محفل

---

[^1]: لے: تو یہ معرفت مخصوص ہے انبیاء عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے ساتھ۔

منیف میں حاضر ہوا تو زبان گوہر فشان سے آپ قدس سرہ فرمانے لگے کہ ملّا محمد صادق کشمیری کے چند سوالوں کے جواب دینا بہت ضروری ہیں۔ جو اس نے اس بلند رتبہ جماعت صوفیاء کرام اور مقتدایان طریقت پر کئے ہیں۔ اور ان کے ان سوالوں کا جواب دینا خصوصاً اس دور میں [1] جو پُر فتن و پُر آشوب ہے۔ ضروریات دین سے ہے۔

ارشاد فرمایا: یہ مندرجہ ذیل سوالات اگرچہ عناد اور دشمنی کی بنا پر کئے گئے ہیں لیکن بہت ہی ممکن ہے کہ کسی سعادت مند کو یہ جوابات فائدہ دیں۔ اور وہ صراط مستقیم پر آ جائے۔ اور اللہ والوں کی پیروی کرتے ہوئے ان کے نقش قدم پر چل کر اس کا باطن نور معرفت سے منور ہو جائے۔ اور کتاب و سنت پر چلنا اس کی جبلّت بن جائے۔

سوال نمبر ۱ :

کیا وجہ ہے کہ اولیاء متقدمین سے خوارق و کرامات ظاہر ہوئیں اور اس زمانہ کے بزرگوں سے کم اور قلیل ؟

جواب : اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس وقت کوئی ولی نہیں۔ کیونکہ خوارق و

---

[1] : اس دور میں جب کہ بڑے بڑے فاضلوں اور علاموں نے اس مقدس جماعت کی توہین و تردید میں نامبارک کتابیں لکھی ہیں۔ اور ان اللہ والوں کا مذاق و تمسخر کا نامبارک شیوہ اختیار کر رکھا ہے۔ یہ شیخ نجدی علیہ ما علیہ کے اتباع اور اذناب اور جدید دور کے نام کے نامی سکالر اور حمقاء کی حماقتوں کے نمونے دیکھنے ہوں تو مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ موسےٰ زئی شریف میں ان کتابوں کو اگر دیکھیں مثلاً، کتاب التوحید، تجدید احیاء دین (بلکہ اماتت دین) اور اقبال و تصوف ڈاکٹر مجیب اور طاہر عباسی کے لچر لوچ نگارشات ملاحظہ فرمائیں۔ فقط فقیر محمد اسمٰعیل عفی عنہ

کرامات کا ظہور کم ہے۔ جیسا کہ ظاہر عبارت سے ظاہر ہوتا ہے تو العیاذ باللہ یہ خیال منجملہ شیطانی تسویلات سے ہے، کیونکہ کرامات کا ظہور نہ ارکان ولایت سے ہے۔ اور نہ شرائط ولایت، برخلاف معجزہ کے، کہ وہ شرط نبوت ہے۔ بے شک کرامات کا ظہور اولیا اللہ سے مشہور و معروف ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ فضیلت کا دار و مدار قرب الٰہی پر ہے۔ جو اقرب ہے وہ افضل ہے فضیلت کا دار و مدار خوارق و کرامات کی قلت اور کثرت پر نہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بعد کے اولیاء کرام سے خوارق و کرامات اس قدر ظاہر ہوئیں کہ صحابہؓ سے ان کے عشر عشیر بھی ظاہر نہیں ہوئیں حالانکہ رتبہ کے اعتبار سے افضل ترین ولی، ادنیٰ ترین صحابی کے درجے کو نہیں پا سکتا۔ لہٰذا ظہور خوارق و کرامات کو مدار فضیلت قرار دینا کم نظری اور قصور استعداد کی دلیل ہے۔ اس باب میں دار و مدار تقلید پر منحصر ہے۔ جس قدر نبوت و رسالت کی تقلید زیادہ ہو گی۔ اس قدر قرب ربانی زیادہ ہو گا۔ اور نبوت و رسالت کے فیوضات کی قبولیت اور استعداد بھی زیادہ ہو گی۔ چونکہ صحابہ کرامؓ میں تقلید رسالت زیادہ ہے۔ اس لیے امت کا کوئی بھی فرد ان کے درجۂ قرب کو نہیں پا سکتا۔

اور غور فرماؤ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ میں تقلیدی شان دوسرے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلہ میں بے مثال اور بے نظیر تھی۔ جس کی وجہ سے بعد رسول اللہ صلعم وہ خلیفہ ہوئے۔ اور وہ اول الخلفاء الراشدین المہدیین تھے اور حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں بعد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل الناس بالتحقیق تھے۔ جیسا کہ تاریخ الخلفاء للسیوطی میں امام سیوطی فرماتے ہیں:

ترجمہ	فارسی
صحابہ کرام میں تقلیدی شان غالب تھی قوت نظری پر۔ چونکہ قوت استعدادی اور شان تقلیدی (حضرت صدیق اکبرؓ) بوجہ اتم رکھتے تھے۔ اس لیے رسالت کی تصدیق میں ذرہ بھر بھی سوچ اور تامل کے محتاج نہ ہوئے۔	استعداد تقلیدی شان غالب بود۔ بر قوت نظریٔ ایشان۔ صدیق اکبرؓ بواسطہ قوت استعدادی ایشاں و تقلیدی در تصدیق نبی اصلاً محتاج نگشت انتہیٰ۔

پھر کرشمہ خداوندی دیکھئے! کہ ابوجہل لعین معجزات قاہرہ اور آیات باہرہ بے شمار دیکھنے کے باوجود اسی استعداد تقلیدی کے فقدان اور محرومی کی وجہ سے بدبخت ہوا۔ اور دولت ایمانی اور اسلامی سے محروم رہا۔ اور فی النار و السقر ہوا۔ حضرت حق سبحانہ، وتعالیٰ ایسے ازلی بدبختوں کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ	
یعنے اگر وہ مشرکین ہر قسم کی کھلی نشانیاں بھی دیکھیں۔ تب بھی وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ بلکہ الٹا کہیں گے کہ پہلے گذرے ہوئے لوگوں کی یہ کہاوتیں ہیں۔	وان یروا کل اٰیۃ لا یؤمنوا بھا . . . تا اساطیر الاولین ط (الآیہ)

پھر اور غور فرمائیے کہ اولیا متقدمین میں سے باوجود طویل العمری چند کرامات کا ظہور ہوا ہے۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رح سے دس کرامتیں بھی منقول نہیں۔ حق سبحانہ، وتعالےٰ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں:

آیت	ترجمہ
وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیَاتٍ بَیِّنَاتٍ۔ (سورۂ بنی اسرائیل)	ہم نے بلاشبہ موسیٰ علیہ السلام کو نو عدد کھلی آیات (نشانیاں یا معجزات) عطا فرمائے۔

اس زمانہ کے اولیاء کرام کے متعلق کیسے ثابت ہوا کہ ان سے کرامات کا ظہور نہیں ہوا، حقیقت یہ ہے کہ اولیاء کرام قدیم زمانہ کے ہوں یا اس دور کے ہر ہر ساعت ان سے کرامات کا ظہور ہوتا ہے، کیونکہ کمال استقامت شریعت غرا اور اتباع سنت بیضا جس کے متعلق حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں: ادق من الشعر واحد من السیف پر چلنا کرامات در کرامات ہے۔ دشمن جانے یا نہ جانے۔

ع خورشید نہ مجرم از کسے بینا نیست

سوال دوم: مکاشفات میں القاء شیطانی دخیل ہوتا ہے یا نہ۔ اگر شیطانی القاء دخیل ہوتی ہے، تو اس کی تمیز کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر دخیل نہیں ہوتی تو پھر مکاشفات میں غلطی کیوں ہوتی ہے؟

جواب: وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

القاء شیطانی سے کوئی بھی محفوظ نہیں۔ جب حضرات انبیاء کرام کے حق میں متحقق ہو سکتی ہے، تو اولیاء کرام کے حق میں بطریق اولیٰ متحقق ہو سکتی ہے۔ طالب سلوک بے چارہ کی زیادہ سے زیادہ یہ فرق ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات

کے حق میں منجانب اللہ متنبہ اور خبردار کر دینا ضروری ہوتا ہے اور اولیار کرام رضوان اللہ علیہم کے حق میں یہ نہیں، کیونکہ نبی متبوع ہے اور ولی تابع۔ اس کے الہام اور کشف کے لیے معیار صحت اوّلاً تو نصوص شرعیہ ہیں۔ جن کے ذریعہ حق و باطل کی تمیز ہوتی ہے۔ (ماھو موافق فھو المقبول وماھو مخالف فھو المردود)

لیکن وہ امور جن میں شریعت ساکت اور خاموش ہے یعنی نہ شریعت اثبات کرتی ہے، نہ نفی۔ تو ان حالات میں تمیز بہت مشکل ہے۔ ہاں سالک اپنی فراست اور نور بصیرت سے خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ چونکہ الہام ظنی ہے۔ ایسی صورت میں تمیز نہ کر سکنا منصب ولایت میں قصور اور نقص لازم نہیں کرتا، کیونکہ نبی کا اتباع دونوں جہان میں نجات کا کفیل ہے۔ اور وہ امور جن میں شریعت خاموش ہے۔ وہ از قسم امور زائدہ ہیں۔ اور شریعت میں ہم امور زائدہ کے مکلف نہیں۔

القار شیطانی کے متعلق تحقیق اور حقیقت یہ ہے کہ غلط کشف القار شیطانی میں منحصر نہیں۔ بلکہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ (خیالی قوت) غیر صحیح صورت کو ایسی طرح دکھاتی ہے کہ جہاں شیطانی القار کی قطعی گنجائش نہیں ہو سکتی جیسے کسی کو خواب میں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیادت ہوتی ہے۔ اور ایسے احکام ارشاد فرماتے ہیں۔ جو شریعت کے احکام کے خلاف ہوتے ہیں (مثلاً یہ کہ حضور فرمائیں معاذ اللہ نماز معاف، روزہ معاف، حلال و حرام کی تمیز معاف۔) تو یہ شیطانی القار نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ علمار حدیث کے متعلق راجح اور مختار قول یہی ہے کہ حضور پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت شریف میں شیطان متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ حدیث "من رانی فقد رای الحق، ان الشیطان لا یتمثل بصورتی" میں ہے۔

ایسی صورت میں تمام کارفرمائیاں قوت متخیلہ کی ہیں۔

سوال سوم

خوارق اور تاثیرات جیسے کہ ایک ولی سے ظاہر ہوتی ہیں، ایسے ہی ایک مکار اور شعبدہ باز سے بھی ظاہر ہو سکتی ہیں۔ پھر ان کرامات کے ذریعے صرف ولی کو غیر ولی سے کیسے جدا کیا جا سکے گا۔ اور سالک مبتدی راہ سلوک کے لیے تو اور بھی مشکل ہے۔ کرامت اور استدراج میں فرق کیسے معلوم ہو گا؟

جواب: ولی اور مدعی میں فرق واضح ہے۔ اگر سالک کو اس کی صحبت میں محبت کی زیادتی اور اضافہ۔ اور جمعیت وطمانیت کی دولت میسر آجائے، تو ولی ہے۔ اگر اس کے برخلاف اثر ظاہر ہو، تو مدعی ہے۔ صاحب کرامت نہیں، بلکہ صاحب استدراج ہے۔ جیسے جوگی وغیرہ۔ اہل عقل اور مالکان نظر وبصیرت کے لیے تو یہ تمیز آسان ہے۔ ہاں عوام کالانعام ایسی چیزوں سے دھوکہ کھا جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سالک راہ ہدیٰ ولی اور مدعی میں کھلا فرق محسوس کر سکتا ہے۔ انتہیٰ۔

(اس کے بعد آپ حضور خاموش ہو گئے۔ قدس سرہٗ)

ملفوظ بست وہفتم (۲۷)

پھر اسی روز فرمایا، جو ہماری مجلس صبح ہوئی تھی! اور فرقۂ وہابیہ ملحدہ کے جوابات فقیر

نے بیان کئے۔ بہتر ہے کہ اب اُس کلام کو ان معارف کے بیان پر ختم کیا جائے۔ جو حضرت خواجہ محمدؒ پارساؒ صاحبؒ کی کتاب "تحقیقات" میں مفصل درج ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں: (حدیث شریف) تَخَلَّقُوا بِاَخْلَاقِ اللہِ۔ ترجمہ: یعنی اپنے آپ میں صفات الٰہیہ پیدا کرو۔"

یہ حدیث باب تصوف میں جا بجا استعمال یعنی بیان کی جاتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو ایسی صفات حاصل ہو جائیں۔ جو واجب تعالےٰ کی صفات سے مناسبت رکھتی ہوں۔ ان صفات میں شرکت صرف رسمی ہوتی ہے۔ نہ کہ معنوی یا حقیقی کہ اولیاء اللہ کو ان صفات کا حامل حقیقی طور تصور کیا جائے کیونکہ ایسا ہو جانا از قسم محالات و مستلزم قلب حقائق ہے۔ پھر حضرت صاحبؒ آگے فرماتے ہیں کہ

(۱) مثلاً ایک صفت ملک ہے۔ اس کا معنیٰ حسب مرضی تصرف کرنا ہے جب سالک اپنے نفس پر تصرف حاصل کر لیتا ہے۔ اور نفس اس کے لیے رام مطیع ہو جاتا ہے، تو ایسا سالک دوسروں کے نفوس میں بھی تصرف کی قوت حاصل کر لیتا ہے۔ جب یہ حالت اس میں راسخ ہو جاتی ہے، تو ایسے شخص کو متصرف کی صفت سے موصوف کہتے ہیں۔

(۲) مثلاً اور ایک صفت واجب تعالیٰ کی سمیع ہے۔ اس کا معنی سننے والا جب سالک مولا کریم کی طلب میں راستہ طے کرتا ہے، تو ہر سچی بات کو ہر ایک سے سنتا اور قبول کرتا ہے۔ بغیر گرانی کے۔ تو اس وقت ایسے پاکباز کی یہ حالت ہوتی ہے کہ غیبی اسرار اور لاریبی حقائق کو دل کے کانوں سے سنتا ہے۔

لے: حضرت خواجہ بزرگ حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ روحہ، کے سب خلفا میں ممتاز خلیفے دو تھے: (۱) حضرت خواجہ محمد علاء الدین عطار قدس سرہٗ اور (۲) حضرت خواجہ محمد پارسا صاحب جو رسالہ تحقیقات کے مصنف ہیں۔

اس حالت میں وہ سمیع کی صفت سے موسوم ہو جاتا ہے۔

(۳) اور اسی طرح ایک صفت **بصیر** کی ہے۔ اس کے معنیٰ بینا اور دیکھنے والے کے ہیں۔ جب سالک بصیرت قلبی کی بینائی اور نور فراست سے اپنے جملہ عیبوں کو اور دوسروں کے کمالات کو دیکھتا ہے، تو سب کو اپنے سے بہتر جاننے لگتا ہے۔ اور اس کو ایسی بصیرت حاصل ہو جاتی ہے، جو کچھ کرتا ہے۔ اس کی۔ اس میں حق تعالیٰ کی مرضی ہی ملحوظ و مقصود ہوتی ہے۔ تو ایسی حالت میں وہ صفتِ بصیر سے موصوف ہو جاتا ہے۔

(۴) اور اسی طرح ایک صفت حق تعالیٰ کی **مُحیِی** ہے۔ اس کا معنیٰ زندہ کرنا ہے۔ جب سالک ایک متروکہ سنت کا احیاء کرتا ہے۔ اور ترک کی ہوئی سنت کو پھر سے زندہ کرتا ہے یعنی اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ اور اس کے کمالِ عمل سے دوسرے بھی اس سنت پر عمل کرنے لگ جاتے ہیں۔ **تو گویا** اس سالک یا شخص نے مردہ سنت کو زندہ کیا، تو اس وقت وہ صفت محیی سے متصف ہو جاتا ہے۔

(۵) اور اسی طرح ایک صفت حق سالک **مُمِیتُ** ہے اس کے معنی مار ڈالنا ہے۔ جب سالک راہ حق میں ان بدعات و محدثات کو سُنن نبویہ علیٰ صاحبہا **الف الف صلوٰۃ وسلام و تحیہ** کی جگہ اپنا کر رواج پذیر ہو جاتا ہے۔ اور بدعات و محدثات وغیرہ کی جڑ کاٹ کر ان کی بیخ کنی کرتا ہے۔ تو اس وقت وہ صفت ممیت کے ساتھ موصوف ہو جاتا ہے۔

علیٰ هٰذا القیاس۔ عوام تَخَلَّقُوا کے معنیٰ دوسرے رنگ میں بیان کرتے ہیں۔ یہ خود گمراہ ہیں۔ اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔ لامحالہ ضلالت وگمراہی میں ڈوب جاتے ہیں۔ ایسے لوگ احیا کی صفت سے اَحْیَاءِ جَسَدِی مراد لیتے ہیں! ور اولیاء اللہ کو جسمانی احیا اور غیبی امور پر تصرف اور قبضہ وغیرہ مراد لیتے ہیں۔ اور ایسے ہی دوسرے فاسد خیالات کا اس کے متعلق اظہار کرتے ہیں۔ خداوند تعالےٰ کا قول مبارک ہے: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (بہت سی بدگمانیاں گناہ بن جاتی ہیں) نیز اِحْیَاءٓ و اَمَاتَت میں خوارق عادات اور کرامات منحصر نہیں، بلکہ وہ الہامی علوم اور معارف ہیں۔ جن کا منجانب اللہ تعالےٰ ورود ہوتا ہے۔ جو کہ بلند ترین کرامات ہیں۔ حضرت مجدد صاحب رضؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم میں غور کرو۔ اور آنکھیں کھول کر دیکھو کہ یہ تمام علوم ومعارف موسلا دھار بارش کی طرح کہاں سے برس رہے ہیں۔ یہ سب عظیم ترین معجزات نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات والتحیہ سے ہے کہ جن میں سے ایک بھی علوم شرعیہ کے بال بھر مخالف نہیں۔ پھر آگے فرماتے ہیں: یہ خصوصیات انہی کشفی علوم کی صحت کی دلیل ہیں۔ حضرت مجدد قدس سرہٗ کے بارہ میں حضرت خواجہ بیرنگ رضؓ[1] نے فرمایا ہے کہ علوم شما همه صحیح است۔ ترجمہ: تمہارے سب علوم صحیح ہیں۔

ملفوظ بست وہشتم (۲۸)

حضرت مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری فرماتے ہیں کہ حضرت پیر دستگیر حضرت حاجی صاحب قبلہ رحؒ نے دوپہر سے پہلے اس فقیر کو طلب فرما کر مراقبہ دائرہ اقربیت کا سبق عطا فرمایا۔ اور اسی مقام میں اپنی توجہ مبارک سے بھی مشرف فرمایا۔ پھر

---

[1] حضرت خواجہ بیرنگ سے مراد حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ ۱۲

دعا فرمائی۔ اور مبارک باد بھی دی۔ میں نے دل میں الحمد للہ پڑھی، کیونکہ توجہ مبارک میں بے حد انوار و تجلیات نے فقیر کو گھیر لیا تھا۔ اور فقیر کا تمام جسم بالکل شل ہو گیا۔ اور بے حد فیض جاری ہوا۔

پھر ظہر کے وقت آپ قدس سرہٗ نے قبل از وضو فرمایا: فقیر نے جو تجھے اجازت دے کر روانہ کیا تھا۔ فقیر کا مطلب یہ تھا کہ اگر کوئی تجھ سے بیعت کرنا چاہے، تو تُو اس کو بیعت کر کے ذکر اللہ اللہ سکھلائے، کیونکہ زندگی پر بھروسہ نہیں ہے اور دنیا کو چھوڑ جانا ہے۔

ملفوظ البست و نہم (۲۹)

مولانا رحیم بخش نے فرمایا کہ ایک روز ملا ہیبت اخوندزادہ کو طلب فرمایا (ملا صاحب موصوف آں حضور قبلہ قدس سرہٗ کے اکمل خلفاء عظام میں سے تھے) اور ان کو حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الف الف صلوٰۃ و سلام و تحیہ) میں توجہ عنایت فرمائی اس توجہ شریف سے ان پر جذبہ طاری ہو گیا۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ عجب عطاء الٰہی جل شانہٗ ہے کہ حقیقت محمدیہ میں بھی جذبہ طاری ہو گیا ہے۔ پھر بعد تقسیم لنگر خانقاہ عالیہ دوبارہ اخوندزادہ صاحب موصوف کو طلب فرمایا۔ اور اس دفعہ ان کو طریقۂ قادریہ شریف رح میں توجہ عطا فرمائی۔ جس کو پہلے سے زیادہ جذبہ طاری ہو گیا، تو ارشاد ہوا کہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں توجہ نہ تھی بلکہ حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا مواجہہ شریف ہی کافی تھا۔ بعد ازیں توجہ بصورت خفیہ شروع ہوئی۔ توجہ بصورت ظاہریہ اور علانیہ تو حضرت امام ربانی محبوب رحمانی مجدد الف ثانی رح کا خاص

معمول ہے۔

اور ارشاد فرمایا کہ ملا سمند وغیرہ جو جذبہ پر اعتراض اور جذبے کا انکار کرتے ہیں۔ ملا ہیبت آخوندزادہ کو دیکھیں جو کہ فاضل اور جید عالم ہے۔ اس پر بھی جذبہ طاری ہوگیا ہے۔ ہر سلسلہ میں تاثیرات ہیں۔ خواہ کامل ہو یا ناقص۔ جس طریقہ کا مرید اور غلام ہو، وہ تاثیر سے خالی نہیں ہوتا۔ اور اپنے سر مبارک پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ہمارا اسلام ہے۔ سب سلسلے برحق ہیں، کیونکہ انجام کار سب کی منزل مقصود ایک ہے لیکن یہ فرق ضرور ہے کہ بندگان حق جل شانہٗ کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جو صاحب تصرف ہیں۔ یہ صاحبان جب کسی گنہ گار کو ہاتھ لگا دیتے ہیں، تو وہ اللہ کے فضل و کرم سے گناہ سے رک جاتا ہے۔ اور جب کسی مریض کو شفایابی کے لیے کچھ دم کر دیتے ہیں، تو وہ بفضلِ خدا شفایاب ہو جاتا ہے۔ مگر کامل تصرف والا درویش وہ ہوتا ہے کہ جس کو تصرف طریقہ شریفہ کی نسبت کے ذریعے حاصل ہو۔ ایسے صاحب تصرف کی دعا مردود نہیں ہوتی؛ اور دوسرا وہ جو بصورت درویشی لوگوں کو اوراد و وظائف بتلاتا ہے۔ اور ایسوں کا اصل مقصد تسخیر خلق ہوتا ہے۔ مگر یہ نسبت شریفہ سے خالی ہوتے ہیں۔ یہ ہرگز درویش اور طالبِ خدا نہیں ہوتے۔ خاص کر اس زمانہ میں حالت یکسر بدل گئی ہے۔ درویشی اور علم شریعت کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ذکر حق جل شانہٗ، اور علم شریعت کا حصول محض اللہ کریم کی رضا جوئی۔ اور اظہار بندگی کی خاطر ہو۔ اور کسی قسم کی کوئی دنیاوی غرض نہ ہو۔ اس کے باوجود بھی اگر اللہ کریم کسی کو یا اس کو دنیاوی عزت بھی عطا کر دے، تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ہم تو اپنے طالبانِ حق تعالیٰ کو طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی نسبت کے ذریعے ماسوی اللہ سے اور مالداروں کیساتھ رل مل بیٹھنے سے منع کرتے ہیں، کیونکہ حضرات نقشبندیہ رض

کے نزدیک فنا فی اللہ کا مطلب اللہ تعالیٰ کی رضا میں فنا ہونا ہے۔ اور علامت عدم گرفتاری دل کی یہ ہے کہ دل ماسوا حق تعالےٰ کے سب چیزوں کو بھلادے۔ اور اور اللہ کے سوا سب چیزوں کو بھلا دینے کو خواجگان نقشبندیہؒ کے نزدیک اس کو فنا قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو راہ سلوک میں ہمارا (حضرات نقشبندیہؒ کا) پہلا قدم ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

ہیچ کس را تا نہ گردد او فناء
نیست رہ در بار گاہ کبریاء

ملفوظ اسی (۳۰)

ارشاد فرمایا: اس زمانہ میں لوگ کمال اس کو سمجھتے ہیں کہ روٹی، مال اور جاہ ہو۔ مگر ہمارے حضرات اس کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیتے، بلکہ ہمارے حضرات فقیری کا کمال نسبت میں تصور کرتے ہیں۔ اس وقت کے فقیر گانا، بجانا، رقص و سرود کو فقیری تصور کئے ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے حضرات اس کے بجائے ادا نماز باول اوقات، اجتناب از بدعات اور امور مسنونہ و مستحب کی ادائیگی کی پابندی کرتے ہیں۔ اور دن رات ذکر و مراقبہ میں اپنے اوقات گذارتے ہیں، کیونکہ انہی امور سے سکون اور جمعیت قلب نصیب ہوتے ہیں۔ جو زندگانی کی نہایت متمنّا ہے۔ الصلوٰۃ معراج المؤمنین (الحدیث) اس کی دلیل ہے۔ اور ارحنی یا بلالؓ (الحدیث) اس کی شاہد ہے۔ اور قرۃ عینی فی الصلوٰۃ (الحدیث) اس کی رمز ہے۔ سبحان اللہ! اگر نماز نہ ہوتی، تو چہرہ مقصود سے نقاب کشائی کون کرتا۔ اور مشتاقوں کے

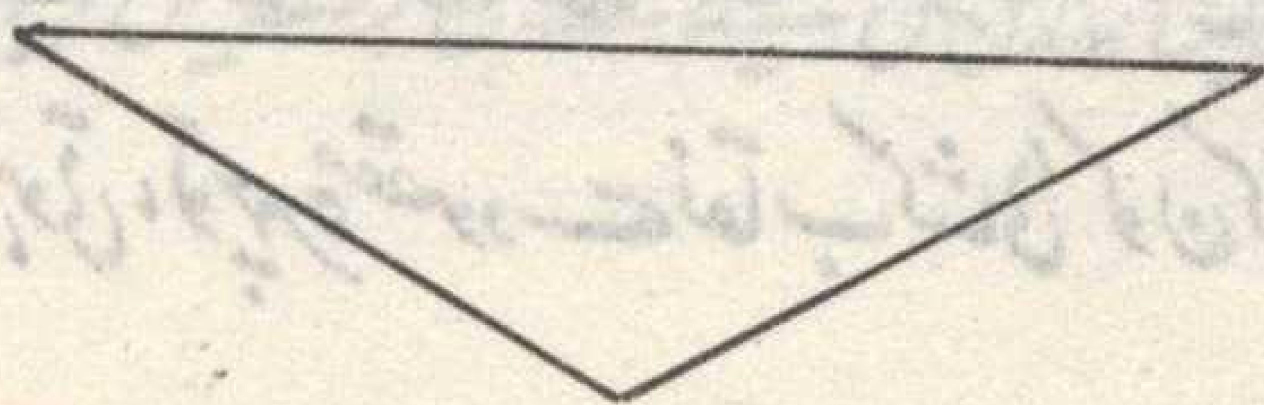
بیمار دلوں کا مداوا کون کرتا۔ ہم جیسے بے ہمتوں کو وصلِ عریاں نصیب نہ ہوتا۔

ملفوظ نمبر ۳۱

ہفتہ کے روز ارشاد فرمایا: کتابوں سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ یہ بھی بڑی مضبوط سند ہے کہ ظالم و معاند کا شکوہ جائز ہے۔

ملفوظ نمبر ۳۲

بروز جمعرات مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث شریف مَنْ تَفَارَقَ عَنِ الْجَمَاعَةِ... الخ کی تشریح فرماتے ہوتے ارشاد فرمایا: اس طریقہ شریفہ میں بیعت کرنے کے بعد اس طریقہ شریفہ سے نکل جانا (معاذ اللہ) بہت مشکل امر ہے۔ (کیونکہ) اگر کوئی بیعت کرنے کے بعد اس طریقہ سے نکل جائے، تو وہ خراب اور پریشان ہوتا ہے، کیونکہ حضرت خواجہ نقشبند صاحبؒ فرماتے ہیں کہ میرا طریقہ شریفہ کتاب اللہ تعالیٰ اور سنت رسول اللہ تعالیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر چلنے کا نام ہے۔ جو اس طریقہ سے روگردانی کرتا ہے، تو وہ گویا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑتا ہے۔ تو اس کو خطرات اور اضطرابات اور پریشانیاں گھیر لیتی ہیں۔ اس دنیا میں اور آخر میں اس کو سلب ایمان کا بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے (اللہ کریم اس فقیر کو فقیر کے دوستوں کو اور سب برادرانِ طریقت کو محفوظ فرمائے۔



ملفوظ نمبر ۳۳

بروز دوشنبہ ۳ ماہِ رجب ۱۲۷۲ھ کو حضور والا نے اس احقر (مولانا رحیم بخش صاحب) اور میاں جی صاحب (مولوی غلام حسن صاحب پونگر) دونوں کو صبح کے حلقۂ مجلس و ذکر و مراقبہ کے بعد طلب فرمایا۔ اور مراقبۂ اسم الظاہر میں توجہ فرمائی۔ الحمد للہ بے حد فیضان جاری ہوا۔ اور لطیفہ نفسی کو کمال اضمحلال حاصل ہوا۔ اور ساتھ ہی لطیفۂ قلبی میں بے حد وسعت حاصل ہوئی۔ توجہ سے فراغت کے بعد فرمایا کہ ہندوؤں کو مطابق شرع شریف بظاہر بُرا کہنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ توحید سے خالی ہیں۔ مگر دل میں اپنے آپ کو ان سے بھی بدتر جاننا چاہیئے۔

۲۔ کلمہ: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

کا بار بار ورد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تجدید ایمان ہو اور تجدید ایمان بار بار اس کلمہ شریف کے تکرار سے کرنی چاہیئے کہ مبادا کوئی ایسی نازیبا حرکت قلب و جوارح سے صادر ہو جائے کہ کفر میں پڑ جائیں۔ جیسے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے: نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ نَخَافُ الْکُفْرَ وَ اَنْتُمْ تَخَافُوْنَ الْمَعَاصِیَ۔ (ترجمہ:) کہ ہم انبیاء کا گروہ کفر سے ڈرتے ہیں۔ اور تم لوگ گناہوں سے ڈرتے ہو۔

ملفوظ نمبر ۳۴

ارشاد فرمایا: وہ پیر خراب ہوتا ہے۔ جو مریدوں سے دولت کی آرزو رکھے۔ مگر کوئی مرید

پیر کی خواہش کے بغیر اپنے پیر کو کوئی چیز نذر کرے، تو پیر واپس نہ کرے، بلکہ اس کو فتوحات غیبی سمجھے۔ اور فقراء و درویشان کرام جو اپنے پیر کی خدمت میں یا اپنے پیر کے آستان مبارک پر مقیم رہتے ہیں۔ اور اللہ اللہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور مراقبہ فیض کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں علم سلوک و تعلیم باطنی سیکھتے ہیں، تو ان فتوحات غیبی کو ان سب کے اخراجات پر پیر صرف کرے۔ تاکہ واردین اور زائرین وغیرہ کی کفالت بوجہ احسن ہو۔

ملفوظ نمبر ۳۵

ارشاد فرمایا: یہ میری خانقاہ بیع و شرا کی جگہ نہیں، بلکہ نماز پنج گانہ باجماعت اور روزہ اور تلاوت اور جائے اذکار و مراقبہ ہے۔

ملفوظ نمبر ۳۶

ارشاد فرمایا: ہماری مثال بیمار چوپایوں کی طرح ہے کہ ان کا مالک ان کا علاج معالجہ کرتا ہے، تو وہ اس سے دور بھاگتے ہیں۔ ہم بھی اپنے علاج سے جو اللہ تعالے نے انبیاء عظام علیہم السلام کے توسط سے مقرر فرمایا ہے، دور بھاگتے ہیں۔ اور قبول و تسلیم نہیں کرتے۔ (حالانکہ) یہ تمام خرابیاں شیطان لعین اور نفس پُر کین کی چال بازیاں اور حیلہ سازیاں ہیں۔

ملفوظ نمبر ۳۷

ارشاد فرمایا: طریقہ نقشبندیہ عالیہ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس طریقہ عالیہ

میں فقر دو قسموں پر مشتمل ہے: پہلا جذبہ ہے۔ جو خاص عطیہ الٰہی جل شانہ ہے۔ اور یہ اختیاری نہیں ہے۔ دوسرا سلوک ہے۔ اور یہ عمل سے عبارت ہے۔ یہ بھی توفیق الٰہی جل شانہ سے ہے۔ ہمارے بزرگوں کا یہ معمول ہے کہ یہ طالبان حق کو پہلے پہل اپنی توجہات شدیدہ سے سلوک طے کراتے ہیں۔ جن مریدان کو جذبہ طاری ہو جاتا ہے، تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص عنایت ہے۔ جو پیر اس جذبہ کو اپنی جانب سے سمجھے، تو وہ مشرک ہے۔ اور علماء سوئے کے زمرہ میں شمار کیا جاوے گا۔ جو شیطان سے بھی بُرا ہے۔ اور جن مریدان کو عمل اور مجاہدہ سے ترقی اور درجات قرب حاصل ہوتا ہے۔ تو یہ بھی دراصل وہی معاملہ ہے۔ مگر پیر کا سینہ باب رحمت ہے۔ اور پیر کی توجہ قلبی سے مرید کا کام انجام کو پہنچتا ہے۔ اس لیے پیر منشاء حق تعالےٰ اور مقصود سببی کی حیثیت سے نعمت عظیم ہے۔

ملفوظ نمبر ۳۸

آپ نے ارشاد فرمایا: شیخ الاسلام (حضرت عبداللہ انصاری شیخ ہرات رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ) نے فرمایا ہے کہ ایک کرامات فروش ہوتا ہے۔ اور ایک کرامات خر؛ (یعنی خریدنے والا)

(۱) کرامات فروش وہ ہے۔ جو لوگوں پر اپنی کرامات کے ذریعے اپنی پیری جنوائے، اور منوائے اور کرامات دکھانے پر زور لگاوے۔ یہ پیر مغرور ہے۔

(۲) کرامات خر وہ ہے۔ جو کرامات کو لوگوں پر ظاہر ہونے کی خواہش رکھتا ہے۔ یا اس سے کرامتوں کی طلب کی جاتی ہو۔ یہ کتا ہے۔

لہٰذا کرامات فروش اور کرامات خر دونوں فقر سے عاری ہیں، کیونکہ فقر کی حقیقت و

اصلیت کرامات نہیں ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: کرامات کی طلب رکھنا فرعونی کا دعویٰ کرنے کی خواہش ہے۔ اور کشف کی طلب کرنا، خدائی کا دعویٰ کرنے کی خواہش ہے۔ یعنی پہلی[۱] حالت لوگوں میں زور اور رعونت سے بزرگی کو منوانے کے مترادف ہے۔ اور دوسری[۲] حالت لوگوں میں اپنے علم اور غیب دانی سے لوگوں کو مرعوب اور مرغوب کرنے کے مترادف ہے۔

ملفوظ نمبر ۳۹

آپ رح نے فرمایا: اس طریقہ عالیہ کا مجاز اور خلیفہ جب توجہات نہیں دیتا۔ اور حلقہ نہیں کرتا۔ اور طریقہ کے اعمال و افعال کو عملاً جاری نہیں کرتا ہے، تو وہ خراب ہو جاتا ہے۔ اسی لیے اجازت یافتہ کو لازم ہے کہ اشاعت سلسلۂ عالیہ میں کوشاں ہو جاوے۔

ملفوظ نمبر ۴۰

ارشاد فرمایا: اس طریقۂ فقر میں علم ظاہری رکھنا شرط نہیں ہے۔ یہ طریقہ عالیہ انعکاسی اور ظلّی ہے۔ جیسے کہ آفتاب کے پرتو سے میوہ جات پختگی پاتے ہیں۔ اگرچہ آفتاب اور میوہ جات دونوں کو ایک دوسرے کے تعلق اثر کا علم نہیں ہوتا۔ اسی طرح مُرید اور پیر کو توجہ کی تاثیر اور اس کی سرایت ہونے کا علم شرط اور ضروری نہیں ہے۔ اگر توجہ مرشد نے مرید پر اثر کیا۔ یا مرید توجہ مرشد سے مؤثر ہوا تو بہتر ہے۔ وگرنہ کوئی مضائقہ نہیں ہے، کیونکہ اپنے وقت پر یہ رنگ اور اثر پیدا ہو کر رہے گا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

ملفوظ نمبر ۴۱

ارشاد فرمایاؒ: جس وقت فقیرؔ نے ملا نظام الدین صاحب کو طریقہ عالیہ کی اجازت دی تو مولوی شیر محمد صاحب نے کہا کہ دیکھو! نظام الدین بھی پیر ہو گیا۔ فقیرؔ اس کلام سے جو مولوی شیر محمد صاحب نے کہی بہت خفا ہوا، کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اگر اللہ کریم ایک کنجری[۱] کو مسند رشد و ارشاد پر بٹھا دے۔ اور اسی سے یہ کام فیض و رشد کرائے، تو کس کی مجال ہے کہ کوئی کلام یا سخن کر سکے۔ کیونکہ تمام ملک اللہ کریم کے تصرف میں اور دست قدرت میں ہے۔ اگر وہی اللہ تعالےٰ کسی گرے ہوئے مرد یا عورت کو درجۂ کمال عطا فرما دیوے۔ تو وہ قادر مطلق ہے۔ سبحانہ و تعالیٰ عمّا شانہ

قل ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یّشآء۔ شعر

خاکساران جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

ملفوظ نمبر ۴۲

آپؒ نے فرمایا: ملّا پال محمد کا نفس بڑا ہے۔ اور اسی طرح ملّا سیّد نور کا نفس بھی۔ مگر دونوں ہی بڑے مرتاض اور نیک اشخاص ہیں۔ مگر باوجود اس حالت کے اپنے جیسا دنیا میں کسی کو نہیں سمجھتے۔ ہاں ایک وقت تھا کہ فقیرؔ کے نفس کی یہی حالت رہی تھی۔ اس وقت میں کوئی فقیرؔ اور عالم میری نظر میں نہیں جچتا تھا۔ میرا قصہ کچھ یوں ہے: فقیرؔ نے اول اول اپنی والدہ مبارک کے چچا علی بیگ صاحب سے اجازت ذکر شریف حاصل

---

[۱]: کنجری سے مراد فاسق لوگ ہیں جو پیر حقانی کی بیعت کر کے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے درجے کو پہنچ جائے اور پھر اس کا پیر اس کو اجازت سے سرفراز فرمائے اور وہ خلیفہ حضرت شیخ ہو جائے اور اس قسم کے واقعات کتابوں میں بکثرت موجود ہیں۔ فقط

کی تھی، موصوف مجھے فرمایا کرتے کہ تم صاحب احوال ہو، چونکہ ابتدائی حال تھا۔ مجھے بھی کوئی زیادہ پتہ نہ تھا۔ لیکن اتنی خبر ضرور ہوتی تھی کہ مجھ کو جذبہ یا شورش قلب بہت ہے تو اس حالت اور مستی وغیرہ کی کیفیت میں فقیر نے کافی شہروں اور ملکوں کے سفر کئے۔ اور دورانِ سفر علماء وفقراء سے ملاقاتوں کا شرف بھی حاصل ہوا، چونکہ فقیر میں جوش وخروش متواتر قائم تھا۔ اور فقیر اس خیال پر پختہ رہا کہ بس پیری اور فقیری یہی ہے کہ مردہ کو زندہ کر دیا جاتے۔ اور زندہ کو مُردہ۔ اور کافروں، فرنگیوں کی فوجوں کی صفیں ہی صفیں پل بھر میں بھگا دی جائیں۔ یا اگر فقیر کو یہاں سے بخارا پہنچنا ہے تو فوراً پہنچ جائے۔ اور پھر وہاں سے دہلی پہنچ جائے۔ اور اسی طرح کے کام فقیر کے اپنے ہی اختیار میں ہوں۔ لیکن اپنے حضرت پیر و مرشد قدس اللہ روحہٗ کے قربان جاؤں، جونہی ان کی غلامی کا شرف نصیب ہوا، تو میرے یہ سب سابقہ احوال ختم ہو گئے۔ اور بحمد للہ اطمینان اور سکون قلب نصیب ہوا۔ اور طریقہ مجددیہ کا فیض جو جہالت و نکارت[1] ہے، حاصل ہوا۔ اور اس کے بعد آہستہ آہستہ استقامت نصیب ہوئی اور طبیعت نے قرار پکڑا۔ اور پھر حضرت عظام کی کتابوں کے مطالعہ سے فقیر کو بے حد فیض حاصل ہوا۔ بالخصوص طریقہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک کی حقیقت معلوم ہوئی اور حضرت پیر و مرشدؒ کی نظرِ شفقت و عطوفت نہ ہوتی۔ اور کتابوں کا مطالعہ نہ ہوتا، تو فقیر طریقہ شریفہ سے دست بردار ہو جاتا۔ الحمد للہ! کہ فقیر کو اللہ کریم نے اس طریقہ میں کمال استقامت ارزانی فرمائی۔

فالحمد للہ ثم الحمد للہ

---

[1] جہالت و نکارت کا مطلب یہ ہے کہ سالک کا ماسوی اللہ سے بے خبر ہو جانا۔ اور اللہ پاک کی ذات کا اس کے دل اور سارے وجود کو ایسا گھیر لینا کہ سالک کو نہ اپنی جان کی خبر ہے نہ جہان کی اس حالت کو فناء فی اللہ اور بقا باللہ کہتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۴۳

آپؒ نے ارشاد فرمایا: سید طیب شاہ نے عرض کی کہ حضور مجھے خلوت کی اجازت دی جائے۔ تو فقیر نے کہا کہ شاہ صاحب! اس طریقہ عالیہ میں خلوت در انجمن ہے اور یہ کافی ہے۔ اس پر شاہ صاحب نے پھر عرض کی کہ مجھے دوست احباب تھوڑا کھانے کو کہتے ہیں۔ تو فقیر نے کہا: شاہ صاحب اس طریقہ شریفہ میں یہ بھی نہیں ہے، بلکہ سیر ہو کر کھاؤ۔ اور ذکر سے ہضم کرو۔ ریاضات و مجاہدات دوسرے طریقوں قادریہ، چشتیہ و سہروردیہ میں ہیں۔ اس طریقہ عالیہ میں تو شریعت پر عمل پیرا ہونا۔ اور تمام غیر شرعی امور سے پرہیز کرنا۔ اور پھر اپنے پیر و مرشد کے ساتھ مضبوط رابطہ رکھنا۔ یہ ایک بڑا مجاہدہ اور شرف ہے۔ کیونکہ اس طریقہ شریفہ کی ابتدا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوتی ہے۔ جن کے حق میں حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

ما فضل ابی بکر بکثرت الصوم و لا بکثرت الصلوٰۃ و لکن بشیء وُقر فی قلبہٖ

یعنے ابوبکر صدیقؓ کی فضیلت کی وجہ نہ تو کثرت روزہ داری ہے نہ کثرت نماز سے بلکہ ان کی فضیلت اس چیز سے تھی جس نے ان کے قلب شریف میں آشیانہ بنایا ہوا ہے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق کے دل میں جس چیز نے آشیانہ بنایا ہوا تھا۔ وہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کمال رابطہ اور محبت تھی۔ اور اس کمال رابطے کا بیان الفاظ میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ یہ ایک باطنی چیز ہے۔ جو حال[۱] سے تعلق رکھتی ہے۔

۱ء حاشیہ اگلے صفحہ پر

ملفوظ نمبر ۴۴

ایک درویش فرماتے ہیں: ایک روز مجھے بارگاہ رب العزت میں مناجات کی اجازت ملی۔ اوپر سے ہاتف نے آواز دی کہ میری جناب میں کیا تحفہ لائے ہو؟ وہ درویش کہتا ہے کہ جوں ہی آواز آئی۔ خالصتاً لوجہ اللہ اور اللہ پاک کی رضا جوئی کے لیے جو اعمال میں نے کئے تھے وہ مجھے یاد آئے کہ میں بارگاہ رب العزت میں وہ اعمال پیش کروں۔ جونہی یہ خیال میرے دل میں آیا، تو اللہ پاک کی جناب کبریائی سے مجھے معاً ڈانٹ ملی کہ اُو مسکین! یہ تو جناب کبریا ہے۔ یہ اعمال جن کا تجھے خیال دل میں آیا ہے ان کی میری جناب میں کوئی وقعت نہیں۔ میری جناب کے لائق تحفہ تو آہ سرد اور زار و قطار رونا ہے۔ اور اس جناب کے لائق ہدیہ سینے سے ھَیْ ھَیْ کا نکلنا اور دل پُر درد ہے۔ اور بے شوق و اشتیاق عبادات اور اعمال کی کچھ بھی قدر نہیں۔

آپ رح نے فرمایا: صد ہزار علم سے ایک ذرہ خالص عمل کا بہتر ہے۔ اور صد ہزار عمل سے ایک ذرہ اخلاص کا بہتر ہے، اور صد ہزار اخلاص سے ایک ذرہ عشق کا بہتر ہے، اور صد ہزار شوق و عشق سے ایک ذرہ درد کا بہتر ہے۔ پھر آخیر میں یہ آیات پڑھیں: لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

لہ: (حاشیہ صفحہ گذشتہ) جو حال سے تعلق رکھتی ہے الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ جیسے کہ اقبال فرماتے ہیں ؎

محبت معنیٰ و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے کہ سمجھائی نہیں جاتی

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل۔

ملفوظ نمبر ۴۵

آپؒ نے فرمایا: ان ابیات کو روزانہ پڑھا کرو۔ جو ان اشعار و ابیات کو روزانہ صدق دل سے پڑھا کرے گا، تو بے حد تاثیرات ملاحظہ فرمائے گا۔

بے لطف تو من قرار نتوانم کرد
احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تنم زبان شود ہر موئی
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ملفوظ نمبر ۴۶

ایک بار حضرت مولانا رحیم بخش صاحب کو کہ وہ روٹی کم کھاتے تھے، فرمایا: مولانا! کھانا نہ بہت کھاؤ نہ تھوڑا۔ یعنی میانہ خوری اپنی عادت بناؤ کہ حضرت شاہ صاحب کو حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ کھانا بہت کھایا کرو اور اسے ذکر سے ہضم کرو۔

ملفوظ نمبر ۴۷

آپؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی رضا میں اپنی رضا کا فنا کرنا بے حد مشکل کام ہے۔ پھر فرمایا کہ خورد و نوش اور لباس و پوشاک کی ضرورت انبیاء علیہم السلام کو بھی پیش آتی تھی۔ پھر فرمایا کہ حضرت خواجہ محمدؒ بابا سماسی جب ایک بار اپنے خلیفے سیدؒ

امیر کلال صاحب کے ہاں تشریف لے جا رہے تھے، تو آپ کا گذر بخارا کے محلہ قصر ہندواں میں ہوا۔ تو وہاں پر گھوڑی ٹھہرا کر بحالت مراقبہ و استغراق آپ کے منہ مبارک سے نکلا: "ازیں محلہ بوئے ولیے می آید" یعنے اسی محلہ سے ایک ولی اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔ پھر فرمایا: اسی حالت جذب و استغراق میں کہ قریب است کہ ایں محلہ قصر ہندواں قصر عارفاں گردد یعنے کہ قریب ہے کہ یہ محلہ قصرِ ہندواں قصر عارفان ہو جائے گا۔ اور اسی "قصر عارفان" کے نام سے موسوم ہوگا۔ چنانچہ اس کے چھ ماہ بعد حضور حضرت خواجہ نقشبند غریب نواز قدس سرہٗ پیدا ہوئے، اور انہی کی برکت اور ولایت سے وہی محلہ قصر ہندوان قصر عارفاں کے نام سے موسوم ہوا، جو مدت دراز تک اسی نام سے مشہور و معروف تھا۔

آپؒ نے فرمایا: حضرت شاہ نقشبند قدس اللہ سرہٗ بہت بے تکلف تھے۔ اپنے گھر کے لیے جلانے کی لکڑیاں اپنی پیٹھ پر لاتے تھے۔ ایک دن گوشت بازار سے لا رہے تھے، حضرت خواجہ علاؤالدین عطارؒ نے ان سے گوشت لے کر ان کی خانقاہ شریف تک پہنچایا۔ جب گوشت پک گیا اور کھانا تیار ہوا، تو حضرت خواجہ علاؤالدینؒ کو فرمایا: آؤ اکٹھے کھانا کھائیں، تو وہ کھانا آپ دونوں نے باہم مل کر کھایا۔ اس باہم کھانے کی برکت سے درجہ ولایت سے مشرف ہوئے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند صاحب نے ان کو خلافت کا اہل سمجھ کر ان کو خلافت مرحمت فرمائی۔ اور ان کی خلافت عطا کرنے کی برکت سے حضرت خواجہ علاؤالدین سے وہ فیض جاری ہوا کہ ساری دنیا کو منور کر دیا۔

آپؒ نے فرمایا: جب حضرت خواجہ نقشبند صاحب قدس اللہ روحہٗ

پیدا ہوئے، تو حضرت خواجہ محمد سماسیؒ نے حضرت سید امیر کلال صاحبؒ کے سپرد فرمایا۔ اور فرمایا: "ایں فرزند ما است۔ و تربیت ایشاں بذمہ شما لازم است"۔ یعنے یہ میرے فرزند ہیں۔ اور ان کی تربیت آپ کے ذمہ لازم ہے۔ اور حضرت خواجہ نقشبند صاحب کو حضرت خواجہ محمد سماسیؒ سے نسبت فرزندی اس طرح تھی کہ جب پہلی بار آپ کا محلہ قصر ہندواں بخارا میں گذر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ اس محلہ سے ایک ولی اللہ کی خوشبو آرہی ہے۔ اس وقت خواجہ نقشبند بطن مادر میں تھے۔ اور جب چھ ماہ بعد پھر اپنے خلیفے سید امیر کلال کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو فرمایا کہ وہ خوشبو زیادہ ہو گئی ہے۔

شاید وہ بزرگ اس دنیا میں تشریف لے آئے ہیں۔ اور یہ فرما کر محلہ قصر ہندواں سے حضرت سید امیر کلال صاحب کی خانقاہ میں تشریف لے گئے۔ دوسرے تیسرے روز حضرت خواجہ نقشبند کے والد بزرگوار حضرت خواجہ نقشبند صاحب کو جھولی میں اٹھائے ہوئے حضرت خواجہ محمد بابا سماسی کی خدمت میں لے آئے۔ آپ کی نظر جونہی حضرت خواجہ نقشبند پر پڑی، تو فرمانے لگے۔ یہی وہ بزرگ ہیں۔ جن کی خوشبو فقیر کو چھ ماہ سے آرہی تھی جونہی حضرت نقشبند کے والد بزرگوار خواجہ محمد بابا سماسی کی محفل شریف میں پہنچے، تو آپ نے حضرت خواجہ نقشبند کو ان کے والد کی جھولی سے اٹھا کر اپنی جھولی میں بٹھا دیا۔ اور فارسی میں فرمایا۔ تین بار:

"کہ ما ایشاں را در فرزندی خود قبول کردیم"۔ یعنے میں نے ان کو فرزندی میں قبول فرمایا۔

اور اس وقت کامل توجہ مرحمت فرمائی۔ یعنے جو کچھ باطنی نسبت دینی تھی۔ وہ اسی وقت دے دی۔ اور بعد میں سید امیر کلال صاحب کے ذمہ لگایا کہ ان کی تربیت آپ

کے ذمہ ہے۔ فقیر بوڑھا ہو چکا ہے۔ واللہ اعلم۔ کہ یہ طفل شیر خوار مجھ کو دیکھ سکے گا یا نہ؟ اس لیے ان کی تربیت آپ کے ذمہ لگاتا ہوں۔ آپ ان کی تربیت میں ایک دقیقہ بھی فروگذاشت نہ کریں۔ حضرت سید امیر کلال صاحب سر تسلیم خم کرتے ہوئے عرض کی، حضور! امتثال امر شیخ واجب ہے۔ انشاء اللہ العزیز فقیر تعمیل امر کرتے ہوئے تربیت میں کوئی کمی نہیں کرے گا۔

ملفوظ نمبر ۴۸

آپؒ نے فرمایا: حضرت شاہ صاحب غلام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ختم یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ط وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ ۃ کا وظیفہ کرے گا۔ اس کو دولتِ ظاہری اور باطنی دونوں نصیب ہوں گی۔ پھر فرمایا: فضل علی طبیب کو فقیر نے اس ختم کا وظیفہ بتایا تھا۔ اس موقعہ پر میاں جی صاحب بولے کہ دولتِ باطنی کا نصیب ہونا، تو ڈھکی چھپی بات ہے، مگر ظاہری دولت سے تو اب مالا مال ہے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ کچھ بھی نہیں رکھتا تھا۔ بالکل مفلس تھا۔

ملفوظ نمبر ۴۹

ایک بار فرمایا: اس وقت اس طریقہ علیہ نقشبندیہ مجددیہؒ میں فقیر کے پاس تین پہلوان ہیں۔ ایک ملّا عثمان جی (یعنی قطب زماں حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان صاحب قبلہؒ) اور دوسرے "میاں جی" (یعنی استاد الکل

حضرت مولوی غلام حسن صاحب پونگر ڈیروی) اور تیسرے مولوی شیر محمد کلاچی والے۔
ایک بار مولوی شیر محمد کلاچی والے نے بوقت رخصت تجدید بعیت کی التماس
کی جو منظور ہوئی اور اسے تجدید بعیت فرمایا۔ بعیت فرماتے وقت ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ
میں پکڑ کر فرمایا: جو کچھ فقیر پڑھتا جائے فقیر کے ساتھ دل میں پڑھتے جاؤ۔ تو حضور سے
پہلے اٰمنت باللہ و ملائکتہ وکتبہٖ و رسلہ والیوم الاٰخر
والقدر خیرہٖ وشرہٖ من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموتِ ہ
اٰمنت باللہ کما ھو ابجیع اسمآئہٖ وصفاتہٖ وقبلتُ جمیع
احکامہٖ۔ یہ پڑھ کر پھر پڑھا:
اَسْتَغْفِرُ اللهِ الْعَظِیْم ہ اَلَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْم وَ
اَتُوْبُ اِلَیْہِ ہ اور اس کے بعد پڑھا:
رَضِیْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ صلی اللہ
تعالیٰ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّ رَسُوْلًا اَللّٰھُمَّ مغفرتك
اوسع من ذنوبی ورحمتك ارجی عندی من عملی ہ پھر مولوی صاحب
موصوف کے حق میں رجوع الی اللہ اور اذواق واشواق الٰہیہ اور مدام ذکر و مراقبہ و
رابطہ حضرات مشائخ کرام رضوان اللہ علیہم کے نصیب ہونے کی دعائیں مانگ کر انہیں
رخصت فرمایا۔

ملفوظ نمبر ۵۰

روز چہار شنبہ ۱۹ ماہ رجب المرجب ۱۲۷۳ھ ہجری المقدسہ نماز فجر کے وقت

میاں جی صاحب اور مولوی شیر محمد صاحب دونوں کی عدم موجودگی میں (کیونکہ ان میں سے ایک حضور کی امامت کیا کرتا تھا) آں جناب نے خود نماز فجر کی امامت فرمائی، اور پہلی رکعات میں سورہ قاف اور دوسری آیات میں چند آیات مبارکہ سورہ منافقون کی پڑھیں چونکہ حضور بفضل اللہ وکرمہٖ عظیم الشان قاری تھے۔ بصرہ اور عراق میں قرآن کریم کے علم قرآت کی سند حاصل کی تھی۔ چنانچہ حضور کی امامت کرنے سے مقتدیوں کو بے حد حظ اور دوران نماز و قرات مقتدیوں کے دل گویا کہ نہیں تھے۔ اور سب پر محویت طاری رہی چنانچہ اثنائے قرأت میں بعض بعض کو بے اختیار اس قدر جذبہ گھیر لیا کہ صف میں گر پڑتے اور تڑپتے رہے تھے۔ جب نماز فجر سے فارغ ہوکر آپؒ تسبیح خانہ تشریف لائے۔ تو مولوی شیر محمد صاحب اور میاں جی دونوں کو مخاطب ہو کر فرمانے لگے: آپ کہاں گئے تھے کہ نماز میں غیر حاضر تھے فقیر کو خود امامت کرنا پڑی۔ فقیر اب امامت کرنے کی توفیق نہیں رکھتا۔ آپ صاحبان نے بُرا کیا کہ نماز جماعت سے بھی محروم رہے اور امامت سے بھی۔

ملفوظ نمبر ۵۱

آپؒ نے فرمایا: روٹی دو طرح سے کمائی جاتی ہے۔ ایک طریقہ تو روٹی کمانے کا حرفت کے ذریعہ ہے۔ اور دوسرا طریقہ توکل ہے۔ اور یہ بہت مشکل کام ہے۔

ملفوظ نمبر ۵۲

آپؒ نے فرمایا: ایک شخص کو جس نے عرض کی کہ حضور! مجھ پر نسیان غالب ہے

ارشاد فرمایا کہ فکر مت کرو۔ اور نسیان کے غلبہ کرنے سے اندیشہ مت کرو، کیونکہ سلطان العارفین شیخ بایزید بسطامی کا ایک خادم جو ایک مدت حضرت شیخ موصوف کی خدمت میں رہ رہا تھا۔ ایک دن شیخ قدس سرہٗ سے اس خادم کا نام بھول گیا، تو خادم نے عرض کی کہ حضور! میرا نام جناب عالی کو کیوں بھول گیا ہے۔ حالانکہ یہ بندہ عرصہ دراز سے حضور کی خدمت میں گذار رہا ہے، تو حضرت شیخ نے اس خادم کو فرمایا کہ ناراض مت ہو، کیونکہ فقیر کا باطن حق تعالےٰ کی ذات پاک کی یاد میں اس قدر مشغول ہے کہ ماسوی اللہ سب فقیر سے بھول گئے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۵۳

آپؒ نے فرمایا: اس ضمن میں کہ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا: تو کون ہے؟ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی: حضور! میں عائشہ ہوں۔ تو آپ نے فرمایا: کون سی عائشہ۔ تو بی بی عائشہ صدیقہؓ نے جواب میں عرض کیا۔ کہ حضور! میں تو آپ کی بی بی ہوں۔ حضور نے پھر فرمایا: کون سی بی بی۔ اور کیسی بی بی، تو حضرت صدیقہؓ نے عرض کی: حضور! آپ کی بی بی حمیرا ہوں۔ (تو حضور نے پھر فرمایا:) کون سی حمیرا۔ تو پھر حضرت صدیقہ نے عرض کی: حضور! حضرت صدیقِ اکبر کی بیٹی۔ تب حضور نے جا کر پہچانا اور پہچان کر فرمانے لگے: بجز حق تعالیٰ کے میرا دوسرا صدیق کون ہو سکتا ہے۔

ملفوظ نمبر ۵۴

آپؒ نے فرمایا: میرے پیر و مرشد قدس سرہٗ نے فرمایا: کہ حضرت خواجہ آدم بنوریؒ

نے اپنے طریقے میں تین سو تیرہ ۳۱۳ مقام پر ذکر کرنا وضع[1] فرمایا۔ اور اپنے آپ کو حضرت امام ربانی قدس سنا اللہ تعالیٰ بسرہ الاقدس سے زیادہ سمجھنے لگے۔ حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب قدس سرہٗ نے ان کی جانب توجہ فرمائی اور ان سے نسبت قلبی اور باطنی چھین لی اور وہ بالکل خالی کے خالی رہ گئے۔ پھر حضرت خواجہ آدم بنوری حرمین شریفین گئے۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک روضہ شریف سے نکالا اور ان سے ہاتھ ملایا۔ اور وہاں پر بھی حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب کی روحانیت شریف حاضر ہوئی۔ اور ان کو نسبت سے پھر خالی کر دیا اور نسبت باطنی چھین لی۔ حضرت خواجہ حاجی صاحب نے یہ فرما کر فرمایا کہ مجاز (خلیفے) کو چاہیئے کہ وہ بہت احتیاط سے ہر قدم اٹھائے اور اپنے آپ کو ہرگز کامل و مکمل تصور نہ کرے اور اپنے آپ کو اپنے پیر سے ہرگز زیادہ نہ جانے۔

ملفوظ نمبر ۵۵

آپ نے فرمایا: روز پنجشنبہ پنجم ماہ جمادی الاوّل ۱۲۷۳ھ کو اپنی زبان درفشاں سے ارشاد فرمایا کہ فقیر کو اللہ تعالےٰ نے ایسی جگہ میں رہنا قلم تقدیر سے لکھا ہے، جہاں فقرا بہت رہتے ہیں۔ اور فقیر نے ہر ایک کے مریدوں کا ایک ایک حصہ اپنے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل کر کے مرید کیا ہے۔ مثلاً ملّا جان محمد صاحب جو کہ قوم شیرانیوں کے پیر ہیں۔ تقریباً ۱۲ ہزار قوم شیرانی ان کے مرید ہیں۔ فقیر نے ان کے مریدوں کو بھی مرید کیا۔ اور طریقہ عالیہ میں داخل کیا۔ دوسرے فقیر محمد رضا صاحب ڈیرہ اسماعیل خاں والوں سے بھی مرید بانٹے اور ان کو اپنے طریقہ میں داخل کیا۔ اسی طرح ملا گل حبیب سفید الریش بزرگ جو درابن کلاں میں رہتے ہیں، ان سے بھی فقیر نے بہت سارے مریدوں کو

---

[1] یعنی متقرر فرمایا

اپنے طریقہ عالیہ میں داخل کر کے مرید کیا۔ اور اسی طرح میاں غلام محی الدین قصوری کے مریدوں کو بھی مرید کیا۔ اور حضرت میاں سلیمان صاحب سنگھڑ[1] والوں سے بھی فقیر نے بہت سارے مرید بانٹے اور انھیں اپنے سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں داخل کیا۔ باوجودیکہ ان سب مریدوں نے اپنے سابقہ پیروں کے پاس سالہا سال گذارے۔ کسی نے دس[1] سال اور کسی نے بیس[2] سال مگر نسبت باطنی سے خالی تھے۔ جب فقیر کے پاس آئے، تو نسبت شریف حضرات نقشبندیہ مجددیہ سے مالامال ہوئے۔ اور خلعتِ خلاف سے سرفراز ہو کر ہزارہا خلق اللہ کو رنگین فرما دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

ملفوظ نمبر ۵۶

آپ نے فرمایا: ترک دنیا یہ نہیں کہ برہنہ ہو کر لنگوٹی باندھ لے۔ اور لنگوٹی باندھ کر اپنی دھونی رچالے، بلکہ ترک دنیا یہ ہے کہ کپڑے اچھے پہنے اور کھانا اچھا کھائے۔ اور جو کچھ اللہ کریم کی جانب سے بغیر کسب وصول ہو وہ لوگوں کو کھلائے۔ اور جمع نہ کرے اور ساتھ ہی ماسوی اللہ کی ہر چیز سے منہ موڑ لے۔

ملفوظ نمبر ۵۷

آپ نے فرمایا: جب اخوندزادہ قاضی عبدالرحیم ولد ملا قاضی محمد صدیق درابن والے جو کہ علم فقہ اور علم اصول کے ماہر تھے۔ اور حدود علاقہ داماں میں استاذ الکل کا درجہ رکھتے تھے۔ فقیر سے بیعت ہو گئے، تو ملا بسیا بیٹرانی نے قاضی صاحب موصوف کو کہا کہ تم آباؤ اجداد سے اسقدر صاحب التعظیم و تکریم تھے۔ اور تم بھی حاجی صاحب سے بیعت

---

[1]: یعنی تونسہ شریف والے۔

کر کے داخل طریقہ نقشبندیہ مجددیہ میں ہو گئے۔ تو ملا بسیا مذکور کو اخوند زادہ عبدالرحیم نے

جواب دیا کہ ملا بسیا! ایسا مت کہو۔ کیونکہ میں جب سے حضرت حاجی صاحب سے بیعت

ہوا ہوں۔ مجھے مسلمانی کا پتہ اب چلا ہے۔ جب اخوند زادہ صاحب رخصت لے کر گھر

گئے۔ پیچھے سے اسی ملا بسیا کو ذکر قلبی نے ایسا گھیرا کہ مجذوب ہو کر کبھی ادھر گرتا تھا۔ اور

کبھی ادھر۔ بالکل بے اختیار تھے۔ آخر لاچار ہو کر فقیر کے پاس آ کر بیعت ہو گئے۔

ملا مہدی نے حضرت حاجی صاحب قبلہ پر اعتراضات کئے تھے وہ حضرت صاحب

قبلہ کو سنائے گئے۔ جو مندرجہ ذیل تھے:

پہلا اعتراض یہ تھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ نے اپنے دانت سونے کے

تاروں سے باندھے ہوئے ہیں۔ اور یہ شریعت میں حرام ہے۔

دوسرا اعتراض یہ تھا کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ، کھانا علیحدہ کھاتے ہیں۔ اور

اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکٹھا کھانا مسنون ہے۔

تیسرا اعتراض یہ کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ بڑے بیش قیمت لباس پہنتے ہیں۔ اور لذیذ

کھانے کھاتے ہیں۔ اور یہ بھی ناجائز ہے۔ جب حضرت قبلہ نے تینوں اعتراضات سنے۔

تو ان تینوں کے جوابات لکھنے کا امر فرمایا۔

اور فرمایا کہ ان کے جواب لکھ کر ملا مذکور کے پاس بھیجو۔ چنانچہ امتثال امر

کرتے ہوئے وہ تین معہ جوابات مندرجہ ذیل ہیں:

اعتراض اوّل: کہ دانتوں کو سونے کے تاروں سے باندھنا شریعت میں

حرام ہے؟

جواب: کہ دانتوں کو چاندی کے تاروں سے باندھنا مذاہب اربعہ بلا خلاف

جائز ہے۔ جب ناک سونے کی لگائی جاسکتی ہے، تو دانت بطریق اولی سونے کے تاروں سے باندھے جاسکتے ہیں، کیونکہ ناک سونے کی اس واسطے لگائی جاتی ہے کہ بدبوئی نہ کرے اور یہ بدبوئی (والی) وجہ دانت میں زیادہ معلوم ہوتی ہے، کیونکہ ہر وقت دانت تر رہتے ہیں۔ اور بھی دانت تو ہیں جن سے کھانا چبایا جاتا ہے اور پانی پیا جاتا ہے۔ تو تر رہنا دانتوں کا ہر وقت ہے۔ اور سونے کی تاریں بدبو نہ کرنے کے واسطے لگائی جاتی ہے۔ اور ناک تو ہر وقت تر نہیں رہتی، بخلاف دانتوں کے تو سونے کے تاروں سے جکڑنا فقیہوں ماہروں سے پوشیدہ نہیں کہ بلاخلاف جائز ہے۔ جب کہ جس کو مزید تحقیق کی جستجو ہو وہ فتاویٰ فقہیہ کا ملاحظہ کرے۔

اور اعتراض دوئم کہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کھانا علیحدہ کھاتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اکٹھا کھانا مسنون ہے؟

جواب : اگر اکٹھا کھانا مسنون ہے، تو علیحدہ کھانا بھی جائز ہے جیسا کہ آیت شریف میں ہے :

لیس علیکم جناح ان تاکلوا جمیعًا او اشتاتا۔

ترجمہ : اے میرے حبیب! آپ پر کوئی گناہ نہیں لازم آتا۔ خواہ اکٹھا کھاؤ، خواہ علیحدہ کھاؤ۔

اعتراض تیسرا : حضرت حاجی صاحب قبلہ لباس فاخرہ پہنتے ہیں۔ اور لذیذ کھانے کھاتے ہیں؟

جواب : قاعدہ اصول فقہ یہ ہے کہ اصل شئی میں اباحت ہوتی ہے۔ اور حرام کے عارض ہوجانے سے وہ شئی حرام ہو جاتی ہے۔ اسی طرح جو چیز وجہ حلال سے

حاصل کی گئی ہو۔ وہ کسی چیز کے عارض ہونے سے حرام نہیں ہوتی۔ خواہ لباس ہو خواہ خوراک ہو۔ جیسے اللہ کریم نے قرآن شریف میں فرمایا ہے:

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً یَّوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ: یعنی کہہ دیجئے! اے میرے محبوب! کہ کس نے حرام کیا ہے لباس ہائے فاخرہ اور طعام ہائے لذیذہ کو۔ یہ تو اللہ کریم نے مومنوں کے لیے خاص فرمائے ہیں۔ اس دنیا میں بھی اور خاص کر قیامت کے دن کو۔ اور اسی طرح اللہ کریم سب باتیں تفصیل سے بیان فرماتے ہیں۔ ان لوگوں کے لیے جو سمجھدار ہوں۔

ملفوظ نمبر ۵۸

ملا لیسین نے حزب البحر کے فقرات میں سے کسی ایک فقرہ کے بارہ پوچھا۔ تو حضور نے فرمایا کہ میرے حضرت نے مجھے بھی حزب البحر کی اجازت مرحمت فرمائی۔ مگر میں حزب البحر کا ورد نہیں کرتا۔ میرے حضرت قبلہ نے حزب البحر کی زکوٰۃ بھی ادا فرمائی تھی۔ طریقت میں میری پیروی اختیار کرو۔ اور باقی ورد و وظائف کتابوں میں دیکھو اور پڑھو۔ یا جو ورد وظائف کے عامل ہوں ان سے دریافت کرو۔ میں خود نہ عامل ہوں اور نہ کوئی عمل کرتا ہوں۔ میرا وظیفہ بجز ذکر و مراقبہ اور تصور اپنے پیر و مرشد کے اور کچھ نہیں۔

ملفوظ نمبر ۵۹

ملا میر واعظ کو فرمایا کہ کتاب شروع کرنے سے پہلے کچھ نہ کچھ شیرینی بانٹ لینی چاہیئے۔ کہ یہ علم کی تعظیم ہے۔ آج کل کے لوگ سب علوم پڑھ لیتے ہیں۔ مگر انہیں کچھ نہیں آتا۔ آگے دوڑ پیچھے چوڑ کے مصداق بنے ہوئے ہیں، کیونکہ ایک تو وہ علم کی تعظیم نہیں کرتے۔ اور دوسرا وہ علم کو دنیا کمانے کے لیے پڑھتے ہیں۔

ملفوظ نمبر ۶۰

۱۲۷۲ھ منشی وزیر الدین خان سے نسبت باطنی کے متعلق استفسار فرمایا کہ کیا ذکر کرتے ہو۔ اور تفکرات اور وساوس قلب میں پڑتے ہیں، تو اس نے عرض کیا کہ حضور! بحمد اللہ قلب بندہ کا حضور کی توجہ سے جاری ہے۔ اور وسوسے بھی بفضلہٖ تعالےٰ کم ہو گئے ہیں۔ پھر میوہ کشمش (مویز) اور بادام گھر سے طلب فرمائے۔ اور میاں علی خان کو دیئے۔ فرمایا: یہ میرے پیر و مرشد غریب نواز کا معمول مبارک ہے۔ ہر آنے والے کو کچھ دے دیتے از قسم شیرینی اگرچہ دو تین بتاسے بھی ہوتے۔

ملفوظ نمبر ۶۱

فرمایا: فقیر کو میرے حضرت نے اپنے مصلّے پر کوئی جھوٹ سے تو نہیں بٹھایا۔ حکّام وقت اپنا کام کرتے ہیں۔ اور میں اپنا کام - یہ اللہ اللہ بتانا خلق خدا کو۔ یہ میرے حضرت نے میرے ذمے لگایا۔ اور جن کی سلطنت ہے۔ یہ کام اس سے بدرجہا

مشکل ہے سلطنت کیا ہوتی ہے۔ حکم صادر کرنا، اور چور چکار کا پکڑنا۔ اور کسی کے اندر کے چور کو دل سے نکال کر پاک و صاف کرنا۔ اور اس کے بجائے اس کے دل پر اللہ اللہ نقش کرا دینا۔ یہ بڑا مشکل کام ہے۔

یہاں تک سب ملفوظات شریفیہ کا بیان ہے
اور آگے چند مکشوفات عجیبہ اور کرامات لطیفہ
بیان ہوتے ہیں۔

حضرت حاجی صاحب قبلہ کے کشوف و کرامات کے بیان کرنے سے پہلے ایک مقدمہ تفصیلاً لکھنا ضروری سمجھا گیا تاکہ کشف و کرامت کی حقیقت سمجھ میں آسکے۔ اور کہ کشف و کرامت کی اصلیت، اہمیت اور شرعی علوم میں اس کے مقام کا صحیح تعین ہوسکے۔ تاکہ مطالعہ کے وقت معزز ناظرین بصیرت کاملہ، اور اعتقاد راسخ کے ساتھ استفادہ کرسکیں اور یہ خیال نہ کریں کہ یہ علوم شرعیہ سے خارج یا کوئی اجنبی علم ہے۔ یا عنصر، جو بلا وجہ یہاں درج کیا گیا ہے۔

فلہذا اس تحقیق اور تفصیل کا نام **التقدیمات فی حقیقۃ الکشف والکرامات** رکھا گیا ہے تاکہ مغالطہ میں نہ پڑیں۔ کسی عربی شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

کَمْ مِنْ عَائِبٍ قَوْلاً صَحِیحًا

وَ آفَتُہٗ مِنَ الْقَلْبِ السَّقِیْمِ ؕ

یعنے بہت سے لوگ اپنے غلط خیالات کے سبب صحیح بات کو غلط قرار دے دیتے ہیں۔

التقدیمات فی حقیقۃ الکشف والکرامات

واضح ہو کہ مکاشفہ کا ماخذ اور مادہ کشف سے ہے۔ کشف کے معنی کَشَفْتُ الثَّوْبَ عَنِ الْوَجْہِ۔ یعنے میں نے چہرہ سے کپڑا دور کردیا ہے۔ وَیُقَالُ کَشَفَ غَمَّہٗ، یعنے اس کا غم دور ہوگیا۔ (مفردات للراغب اصفہانی صہ ۴۴۶ مصری چھاپ)

اس کے حقیقی اور لغوی معنی میں بقدر مشترک حاصل معنیٰ یہ ہے کہ حجاب یعنی پردے کا دور ہوجانا، اور کسی چیز کا کھل کر بلا پردہ جلوہ گر ہوجانا۔

قرآنی استعمالات اور احادیث میں کشف کا لفظ متعدد مقامات میں موجود ہے۔ اسی لیے مکاشفہ مشتق ہے۔ اور حضرات صوفیہ عالیہ کشف اور مکاشفہ کا استعمالات بکثرت فرماتے ہیں۔

کشف اور کرامت دونو خرق عادت کی قسم سے ہے۔ جس طرح معجزہ خرق عادت ہے اسی طرح یہ بھی خرق عادت ہیں۔ رہی خرق عادت تو اس کی حقیقت اپنی جگہ جداگانہ اور مستقل بحث ہے۔ جس کی یہاں گنجائش نہیں اور نہ ہی مقصود ہے۔

حضرات صوفیہ صافیہ کے نزدیک کشف ایک ماخذ علمی ہے جس کا مقام وہی ہے جو فقہی احکام میں قیاس کا ہے، کیونکہ شریعت اور فقہ میں قیاس مظہر احکام ہے نہ کہ مثبتِ احکام۔ اور اس کا حکم ظنی ہے نہ کہ قطعی۔

اسی طرح کشف بھی مظہر احکام ہے نہ کہ مثبتِ احکام۔ اس کے احکام ظنی ہیں نہ کہ قطعی۔ جس طرح فقیہ اپنے اجتہاد میں قیاس سے احکام ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح ایک کامل صوفی بھی اپنے احسانی اور عرفانی فن کے ذریعہ اپنے مشاہدات اور واردات قلبی سے تصوف کے احکام ثابت کرتا ہے قیاس اور کشف دونوں کے لیے قرآن و سنت کا استشہاد ضروری ہے ورنہ فاسد اور لغو ہوں گے۔

کشف کی صحت پر قرآن و سنت دونوں ناطق ہیں۔ چنانچہ سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کا ملکوت سمٰوات والارض کا کشف اور مشاہدہ۔ اور اسی طرح حدیثِ معراج و اسریٰ میں جب کہ مشرکین مکہ نے رب العزت کے پیارے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپسی پر بیت المقدس کی حقیقت کذائیہ کے جُزوی جُزوی تفصیلات کا استفسار کیا، تو ارشاد فرمایا: فَتَمَثَّلَ لِی۔ اور دوسری روایت ہے: فَتَجَلّٰی لِی۔ تو اس سے کشف عیانی بلا پردہ ثابت ہوتا ہے، کیونکہ ایسے وقت دونوں حضرات کے

وجود مقدس جسد عنصری کے ساتھ زمین پر اور مشرکین محفل میں موجود تھے۔ حجاب اٹھا دیئے گئے۔ اور حقائق مطلوبہ بلا حجاب سامنے جلوہ گر ہو گئے۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ حجۃ اللہ البالغہ میں احسان کے مباحث میں حضرت سہل تستریؒ سے وضاحت فرماتے ہوئے ان کا قول نقل کرتے ہیں کہ تجلی کی تین قسمیں ہیں:

(۱) تجلّی ذات وھی المکاشفۃ

(۲) تجلّی صفات وذات وھی مواضع النور

(۳) تجلّی حکم الذات

دوسری قسم جو تجلی صفات و الذات ہے جس کو حضرت شاہ صاحبؒ مواضع النور سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ تجلّی دو قسم کی ہے۔ قسم اول میں صاحب تجلّی مخلوق کے افعال کا اسباب سے کلیتہً صرفِ نظر کر کے مشاہدہ کرتا ہے۔ اور قسم دوم میں صاحب تجلّی اپنے حواس کو دنیا کے علائق اور رشتوں کو ختم کر کے اور توڑ کر مواضع نور جو عبارت ہیں آشباح مثالیہ نورانیہ سے ان کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ صہ ۹۴ جلد ۲)

ذاتِ الٰہیہ کے لاتناہی شیونات ہیں اور ذات نبوت و رسالت کے بھی کروڑوں شیونات ہیں۔ جو مقتبس ہیں ذاتِ الٰہی کے شیونات سے۔ تو ذاتِ رسالت کے ان باطنی شیونات میں سے ایک شان کشف اور مشاہدہ بھی ہے۔ جو اشیا غیبیہ مثالیہ نورانیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ جو بالکل حقیقت واقعہ کے مطابق ہوتا ہے۔ کسی کامل ولی اللہ پر اس کا منکشف ہو جانا کوئی بعید از امکان نہیں۔ مؤمن کا رؤیا اس کی بیّن دلیل ہے

اس کا انکار سراسر عناد، کورچشمی اور ہٹ دھرمی ہے۔ آنکھیں بند کرنے سے تو حقائق نہیں جھٹلائے جا سکتے۔

مزید براں یہ کہ تلاوت کتاب اللہ کے قاری مسلسل آج تک اور تعلیم کتاب و حکمت کے وارث ہر زمانہ میں موجود ہیں۔ اگر موجود ہونے کا انکار ہو تو صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان روحانی واردات کا ہو جو اصل سرمایہ رسالت ہیں۔ حاشا وکلاّ!

اولیاء کاملین اس سرمایہ کے وارث ہیں اور اس نعمتِ عظمیٰ سے جو کبریت احمر (زر خالص) ہے ان کو وافر حصہ نصیب ہوتا ہے۔ اس کا انکار دراصل کمالات و شیونات حضرت رسالت مآب صلعم کا انکار ہے۔

شیخ الاسلام عبداللہ انصاری ہروی نے اپنی کتاب منازل السائرین میں اس کی بڑی وضاحت فرمائی ہے۔ اور حضرت امام ربّانی مجدد الف ثانی قبلہ نے اپنی کتاب مکاشفات الغیبیہ میں کتاب موصوف کی پوری عبارت درج فرمائی ہے۔ اور پھر کمال تو یہ ہے کہ ہمارے حضرت خواجہ حاجی صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کا ملفوظ مبارک جو حضرت مولانا محمد عادل صاحبؒ نے جوہر ملفوظات میں درج فرمایا ہے۔ اس کے دیکھنے سے فقیر کو جو کمال خوشی اس بابت میں حاصل ہوئی۔ اس کا کیا بیان کروں۔

سُبحان اللہ! غلامان مجددیہ اور خواجگان نقشبندیہ کے کمالات اور فیوضات بلا نہایت کسی سچے اور عقیدت مند مرید کو دوسروں کا دریوزہ گر نہیں بننے دیتے۔ سچ فرمایا ہے!

شعر ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند
کہ برہ ہائے خفیہ رسانند بجرم قافلہ را

خواجگان نقشبندیہ کے قربان جائیے کہ وہ خفیہ مختصر راستے سے اپنے طالب اور مرید کو بہت جلدی منزل مقصود یعنے حق پاک عزّ اسمہٗ تک پہنچا دیتے ہیں۔

حضرت خواجہ حاجی صاحب قبلہ کا ملفوظ جس میں انھوں نے حضرات امام ربّانی مجدد الف ثانی کی کتاب مکاشفات غیبیہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا ہے:

عبارت کتاب مکاشفات غیبیہ فارسی

فرمودہ اند: کہ مردم ناداں طریقت اند کہ کشف قبور و کشف قلوب و کشفیات دیگر را کمال دانستہ اند۔ حالانکہ این امور نزد صوفیہ و صافیہ معتبر نیستند۔

کما قال سیدنا و مولانا مجدد الف الثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی فی مکاشفات الغیبیہ: "قال شیخ الاسلام الھروی وفی منازل السائرین والذی یثبت عندی بالتجربۃ ان فراسۃ اھل المعرفۃ

ترجمہ اُردو

فرمایا: "کہ طریقت کے وہ لوگ جو نادان طریقت ہیں۔ وہ کشف قبور اور کشف قلوب اور دیگر کشفیات کو کمال جانتے ہیں حالانکہ یہ امور صوفیہ صافیہ کے نزدیک معتبر نہیں۔

امام ربانی مجدد الف ثانی سرہندی قدس سرہ نے اپنی کتاب مکاشفات الغیبیہ میں شیخ الاسلام عبداللہ انصاری کی کتاب منازل السائرین کا حوالہ دیتے ہوئے منازل السائرین کی عبارت یوں نقل کی ہے کہ جو کچھ مجھے تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ

انما هی تمیزهم من یصلح لحضرته
عز وجل ممن لا یصلح لحضرته.
ویعرفون اهل الاستعداد الذین
اشتغلوا بالله تعالیٰ ووصلوا
الی حضرة الجمع فهذا فراسة
اهل المعرفة۔ واما فراسة اهل
الریاضة والجوع والخلوة
وتصفیة الباطن من غیر وصله
الی جناب القدس سبحانهٗ و
تعالیٰ فلهم فراسة کشف الصورة
والاخبار بالمغیبات المختصة
بالخلق فانهم لا یخبرون الا عن
الخلق لانهم محجوبون عن الحق۔
واما اهل المعرفة فلاشتغالهم
بما یرد علیهم من معارف الحق
سبحانهٗ فاخبارهم انما یکون من
الله تعالیٰ ولما کان العالم اکثرهم
منقطعون عن الله تعالیٰ واشتغالهم
الدنیا مالت قلوبهم الی کشف الصورة

صاحب عرفان حضرت جل وعلا کے یہاں
صالح اور غیر صالح کی تمیز یہ ہے کہ جو لوگ
صاحب استعداد ہیں اور واصل باللہ اور
مشغول بکار حق ہیں۔ وہ مقام جمع پر فائز ہیں
اور ان کو فراست ایمانیہ حاصل ہے۔ لیکن
جو لوگ مرتاض ریاضت کش ہیں۔ بھوک اور
خلوت سے باطن کی صفائی چاہتے ہیں۔
وہ حقیقت میں واصل باللہ نہیں ہوتے تو
ان کی فراست صورت کا کشف ہوتا ہے
اور غیبی خبریں دینی ہوتی ہیں۔ وہ حقیقت میں
مخلوق سے وابستہ ہوتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ
سے محجوب ہوتے ہیں۔

اور صاحبان معرفت پر جو کچھ منجانب اللہ
وارد ہوتے ہیں۔ وہ سب کا سب اللہ تعالےٰ
کی طرف سے ہوتا ہے۔ (جو یقیناً حقیقت پر
مبنی ہوتا ہے) اور جو لوگ حق تعالےٰ سے
منقطع اور دنیا سے وابستہ ہوتے ہیں تو ان
کے دل مخلوق کی غیبی خبریں جاننا ہوتا ہے
اور لوگ بھی انہی کی عظمت کرتے ہیں۔ اور

والاحوال الغیبیه فالعوام عظموهم واعتقدوهم اهل الله۔ واعرضوا عن کشف اهل الحق والحقموهم ویقولون لو کانوا هؤلاء اهل الله فلم لا یخبرون عن احوال المخلوقات فکیف یقدرون علیٰ کشف امور اعلیٰ من هذا وکذبوهم بهذا القیاس الفاسد وعمیت علیهم الاخبار الصحیحة ولم یعلموا ان ان الله تعالیٰ قد حمی هولاء عن ملاحظة الخلق وحصصهم وشغلهم عما سواه تعالیٰ حمایة لهم وغیره ویشرك فیه المسلمون والنصاریٰ والیهود و سائر الطوائف لانها لیست شریفة عند الله۔

انہی سے عقیدت رکھتے ہیں، اور ان کو ولی اللہ سمجھتے ہیں۔

اور وہ اہلِ معرفت کو بدنام کرتے ہیں، اور کہتے ہیں: اگر یہ لوگ ولی ہوتے تو ہمیں مخلوق کے غیبی حالات کی خبریں دیتے جب وہ مخلوق کی غیبی خبریں نہیں بتا سکتے تو خدائی خبریں کیسے بتا سکتے ہیں۔ اور حقیقت میں وہ یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالےٰ نے ان کو اپنی ذات کے لیے مخصوص کیا ہوا ہوتا ہے اور وہ ماسوٰی سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ اور ان کشفیات کی اللہ کے ہاں کچھ وقعت نہیں۔ کیونکہ ان سفلی کشفیات میں مسلمان عیسائی یہودی اور دیگر باطل فرقے سب برابر کے شریک ہوتے ہیں، توان کشفیات کی اللہ پاک کے ہاں کیا وقعت ہوسکتی ہے۔ اللہ پاک نے اپنے خاص بندوں کو اپنے لیے خاص کیا ہوتا ہے اور ان کی آنکھیں دنیا و مافیہا سے بند ہوتی ہیں۔

(جواہر ملفوظات صد ۱۲۹

نیز خواجہ حاجی دوست محمد صاحب قندھاری کا ملفوظ مبارک ہے اسی جواہر ملفوظات میں ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

ملفوظ حضرت حاجی صاحب قبلہ

"کرامات طلبی دعویٰ فرعونیت و کشف طلبی دعویٰ خدائی است یعنے کرامات کا طلب گار فقیر نہیں ہو سکتا، کیونکہ یہ دعویٰ فرعونی ہے اور اسی طرح کشف کی طلب گاری خدائی دعویٰ ہے۔

اس کا مقصد یہ ہے کہ ایک صوفی صافی کشف و کرامات کو مقصود سمجھ کر طلب نہیں کرتا، کیونکہ کشف کی طلب فرعونیت ہے۔

جیسے فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا: فَاْتِ بِاٰیَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ۔ اور اسی طرح کشف کو مطلوب بنایا گویا خدائی دعویٰ کرنا ہے، کیونکہ یہ اختیاری نہیں ہو سکتے، بلکہ فضل الٰہی اور رب العزت کی مشیّت اور ارادہ پر موقوف ہے ولی کامل کے ارادہ اور اختیار کو اس میں ذرہ بھر بھی دخل نہیں۔

لا مدخل ولا تاثیر لارادته و اختیاره فیهما البتة کما قال العلامة النابلسی۔

بلکہ جس طرح سورج کی شعاعیں سورج کے بغیر اختیار و ارادہ ضوفگن ہوتی ہیں اسی طرح ایک مقرب بارگاہِ صمدیت سے بھی یہ کرامات اور مکشوفات ضوفگن ہوتے ہیں۔

تمت التقدیمات

کراماتِ شریفہ اور مکشوفاتِ منیفہ کے بیان میں

کرامت نمبر ۱

جب حضرت قدس سرہ دہلی سے خلیفہ مجاز ہو کر وطن مراجعت فرمائی تو حضرت کلاں قدس سرہ وروحہ، نے اپنے ایک عقیدت مند ملّا جلال اچکزئی کی معیت میں روانہ کیا جو سوداگر تھا جب بہاول پور آئے تو حکومت کے ٹیکس والے نے آگھیرا حضرت حاجی صاحب قدس سرہ سامان کے پاس بیٹھے تھے۔ اس نے آتے ہی دعا کی عرض کی۔ آپ نے فرمایا؛ ہمارے سوداگر کے ساتھ رعایت کرو، تو دعا کرتا ہوں۔ اس نے کہا؛ میرے اختیار میں ہے۔ آپ نے دعا فرمائی، تو اس نے محصول چونگی کل گیارہ روپے لگائی، حالانکہ محصول چونگی پانچ صد سے کم نہ تھی۔

کرامت نمبر ۲، ۳

ملّا نور اخوندزادہ کہتے ہیں کہ جب ہم امان اللہ کے گھر سے روانہ ہوئے تو امان اللہ اور اس کا بھائی ملّا عبداللہ ہمارے ساتھ ہو گیا ملّا امان اللہ نے اس کو ہر چند منع کیا لیکن وہ نہ مانا۔ ملا امان اللہ نے اسے بددعا دی کہ تم ضرور واپس آ و گے۔ جب راستہ میں رات گذاری تو اس نے رونا اور چیخنا شروع کیا۔ سبب پوچھا تو کہا کہ قندھار کا رخ کرتا ہوں تو

نابینا ہو جاتا ہوں، جب ہرات کا رُخ کرتا ہوں تو بینا۔ ہمارے میزبان نے پر تکلف کھانا پکایا لیکن اس نے کچھ نہ کھایا۔ جب حضرت صاحب کو علم ہوا تو فرمایا کہ میری ہم سفری سے منع کرتا ہے اسی وقت اس کے سینہ پر تین بار بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ پھیرا سب تکلیف ختم ہو گئی گریہ وزاری بھی نہ رہی اور نور چشم بھی واپس آگیا۔ بخیر و عافیت خراسان پہنچ گئے۔ ہرات کے راستہ میں چلتے ہوئے ملا عبداللہ حضرت صاحب سے الجھ پڑا۔ اور مسئلہ بیان کیا کہ جنابت کے لیے تیمم جائز نہیں گو برف باری بھی ہو۔ جب رات کو کھانا کھانے لگے، تو حضرت صاحب نے فرمایا: زیادہ نہ کھا بیمار ہو جاؤ گے۔ مگر اس نے خوب کھایا۔ جب رات ہوئی تو وہ بیمار ہو گیا اور ناپاک بھی ہو گیا۔

دوامر میں مخالفت کی دو تکلیفوں میں ہی مبتلا ہوا اور اسی حالت میں اس کو اونٹ پر سوار کیا، خراسان تک بیماری اور ناپاکی میں بدستور رہا۔

کرامت نمبر ۴

ملّا سیّد نور صاحب کہتے ہیں کہ ایک بار حضرت صاحب دریائے سندھ کے کنارے پر تشریف فرما تھے تو آدمی مشکیں لے کر پانی لایا کرتے تھے۔ ایک دن میں پانی لانے کا فیصلہ کیا۔ جب حضرت صاحب کو پتہ چلا تو منع فرمایا، لیکن میرا پختہ ارادہ تھا کہ جاؤں گا۔ فرمایا: مبادا کیچڑ میں پھنس جاؤ۔ مگر میں نہ رکا، اور مشک اٹھا کر چلا گیا۔ پھر منع فرمایا۔ مگر میں نہ مانا۔ مشک بھر کر لا رہا تھا کہ اچانک دلدل میں پھنس گیا، بڑی مشکل کے بعد دلدل سے نکلا اور واپس آیا۔

کرامت نمبر(۵)

ایک سال آپ خراسان تشریف لے جارہے تھے۔ کیسغر پہاڑ کی وادیوں میں خیمہ زن ہوئے۔ حضرت کے ایک مخلص گل خان نے اپنا خیمہ عین وسط میں لگایا۔ دوسروں نے کنارے پر۔ حضرت نے فرمایا: یہاں خیمہ نہ لگاؤ، کنارے پر لگاؤ۔ پہاڑ سے پانی آکر تمھارا خیمہ مع اسباب غرق کردے گا۔ انھوں نے کہا: موسم خشک سالی کا ہے اور آسمان بھی صاف ہے یہ ناممکن ہے کہ پانی آجائے۔ رات کے وقت پانی آگیا شوروغل مچا تو معلوم ہوا کہ ملک گل خان مصیبت میں مبتلا ہے سب نے دوڑ کر اسے معہ سامان واسباب بمشکل بچایا۔ اور سب نے ملامت کی۔

کرامت نمبر(۶)

موجودہ افغانستان جاتے ہوئے ژوب کی سربلندی تک جب پہنچ گئے تو اترائی میں پانی کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ ایک ساتھی کو پانی کی تلاش میں ادھر ادھر دوڑایا، لیکن کوئی نشان نہ ملا۔ حیران تھے کہ کیا ہوگا۔ خود حضرت کی پیش روی میں ہم چل پڑے آگے جاکر عرض کی کہ حضور یہ راستہ تو نہیں۔ فرمایا: ہم پانی کے لیے جارہے ہیں۔ ابھی تھوڑے آگے ہی گئے، تو وادی میں زوردار سیلاب آگیا ہمارا گمان تھا کہ بڑی مخلوق آباد ہو جائے گی جب دوسرے دن شتربان اونٹ چرا کر واپس آئے تو بتایا کہ سیلاب کا نام ونشان نہ تھا۔

کرامت نمبر ۷

ایک بار قبلہ حاجی صاحب کی بستی چیری کے قریب ایک ظالم کافر نے پیوندوں کے مال مویشی زبردستی پکڑ لیئے اُن روتے پیٹتے ہوؤں کو حضرت قدس سرہ نے وعظ و نصیحت فرمائی لیکن پیوندوں سے خلاف ورزیاں ہوئیں تو حاجی صاحب قبلہ بڑی شفقت سے اٹھے اور نہایت الحاح وزاری سے دعا فرمائی۔ اور کفار کی طرف متوجہ ہوئے کچھ وقفہ کے بعد مال ومویشی واپس آگئے۔ صرف اونٹ کا ایک بچہ رہ گیا۔ حضرت نے فرمایا: تو انشا اللہ امید ہے کہ وہ بھی آجائے گا۔ چنانچہ ان کے قلعہ سے بھاگ کر وہ بچہ بھی آگیا۔

کرامت نمبر ۸

نیز آخوندزادہ سید نور فرماتے ہیں کہ ایک بار یہ فقیر اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ حاجی دوست محمد صاحب قندھاری کے ساتھ دہلی کے سفر میں ساتھ تھا۔ ہمارے رفقاء میں گنڈھیر نام قوم کا ہری پال تھا۔ چنانچہ ہمارے سفر کے دوران گنڈھیر کا اونٹ ایک ایسی مرض میں مبتلا ہوگیا۔ جس کا اٹھنا بیٹھنا محال تھا۔ گنڈہیر نامبردہ شخص نے فقیر سے کہا کہ میں جتنا کتنا اونٹ کو آواز دیتا ہوں، اور مارتا ہوں کہ اٹھ کھڑا ہو۔ مگر یہ ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہے کہ اس کے بچنے کی امید نہیں۔ بنا بریں اگر تمھاری مرضی ہو۔ تو تم میرے اونٹ کا خیال کرو۔ اور میں کوئی اونٹوں کا سمجھدار لاتا ہوں جو اونٹ کو داغ دے دے۔

میں نے نامبردہ گنڈہیر کو کہا کہ کہیں نہ جاؤ اور سب سے پہلے اپنے اونٹ کے واسطے صحت کی دعا حضور حضرت قبلہ سے کرا آؤ۔ انشا اللہ تمھارا اونٹ ٹھیک ہوجائے گا

جونہی مذکورہ شخص نے حضور سے اپنے اونٹ کی صحت کی دعا کرائی. تو واپس اونٹ کے پاس آکر جونہی اونٹ کو آواز ماری۔ اونٹ صحیح سلامت اٹھ کھڑا ہوا ایسا جیسے کہ اسے کوئی مرض بھی نہ ہو۔ اور اونٹ تندرست اونٹوں کی طرح گھاس چرنے لگا۔ فسبحان اللہ وبحمدہٖ۔

کرامت نمبر ۹

ایک بار جب ہمارے حضرت قبلہ قلبی روحی فداہ دہلی شریف سے روانہ ہوئے تو بکنارِ چناب ایک قریہ واقع ہے۔ جس کا نام واسو آستانہ تھا۔ یہاں پر مولوی نور محمد چیلا رہتے تھے۔ جو اس علاقہ میں بڑا نامی گرامی شخص تھا۔ حضور کا ارادہ مبارک مولوی نور محمد مذکور کے ہاں شب باشی کا تھا۔ اور مولوی نور محمد مذکور گھر پر موجود نہیں تھا جب حضور صاحب واسو آستانہ تشریف لائے، تو مولوی نور محمد کے بیٹے مولوی برخوردار نے اپنے والد صاحب کو حضور قبلہ کی واسو میں آمد اور جلد آنے کا خط بھیجا۔ مولوی نور محمد نے واپس خط اپنے فرزند کو بھیجا کہ میرا آنا نہیں ہو سکتا، کیونکہ مجھے کفار نابکار اپنے پاس رکھے ہوئے ہیں۔ اور ایک سے دوسری جگہ جانے کی چھٹی نہیں دیتے۔ جب نور محمد کا خط اس کے فرزند برخوردار کو ملا، تو حضور نے پوچھا کہ مولوی نور محمدؒ نے خط میں کیا لکھا ہے۔ چنانچہ خط کا جواب پڑھ کر سنایا تو فوراً حضرت صاحب قبلہ فرمانے لگے کہ مولوی نور محمد جھوٹ بولتا ہے۔ وہ ابھی یہاں پہنچ آئے گا۔ واقعی تھوڑی دیر گذری کہ مولوی نور محمدؒ پہنچ گیا۔ اور آکر حضور قبلہؒ کے قدم بوس ہوا۔ حضور نے مولوی نور محمد سے فرمایا: تم نے اپنے نہ آنے کے بارہ میں اپنے فرزند کو چٹھی لکھی تھی پھر تم کیوں آگئے۔ مولوی نور محمد نے عرض کی: قبلہ بے شک بندہ نے اپنے

فرزند کو چھٹی لکھی تھی۔ مگر میں جب حیدرآباد آیا، تو میں نے خواب دیکھا کہ آں جناب حضور نے میرے منہ پر طمانچہ مارا اور فرمایا: میں تمھارے پاس آیا ہوں اور تم لیے جا رہے ہو۔ جونہی خواب سے بیدار ہوا، تو انگریز کافر کو جواب دے کر حضور کے پاس پہنچ گیا ہوں۔ اور نور محمد کا خواب سچا تھا کہ ملا شیر محمد اور ہم سب رفقائے مولوی مذکور کے چہرہ پر حضور کے طمانچہ کا اثر دیکھا۔

کرامت نمبر ۱۰

ملّا سید نور اخندزادہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ کو بیعت ہونے سے پہلے ہمیشہ یہ وسوسہ رہتا تھا کہ حضور ختم خواجگان پڑھتے ہیں اور اس میں کلمہ یَا رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ ہمیشہ پڑھا کرتے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ آپ یَا رَافِعُ الدَّرَجَاتِ پڑھتے، کیونکہ یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ صیغہ اسم فاعل کا ہے۔ اور یَا رَفِیْعُ الدَّرَجَاتِ صیغہ صفت مشبہ کا ہے۔ یہ بندہ کے دل کا خطرہ تھا۔ جو بسبب حیا و ادب حضور قبلہ کے بندہ زبان پر نہ لاتا تھا۔ چنانچہ ایک وقت ایسا تھا کہ حضور قبلہ خود اس کی تشریح فرمانے لگے۔ اور فرمایا: یَا رَفِیْعُ الدَّرَجَات کا لفظ فقیر نے اپنے شیخ و پیرو مرشد کی زبانی سنا۔ جس کی وجہ سے فقیر کو یہ کلمہ ختم خواجگان رضوان اللہ علیہم میں پڑھنے کو جی چاہا۔ اور ساتھ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ میرے حضرات کا تعامل اسی کلمہ پر ہے۔ اور دوسری دلیل یہ ہے کہ یہ صیغہ صفت مشبہ کا ہے۔ جس میں کلمہ یَا رَافِعُ الدَّرَجَات سے مبالغہ زیادہ ہے۔

اور تیسری دلیل یہ ہے کہ یہی کلمہ قرآن مجید میں سورہ زمر پارہ ۲۴ میں رَفِیْعَ الدَّرَجَاتِ ذُوالْعَرْشِ آیا ہوا ہے۔ (تمت)

باب اوّل کی چوتھی فصل

جو مکتوبات شریفہ اور اسماء گرامی خلفائے عظام کے بیان میں ہے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ط

پیش لفظ

حضرت قبلہ حاجی صاحب قدس سرہ کے فیوضات عالیہ کے ضمن میں آپ کے مکتوبات شریفہ کا ذکر بہت ضروری ہے، کیونکہ طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں بلکہ جملہ طُرق صوفیائے کرام میں مکتوبات شریفہ بڑی قیمت اور اہمیت کے حامل ہیں۔ خصوصاً امام ربانی قیوم زمانی حضرت مجدد الف ثانی قدسنا اللہ بسرہ السامی کے مکتوبات شریفہ کے بعد تمام مشہور سلاسل (نقشبندیہ مجددیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) میں مکاتیب ملتے ہیں۔ اور وہ بڑے قیمتی سرمایہ ہیں۔ فیضان اور افادیت کے اعتبار سے ان کو ذریعہ رشد وہدایت و ابلاغ و اشاعتِ اسلام اختیار کر کے اس کو عام کر دینا علاوہ خصوصی افادیت کے ایک سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا احیا بھی ہے۔

سلاطین عالم کو ۹ھ آں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے مکاتیب گرامی اس غرض کے حامل ہیں۔ نیز بذریعہ مکاتیب اولیاء کرام اپنے غائبین خلفاء اور مریدین کو ترقی

مقامات سے بھی بہرہ ور فرماتے رہا کرتے تھے۔ اس سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں اس کے بعد سنت مشائخ کرام بھی رہی ہے کہ رشد و ہدایت کے سلسلے کو بذریعہ مکتوبات جاری رکھا جائے

''المکتوبات نصف الملاقات''

تو ہمارے حضرت حاجی صاحب قبلہ کے مکتوبات شریفہ کا ذخیرہ کافی تعداد میں محفوظ ہے اور وہ ایک علیٰحدہ جلد کا تقاضا کرتے ہیں۔ اور یہ مجموعہ اتنی ضخامت کا حامل نہیں ہو سکتا، لہٰذا بطور نمونہ پانچ مکتوب شریفہ بصورت تلخیص و اختصار درج مجموعہ کیا جاتا ہے۔ جو اپنی جگہ معرفت بھرے مکتوب بھی ہیں اور جس میں چند ایک خلفائے گرامی کے اسمائے مبارکہ بھی درج ہیں اور جن پر کاربند رہنا شیطان کے شر سے اور زمانے کے فتنوں سے محفوظ رہنے اور اپنے عقائد کو بطور جماعت حقہ اہل سنت والجماعت رکھنے کے لیے ازبس ضروری ہیں۔

یہ پہلا مکتوب جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ یہ وہ مکتوب ہے جو حضرت قبلہ حاجی صاحب نے اپنے پیر و مرشد حضرت کلاں یعنی حضرت شاہ احمد سعید صاحب کے مخدوم زادے جناب مولانا حافظ محمد مظہر صاحب کے اس گرامی نامے کے جواب میں لکھا ہے جو آں موصوف نے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں اپنی مستقل اقامت فرمانے کے بعد کتاب مقاماتِ احمدیہ سعیدیہ اپنے والد بزرگوار حضرت کلاں کے مناقب شریفہ میں تصنیف فرمانے کا مصمم ارادہ فرمایا تھا اور حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کو اپنے اور اپنے خلفائے گرامی کے حالات و واردات اور مقامات سے مطلع کرنے کے سلسلے میں تحریر فرمایا تھا۔ یہ مکتوبات شریفہ ''فضائل الباری فی مناقب حاجی دوست محمد صاحب قندھاری'' قلمی میں۔ کتب خانہ خانقاہ احمد سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسماعیل خاں میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔ فھو اللہ المستعان و علیہ التکلان و لا

حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پہلا مکتوب

جامع العلمین حاجی الحرمین الشریفین مقبول رب المشرقین ورب المغربین وسیلتنا الی اللہ الاحد الباری حضرت حاجی مولانا دوست محمد صاحب قندھاری نور اللہ مرقدہ المنیف وبرد اللہ مضجعہ الشریف نے تعمیل ارشاد حضرت مخدوم زادہ فرماتے ہوئے اور تحدیث بنعمۃ اللہ کے طور پر تحریر فرمایا ہے، جو درج ذیل ہے۔

مکتوب اوّل

در بیان احوال خلفائے کرام جو حضرت حاجی صاحب کے حین حیات میں خلافت سے سرفراز ہوئے یعنی مرجع خلائق و ہادی بندگاں ہوئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی امابعد

کمترین وکہترین نیازمندان روسیاہ بدفعال و بےعمل و بےکردار فقیر لاشے دوست محمد جو حاجی کے نام سے مشہور ہے۔ کان اللہ لہ عوضا کل شئ بجناب ، خدام ، ذوی المجد والاحترام ، ذات قدسی صفات ، معدن اسرار الٰہی ، مخزن انوار نامتناہی ، ہادی گمراہانِ بوادی غوایت ، حامی عاکفان نادی ہدایت ، قطب جہاں ، ساقی شرابِ

اذواق الٰہی، فیض انوار حضور و آگاہی، زبدۃ العارفین، عمدۃ الواصلین، وارث الانبیاء و المرسلین، المستغنی عن توصیف الواصفین۔

بیت ؎ لا یدرک الواصف المطری خصائصہٗ
وان یک سابقا فی کل ما وصفا

ترجمہ شعر میں ؎ آپ کے اوصاف حسنہ کس زباں سے ہوں بیاں
وہ جو ہیں اور دل میں، آپ میں ہیں سب عیاں

حضرت نسیم صاحب والامناقب مولانا وقبلتنا وسیلتنا الی اللہ المجید حضرت شاہ احمد سعید صاحب (اُن پر میرے دل و جان قربان ہوں) لا زالت شموس فیوضہ ساطعۃ وقموس برکاتہ علینا و علی جمیع المستفیدین الی یوم الدین۔ سنت نبویہ خیر الانام (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے مطابق تحائف کی ترسیل کے بعد، بصد عجز و انکسار جو خاص شیوہ غلامان خاکسار ہے، بزبان ادب عرض گزار ہوں کہ جو سرفراز نامہ عنبر شمامہ حضور پُرنور، مخدوم زادہ، سعادت و سادہ، جامع کمالات ظاہریہ و باطنیہ، حمید خصال، نیکو سیر حضرت حافظ محمد مظہر صاحب نے اس عاجز کے اپنے حالات اور ان غلاموں کے حالات زندگی کے متعلق استفسار فرماتے ہوئے ارسال فرمایا ہے۔ جو اس عاجز مسکین کے ذریعے طریقہ عالیہ میں داخل ہو کر مستقیم الاحوال ہو کر مشرف با اجازت ہوتے ہیں اور جو سلسلہ عالیہ کی اشاعت اور ترویج میں مشغول ہیں۔ فقیر کے بروقت روانگی خراساں موصول ہوا۔ خوشی بر خوشی حاصل ہوئی۔

ع بوسیدم و بر مردمک دیدہ نہادم

چوما، اور سر آنکھوں پر رکھا۔ بندہ اگرچہ اس کا اہل تو نہیں، مگر تحدیث بنعمۃ اللہ کے طور پر

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ جو واردات وفیوضات آنحضرت قلبی و روحی فداہٗ کے سینۂ گنجینۂ معارف، اور قلب مبارک، سے اس کمینہ خادماں کو نصیب ہوئے ہیں۔ اظہار شکر نعمت الٰہی کرتے ہوئے اور سرمایہ سعادت ابدی تصور کرتے ہوئے حسب امتثال فرمان حضرت صاحبزادہ عالیشان کچھ اپنے اور اپنے احباب کے حالات اگرچہ اس سراسر ننگ وعار کے لیے باعث شرم وعار ہیں، سپرد قلم کرتا ہوں اور تفصیل وار خدمت سراپا برکت میں پیش کرتا ہوں۔

اولاً عرض یہ ہے کہ جب پہلی بار یہ عاجز حضور سے رخصت ہو کر اپنے وطن آیا تو اپنے کو یہ تصور کرتا تھا کہ انسانیت سے نکال کر حیوانیت کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ اپنے اور حیوانانیت میں کچھ فرق محسوس نہ کرتا تھا۔ پھر آنحضور اس بے مایہ کو اپنی توجہات سے نباتیت میں لے آئے کہ اپنے آپ کو گیاہ و نباتات جانتا تھا۔ کچھ مدت یہی حالت رہی۔ اس کے بعد حضور اس فقیر کو جمادیت میں لے آئے کہ اپنے کو پتھروں جیسا بے حس و حرکت جانتا تھا۔ اور اب تو حالت یہ ہے کہ جماد بھی نہیں ہوں۔ لاشئے محض اور جماد صرف اپنے آپ کو دیکھتا ہوں اور مُحیِی و مُمیت و مُرید و علیم و سمیع و بصیر و محرک و متکلم وہی ذات پاک جل شانہٗ نظر آتی ہے۔ اپنے اور ماسوی اللہ کے وجود کا فقیر کو نام و نشان تک بھی کہیں نظر نہیں آتا۔ دل میں نہ حرکت ہے نہ ذکر، نہ دل میں کوئی گرمی محسوس ہوتی ہے، اور نہ اب کوئی ہمت رہی ہے، مگر توجہ بفضلہٖ تعالےٰ خود بخود ہے۔

ترجمہ شعر و رباعی (فارسی)

عشق آیا اور میرے وجود میں خون کی طرح جاری ہو گیا۔ یہاں تک کہ مجھے خالی کر کے دوست کو سما دیا۔ میرے وجود کے سب اجزا پر دوست متقابض

ہوگیا، میں برائے نام ہوں۔ جو کچھ میرے اندر ہے دوست ہی دوست ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ اب آں حضور کی برکت سے اسلام حقیقی سے مشرف ہوا ہوں۔ اقربیت و معیت و محبت وغیرہ **مقامات عالیہ مجددیہ** میں تمیز کرنا مشکل تھی۔ اور جب آخری مقام **لاتعین** پر پہنچا، تو تمیز اچھی طرح آگئی۔ اور حضور کی توجہ سے حلقہ میں بے حد فیوضات اور تاثیرات پائی جاتی ہیں۔

رباعی (فارسی)

بے لطف تو من قرار نتوانم کرد
احسان ترا شمار نتوانم کرد
گر بر تن من زبان شود ہر موئی
یک شکر تو از ھزار نتوانم کرد

ترجمہ : آپ کی عنایت کے بغیر مجھے کوئی سکون میسر نہیں۔ اور نہ ہی آپ کے کرم شمار کر سکتا ہوں اگر میرے جسم کے تمام بالوں کو زبان نصیب ہو جائے، تو ہزار میں سے ایک کا بھی شکر ادا نہیں کر سکتا۔

احباب کا حال یہ ہے۔

چند احباب نے ہر طرف سے مایوس ہو کر فقیر کی جانب رجوع کیا۔ بحمد اللہ! فائدہ ہوا۔ جو درج ذیل ہیں :

(۱) سیّد حیدر شاہ صاحب

ہو کوچی ہیں اور جلیل القدر عالم ہیں۔ ہر فن میں مہارت رکھتے ہیں۔ چند سال کسب سلوک کر خلعت خلافت سے مشرف ہو کر ترویج طریقہ شریفہ میں مشغول ہیں۔

(۲) سید مھتر موسیٰ شاہ صاحب

جو سید حیدر شاہ کے ماموں ہیں۔ پہلے انڈڑ قوم کے شیخ جو مشہور بہ حاجی صاحب تھے، سے بیعت بھی کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا، تو فقیر کی جانب رجوع کیا۔

(۳) ملا دوران انوند قندھاری

ملّا راز محمد قندھاری، ملّا مراد انوند سلمہ اللہ تعالےٰ، ملّا شیر محمد کلاچی، ملّا امان اللہ ہراتی ان سب حضرات نے میاں خواجہ سلیمان تونسوی سے بیعت کی تھی، مگر نسبت باطنی سے باوجود سالہا سال ان کی صحبت میں رہنے کے اپنے باطن کو خالی پایا۔ تو ان سے مایوس ہو کر تجدید بیعت کی اور مقامات سلوک مجددیہ، بالاکمال والتکمیل طے کر کے خلعتِ خلافت سے مشرف ہو کر ترویج طریقہ شریفہ میں مشغول ہیں۔

(۴) ملا رحیم بخش[ا] اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

جو ہندوستان اور عرب کے مشہور شیخ احمد عرب عباس سے بیعت ہوتے ہوئے بھی فقیر کے پاس آئے اور تجدید بیعت کی۔ اور صاحب مقامات عالیہ ہو کر خلافت عظمیٰ اور نعمتِ کبریٰ سے مشرف ہوئے۔ ان کی سکونت فقیر کے پاس ہی ہے۔

(۵) مولوی غلام حسن صاحب ڈیرہ اسمٰعیل خاں والے

جو کہ استاد کل ہیں۔ ظاہری علم میں یکتائے روزگار ہیں۔ فقیر سے بیعت ہوئے اسی طرح

ا: یہ وہی خلیفہ مجاز ہیں جو فضائل الباری کے جامع اور حضور کلاں کے ہجرت کے بعد خانقاہ مظہریہ دہلی کا حضرت حاجی صاحبؒ نے انتظام وانصرام ان کے سپرد فرمایا۔

(۶) مولوی عبدالوہاب اور ملا قطار اخوندزادہ کسیغری

دونوں سال سالہامیاں خواجہ سلیمان صاحب سنگھڑ والوں کی صحبت میں گذارنے کے بعد فقیر سے تجدید بیعت کر کے خلعت خلافت سے مشرف ہو کر خلق اللہ کو اپنے حلقہ ذکر و مراقبہ سے منور کر رہے ہیں۔

(۷) ملاّ سمور اخوندزادہ

جو بڑے عالم فاضل، فقیہہ کامل ہیں۔ مقامات طریقت کسب کر کے خلافت سے مشرف ہونے اور خلق خدا کو مستفیض فرمارہے ہیں۔ یہ صاحب طرفہ تماشہ تھے۔ ایک دنبہ بلچی بڑا سری پاؤوں سمیت کھاجاتے تھے۔ اور اس پر چند سیر انگور اور میوہ جات بھی تناول فرماجاتے تھے، تب بھی سیر نہیں ہوتے تھے، اور اتنا کثیر کھانے کے باوجود بھی عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے تھے، فقیر کے پاس امتحان لینے کے طور پر آئے تھے کہ اگر اس فقیر کے تھوڑے سے کھانے پر بندہ سیر ہوگیا، تو ان سے بیعت کروں گا۔ چنانچہ فقیر کے پاس جب آئے تو فقیر نے چند ٹکڑے گوشت کے اور شوربا اور تین روٹیاں نہایت باریک ان کے آگے رکھیں۔ چنانچہ کھانا ابھی باقی تھا کہ وہ سیر ہو گئے۔ اور یہی واقعہ ان کے طریقہ عالیہ میں داخل ہونے کا سبب بن گیا۔

اور اسی طرح ان کے بیٹے ملاّ میر باز اخوندزادہ جو عالم کامل تھے، پہلے پہل جب فقیر کے پاس آئے، تو طریقہ میں داخل ہونا چاہا۔ فقیر نے اسے کہا کہ تم مرد نسواری (یعنی تمباکو کھانے کے عادی) ہو۔ فقیر تمہیں بیعت نہیں کرتا۔ جب تم تمباکو کھانے سے

باز رہو گے، تو تمہیں طریقہ میں داخل کروں گا۔ جب واپس گھر کو گئے، تو بفضل خدا تیسرے دن ان کو جذبات و واردات اور تجلیات نے آن گھیرا۔ یہاں تک کہ اپنے کئے پر پشیماں ہو کر فقیر سے بیعت ہوئے۔ اور صاحب مقامات عالیہ مجددیہ بنے۔ خلعت خلافت سے مشرف ہو کر اپنے ملک و وطن میں ایک خانقاہ کی بنا بھی انھوں نے ڈالی، جو کہ علاقہ مُقر موجودہ افغانستان میں ہے۔ اور ہزارہا اشخاص کو اپنے فیوضات سے مالا مال کیا۔ اور صدہا کو خلافت سے نوازا۔ ان کے وجود مسعود سے بے حساب فیض خلق خدا کو پہنچ رہا ہے! اور اسی طرح مندرجہ ذیل خلفاء حضرات:

(۸) خان اخوندزادہ۔ ملا جانان اخوندزادہ (۹) ملا محمّد گل اخوندزادہ

کا حال یہ ہے کہ یہ صاحب اپنے آباؤ اجداد سے صاحب کمال ہیں۔ اپنے علاقہ کے فقرأ پر پھرتے رہے کہ کوئی صاحب کمال ملے۔ تو اس کی بیعت کرے۔ اسی خیال میں اِدھر اُدھر پھرتے رہے کہ ایک دن خواب دیکھا کہ ان کے بڑے دادا جی صاحب جن کا نام ملا شاہ ولد اخوند تھا۔ جو میاں عمر چوکنی والے کے مرید تھے۔ وہ ان کو فرما رہے ہیں کہ جاؤ! حضرت حاجی صاحب قبلہ کی بیعت ہو جاؤ۔ پس فقیر کے پاس آئے۔ اور ہزار عاجزی و انکساری عرض کی کہ حضور! مجھے بیعت فرماؤ۔ اس وقت چونکہ قلادۂ منصب قضا و فتویٰ حاکم کلاں خانِ میر عالم حدود خراسان کی طرف سے ان کی گردن میں پڑا ہوا تھا۔ فقیر نے ملا مذکور کو بیعت کرنے سے انکار کیا کہ جب تک یہ منصب قضا اور مولویت ترک نہ کرو گے، تم کو طریقہ عالیہ میں داخل نہیں کروں گا۔ جب فقیر نے اس کو بیعت کرنے سے انکار کیا تو وہ خان صاحب موصوف کے پاس جا کر استیفاء (استعفاء) منصب قضا کی دے آئے۔ اور قضائیت اور ملائیت دونوں کو مکمل ترک کر کے فقیر کے پاس پھر آئے، تو فقیر

نے ان کو داخلِ طریقہ عالیہ شریفیہ کیا کئی سال اذکار اور افکار الٰہیہ میں مصروف رہ کر جملہ مقاماتِ سلوک طے کر کے خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے اور طریقہ عالیہ کی اشاعت میں مصروف رہے۔ بارک اللہ فی عمرہٖ۔ اور **خان اخوندزادہ** نے دو جگھوں سے بیعت کی تھی۔ مگر اپنے آپ کو نسبت شریفہ مجددیہ سے خالی پا کر فقیر کی جانب رجوع کیا۔ اور فقیر سے بیعت ہوئے۔ چند سال کے بعد فقیر نے ان کو بھی شرف اجازت سے مشرف فرمایا۔ آگے اشاعت طریقہ عالیہ اور تکمیل طالبان کے کام میں مشغول ہیں۔

(۱۰) مولوی محمد جاناں اخوندزادہ

علاقہ مرغہ کے رہنے والے ہیں اور بڑے بزرگ خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جناب قاضی یار محمد صاحب اخوندزادہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ جامع العلوم متداولہ ہیں۔ اور علم تصوف میں بے نظیر ہیں۔ فقیر کی جانب رجوع کیا اور طریقہ عالیہ میں داخل ہو گئے۔ کئی سال کسبِ سلوک کرنے کے بعد خلعتِ خلافت سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ! کہ انھوں نے ہزارہا اشخاص کو بیعت کر کے داخل طریقہ فرمایا ہے۔ اور یہاں ان کے انوار سے منور ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صاحب کشف صحیح ہیں۔ اور احوال عجیبہ کے مالک ہیں۔ فقیر کو بہت پیارے لگتے ہیں کہ جامع جمیع علوم و فنون ہیں اور ساتھ ہی فقیر کے ساتھ بھی ان کو کمال محبت ہے۔

اور اسی طرح (۱۱) ملا دوران اخوندزادہ اور (۱۲) ملا راز محمد قندھاری

ملا دوران اخوندزادہ علاقہ مغنڈان کے باشندے ہیں۔ جنھوں نے محمد سعید اخوندزادہ صاحب سے بیعت کی تھی۔ ان سے چند سال کسب طریقت بھی کی۔ مگر کیفیت باطنی سے

خالی تھے۔ آخر ان کے سابقہ پیر صاحب کی اجازت سے فقیر کے پاس آئے۔ اور بیعت کی۔ اور اجازت و خلافت حاصل کر کے اشاعتِ طریقہ میں مصروف ہیں۔ اور مُلّا راز محمد صاحب قندھاری، پیر کی تلاش میں ہندوستان دکن اور خراسان ہر طرف پھرتے رہے ہیں۔ مگر ان کو کوئی پیر نہ ملا۔ نہ کہیں سے ان کی تسکین کا سامان بہم پہنچا۔ آخر فقیر کے پاس آئے۔ اور بیعت کی۔ کسبِ طریقت میں شروع ہوئے تو بحمد اللہ سبحانہ، حالاتِ عجیبہ اور تاثیراتِ غریبہ ان کو حاصل ہوئے اور شرفِ اجازت و خلافت سے مشرف ہو کر پہلے بلخ گئے اور پھر بخارا اور آخر میں سمرقند پہنچے۔ بفضل ایزد متعال سمرقند میں ان کو شہرت تمام حاصل ہوئی۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ اور وہاں پر ان کو قبولیت تامہ حاصل ہوئی کہ مرجع خلائق بن گئے تھے۔ چند دن ہوئے فقیر کی ملاقات کے لیے آئے تھے۔ اور جب رخصت لے کر واپس قندھار جانے لگے، تو بمشیت ایزدی جل شانہ، راستے ہی میں حدود غزنین[1] میں بیمار ہوئے اور وصال فرما گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(۱۳) حاجی ملا شہباز اخوند زادہ اور (۱۴) ملا اسلام اخوند فقیہہ :

دونوں اطراف خراسان کے رہنے والے ہیں، فقیر سے بیعت ہوئے۔ اور کسبِ طریقت کر کے مشرف با اجازت و خلافت ہوتے ہیں اور اشاعت طریقہ شریفہ میں مشغول ہیں۔

(۱۵) ملا مراد خان اخوند زادہ

یہ صاحب حدود خراسان بریج کے علاقے کے باشندے ہیں۔ چند سال کتب سلوک میاں خواجہ سلیمان صاحب سے پڑھیں۔ مگر نسبت باطنی سے خالی رہے۔ تو فقیر کے پاس آ کر

---

[1] غزنین موجودہ افغانستان میں غزنی کے نام سے مشہور ہے۔ ۱۲

بیعت ہوئے۔ اور کسب طریقت میں مشغول ہیں۔ بحمد اللہ عجب حالات اور تاثیرات کے مالک ہیں۔ شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔ اور اشاعت طریقہ شریفہ میں مشغول ہیں۔

(۱۶) مولوی محمد عادل صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ صاحب علاقہ ژوب (موجودہ بلوچستان) کے رہنے والے ہیں۔ عالم بے بدل اور فاضل اکمل ہیں۔ صاحب تصنیف ہیں۔ فقیر کے پاس ان کے آنے کی پہلی وجہ یہ بنی کہ وہ چند لوگوں کے ساتھ فقیر کے پاس آئے۔ اور مرحبا اور ملاقات کے بعد فقیر نے پوچھا: کہاں سے آئے ہو؟ تو بولنے لگے کہ تمھارے بحث و مباحثہ کرنے آیا ہوں۔ فقیر نے پوچھا: بحث و مباحثہ فقیر کے ساتھ کس مسئلے میں کروگے۔ کہا کہ بحث و مباحثہ آپ سے اس مسئلے میں کرتا ہوں کہ آپ نے جو اپنے مریدوں کو ژوب بھیجا ہے۔ اور خلافت سے سرفراز فرمایا ہے، وہ سب بے علم ہیں اور بے علم جاہل کو خلافت دینی جائز نہیں۔ تو فقیر نے پوچھا: یہ بتاؤ کہ علم کا حاصل کرنا کیا حصول طریقت میں شرط ہے؟ کہا: ہاں، علم طریقت حاصل کرنے کے لیے علم ظاہری حاصل کرنا شرط ہے۔ فقیر نے کہا: یہ تم غلط کہتے ہو۔ علم شرط اعمال ہے نہ کہ فیوضات ربانی۔ انھوں نے کہا: طریقت حاصل کرنا بغیر علم جائز نہیں۔ فقیر نے کہا: یہ بتاؤ! حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت عیسیٰؑ اور ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی سے علم حاصل کیا؟

اس نے کہا: خداوند کریم سے۔ فقیر نے پوچھا کہ مولوی صاحب! وہ خداوند کریم جس ذات پاک نے ان بزرگوں، پیغمبران دین علیہم السلام کو اپنی جانب سے علم عطا فرمایا ہے (یعنی علم لدنی) کیا وہ اب میرے خلفاء کو کہ جن کو تم جاہل کہتے ہو۔ اپنی جناب عالی

سے علم عطا نہیں کر سکتا؛ حالانکہ اس کی صفت ہے کہ وہ اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ ہے. یعنی وہ ہر حال میں ایک ہی طرح ہے۔ اور ایک ہی طرح کی قدرت کا مالک ہے تو کیا وہ بغیر درس و تدریس اور کسی سے علم پڑھے بغیر اپنی جناب عالی سے علم عطا فرمانے پر قادر نہیں! پھر فقیر نے کہا؛ تم کہو گے کہ تم نے جو مثالیں پیش کی ہیں۔ وہ تو سب انبیاء اور مرسلین کی ہیں فقیر تم کو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے ایسے بزرگوں کے نام بتاتا ہے جو بالکل ناخواندہ اور اُمّی ہو گذرے ہیں۔ مگر ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنی جناب عالی سے بے پایاں علم عطا فرمایا تھا۔ (یعنی علم لدنی) جیسے حضرت اویس قرنی، حضرت خواجہ ابو سعود سندی، حضرت خواجہ احرار، شیخ احمد نامقی اور شیخ برکہ وغیرہ رضوان اللہ علیہم اجمعین، یہ سب حضرات وہ بزرگ ہو گذرے کہ جن کو اللہ کریم نے بغیر رسمی علم پڑھے اپنی جناب عالی سے علم عطا فرما کر درجہ کمال کو پہنچایا ہے۔ اور بھی فقیر نے بہت سارے بزرگوں کے نام مولوی صاحب موصوف کے آگے ذکر کئے جو درجہ کمال کو علم ظاہری حاصل کئے بغیر پہنچے تھے۔

خلاصہ کلام، وقتِ اشراق سے نماز ظہر تک یہ مولوی صاحب انکار پر اصرار ہی کرتے رہے۔ آخر فقیر نے ان کی جانب قلبی توجہ پھیری اور کہا کہ اے کاکڑ[۱]! قابو رہنا۔ اگر تم نے اس فقیر کو لاجواب کیا تو اپنی خانقاہ چھوڑ کر تمہاری شاگردی اختیار کروں گا۔ ورنہ تم کو فقیر کے آگے دست بستہ باادب بیٹھ کر فقیر کا مرید بننا پڑے گا۔ بس فقیر کا یہ کہنا تھا کہ مولوی صاحب موصوف پر لرزہ طاری ہو گیا، اور زبان میں لکنت آگئی کہ زبان سے لفظ

---

[۱]: اے کاکڑ! مولوی صاحب موصوف قوم کے کاکڑ تھے اور سارا علاقہ ژوب کا کاکڑستان ہے۔

صحیح نہ نکال سکتا تھا۔ جب مولوی صاحب کی یہ حالت ہوئی، تو فقیر کے آگے دست بستہ ہو کر باادب بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ حضرت قبلہ! بندہ کو معاف فرماؤ، اور ساتھ ہی بیعت فرماؤ بندہ نے اس قدر جو بحث و مباحثہ آں جناب کے ساتھ کیا، تو آں جناب کے امتحان کے لیے کیا کہ کیا آنحضرت عالم ہیں یا نہ۔ اب جب آنحضور کا حال بندہ کو معلوم ہو گیا ہے۔ براہ عنایت بندہ کو مرید بھی بناؤ اور بیعت فرماؤ۔ اور اس طرح سے مولانا مذکور سلسلہ عالیہ میں داخل ہوتے اور بڑے ذوق و شوق سے بیعت کر کے اذکار الہیہ اور مراقبات مقامات عالیہ کے حصول میں مصروف رہے۔ آخر الامر شرف اجازت اور خلافت سے مشرف ہو کر بے حد لوگوں کو داخل طریقہ فرمایا۔ اور اسی کام میں مشغول ہیں۔ فالحمد للہ علی ذالک۔

(۱۷) ملا کاکی صاحب

پونده اور قوم کے کوچی ہیں۔ بچپن ہی میں فقیر کے پاس آئے اور بیعت کی۔ اور ذکر و مراقبہ میں مصروف ہو گئے۔ مقامات عالیہ نقشبندیہ بالکمال والتکمیل حاصل کر کے صاحب حالات عجیبہ ہیں۔ اور ساتھ ہی کشف عیانی کے مالک ہیں۔ اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت اور دیدار ان کو اکثر حاصل ہوتا رہتا ہے۔ جب بھی مراقبہ میں بیٹھتے ہیں۔ گویا حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس شریف میں بیٹھتے ہیں۔ اور ان کو جمال باکمال نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ مولانا بے حد مرتاض اور ریاضت کش تھے۔ شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔ اور کفار سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ نور اللہ مرقدہ۔

---

(۱۸) ملا میاں اخوندزادہ

فقیر سے بعیت ہوئے اور مقامات عالیہ سلوک نقشبندیہ مجددیہ حاصل کر کے شرف اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ صاحب کرامات عالیہ تھے۔ یہاں تک کہ پرندوں کی زبانیں اور بولیاں جانتے تھے۔ اور پتھروں سے ہمکلام رہا کرتے۔ عنقریب وفات پا گئے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ (نوے سال کی عمر میں)

(۱۹) ملا اعظم صاحب پونده

فقیر سے ابتدا میں بعیت ہوئے۔ اور سلوک حاصل کر کے شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔ اس قدر استغراق ان پر غالب رہتا کہ عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرتے ادراک صحیح اور کشف قلوب رکھتے ہیں۔ فقیر سے اجازت حاصل کر کے اذکار اور افکار الٰہیہ میں مشغول ہیں۔ اور ساتھ ہی اشاعت طریقہ عالیہ میں مصروف ہیں۔

(۲۰) ملا حاجی یار محمد سلمہ اللہ تعالیٰ

قوم کے بختیار ہیں۔ بہت سارے مشائخ زمانہ کے پاس پھرتے رہے ہیں آخر تکمیل سلوک کے لیے فقیر کے پاس آئے۔ بڑے عالم اور عامل ہیں۔ اور معمر کہ نوے ۹۰ سال سے اوپر ان کی عمر ہے۔ اجازت طریقہ شریفہ سے مشرف ہوتے۔

(۲۱) مولوی خان محمدؐ اخوندزادہ

فقیہہ جید ہیں۔ پہلے مشائخ ذاکریوں سے بعیت تھے۔ پھر فقیر کے پاس آکر بعیت کی

کیونکہ نسبت سے خالی تھے بیعت کر کے سلوک طریقہ مجددیہ کی تکمیل کی اور شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔

(۲۲) ملا مہربان اخوندزادہ

فقیر سے بیعت ہوئے اور کسب طریقت کر کے شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔ اشاعت طریقہ شریفہ میں مشغول ہیں۔

(۲۳) ملا غازی اخوندزادہ

جو ابتدا ہی میں فقیر کی بیعت ہوئے۔ کمالات عالیہ کے مالک ہیں۔ کسب طریقت بالاکمال والتکمیل طے کر کے شرف اجازت سے مشرف ہوئے اور خانقاہ تنرکی میں سکونت رکھتے ہیں۔

ملا دین محمد اخوندزادہ (۲۴)، ملا الیاس اخوندزادہ (۲۵)، ملا پیر محمد اخوندزادہ (۲۶)، ملا میر احمد اخوندزادہ (۲۷)، ملا سید موسیٰ صاحب (۲۸):

یہ سب حضرات جو علاقہ پشین اور موجودہ افغانستان کے رہنے والے ہیں۔ فقیر سے بیعت ہوئے ہیں۔ اور کسب طریقت کر کے اذکار و افکار الٰہیہ میں مصروف ہیں۔ صاحب اذواق و مواجید اور انجذاب ہیں۔ فقیر سے مجاز ہو کر اشاعتِ طریقہ شریفہ میں مصروف ہیں۔

(۲۹) ملا خیر اللہ اخوندزادہ

جو ملا امان اللہ کے بڑے بھائی ہیں۔ علاقہ غنڈاں (موجودہ افغانستان) کے رہنے والے ہیں۔

(۳۰) ملا سیف اللہ صاحب فقیہہ

یہ بھی غنڈان (موجودہ افغانستان) کے رہنے والے ہیں۔ فقیر سے بیعت ہو کر کسب طریقت کر کے شرف اجازت سے مشرف ہوئے ہیں۔

(۳۱) ملا محمد سعید اخوند فقیہہ خراسانی، ملا حاجی محمد یوسف ناصر ملا محمد میر سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ سب حضرات افغانستان کے رہنے والے ہیں۔ فقیر سے بیعت ہوئے، اور کسب طریقت اور تکمیل سلوک حضراتِ مجددیہ رضوان اللہ علیہم کر کے خلعت خلافت سے مشرف ہو کر اشاعتِ طریقہ عالیہ میں مصروف ہیں۔

(۳۳) ملا ہیبت اخوندزادہ فقیہہ کسیغری (شنیغری) اور ملا میر ملک شیرانی (۳۴)

یہ دونوں صاحبان اکٹھے فقیر کے پاس آئے اور بیعت کی۔ تین دنوں تک تو ان کو حرکت قلبی کا بروقت ذکر اسم ذات کا کچھ بھی پتہ نہیں چلتا تھا۔ فقیر سے رخصت ہو کر گھر گئے تو بحمدللہ سبحانہ، ملا ہیبت صاحب پر اس قدر جذبہ طاری ہوا کہ ہر طرف تڑپتے تڑپتے گر جاتے اور لوٹ پوٹ ہونے لگتے۔ اور ہائے ہائے کے نعرے مارتے۔ اور ایسی حالت میں کہ اپنے آپ سے بالکل بے خبر ہو جاتے تھے۔ فقیر جب افغانستان سے واپسی پر کسیغر پہاڑ پہنچا، تو یہ دونوں صاحبان فقیر کے استقبال کے لیے اپنے گھروں سے آئے۔ ملا ہیبت موصوف جذبے کی حالت میں مست و مدہوش تھا اور نہایت بے آرام یہاں تک کہ نماز بھی اطمینان اور آرام سے نہیں پڑھ سکتا تھا۔ اور نماز میں حرکت کرتا رہتا۔

آخر فقیر نے اس کو کہا کہ ملا صاحب! نماز تو کم از کم آرام سے پڑھو۔ مگر ملا موصوف نے معذرت ظاہر کی اور کہا کہ حضور! میرے اختیار میں نہیں۔ ملا میر ملک جو اس کا رفیق تھا رو کر کہنے لگا: حضور! ہم دونوں اکٹھے آئے تھے۔ ملا ہیبت صاحب کے احوال تو یہ ہو گئے ہیں۔ اور میں اب تک خالی کا خالی ہوں۔ اور بے حد رو رو کر عرض کرنے لگا کہ حضور! للّٰہ اس عاجز پر بھی کرم فرمائیں کہ خداوند کریم مجھے بھی اس قسم کا حال عطا فرمائے۔ اور بار بار الحاح اور زاری کر کر کے فقیر کو اس نے بے حد تنگ کیا۔ آخر فقیر کو جوش آ گیا۔ اور دعا کی کہ اے میرے اللہ! اور میرے مولا!! اس ملا اور اس کے سب فرزندان اور اہلِ خانہ کو اپنی جناب عالی سے جذبات اور واردات سے مالامال فرما۔ بس بحمد اللہ سبحانہٗ فقیر کی دعا رنگ لائی اور ملا میر ملک مذکور اور اس کے فرزند اور اس کے اہلِ خانہ وغیرہ سب کے سب مجذوب ہوئے۔ فقیر اپنے حضرات کے قربان جائے! یہ سب میرے حضرت کے سینہ گنجینۂ معارف کے اثرات اور توجہات کے مظاہر ہیں۔ ورنہ من آنم کہ من دانم یہ فقیر تو کمترین خلائق ہے۔ فی الجملہ ملا ہیبت مذکور کسب سلوک اور تکمیل طریقت کر کے خلعتِ خلافت سے سرفراز ہوئے۔ اور اشاعتِ طریقہ شریفہ میں مصروف ہیں یہاں تک کہ ہزاروں رہزنوں کو توبہ تائب کیا۔

(۳۵) ملا ھاتی کیغزی سلمہ اللہ تعالیٰ

یہ پہلے خلیفہ ملا تمر خاں سے بیعت تھے۔ اور ان سے کئی سال کسب سلوک طے کیا۔ مگر اپنے شیخ مذکور کی وفات کے بعد فقیر کے ہاتھ پر تجدید بیعت کی کسب سلوک کیا اور تکمیل کو پہنچے تو فقیر نے ان کو اجازت و خلافت دی۔ اشاعتِ طریقہ میں مصروف ہیں۔

(۳۶) ملا ولی محمد اخوند فقیہہ کسیغری۔ مولوی معز الدین صاحب جامع المعقول
(۳۷)
(۳۸) والمنقول سکنہ کوہی بھارہ ، قاضی میاں عبد الغفار صاحب اخوندزادہ

ملا ولی محمد اور مولوی معز الدین اولاً حضرت خواجہ سلیمان سنگھڑ والوں سے طریقہ چشتیہ میں بیعت تھے۔ مگر اپنے آپ کو نسبت سے خالی پاکر فقیر کے پاس آئے۔ اور بیعت ہوئے۔ فقیر نے ان کو سلوک حضرات نقشبند طے کرایا۔ شرفِ اجازت سے مشرف ہوئے اشاعت طریقۂ شریفیہ میں سرگرم ہیں۔

(۳۹) میاں عبد الغفار اخوندزادہ چودھواں والا

یہ پہلے فقیر محمد رضا صاحب پوندہ زکوڑی سے بیعت تھے۔ ان سے کسب طریقت کئی سال کرنے کے باوجود نسبت شریف حضرات نقشبندیہ سے خالی تھے۔ فقیر کے پاس آئے اور بیعت ہوئے۔ اور کسب سلوک حضرات نقشبندیہ مجددیہ کی تکمیل کی۔ فقیر نے ان کو خلافت دی۔ اور وہ بفضلہٖ تعالیٰ اشاعت طریقۂ شریفیہ میں لگ گئے۔ یہاں تک کہ چند لوگوں کو طریقۂ عالیہ میں داخل بھی کیا ہے۔ عنقریب وفات پاگئے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ

(۴۰) میاں غلام محمدؒ چودھواں والے

اٹھارہ سال خواجہ سلیمان صاحب سنگھڑ والوں کی خدمت میں رہے۔ اور بارہ سال میاں عبد الوہاب صاحب چودھواں والے کی صحبت میں رہے۔ مگر نسبت شریف سے خالی تھے۔ آخر فقیر کی جانب رجوع کیا۔ اور تجدید بیعت کی۔ فقیر نے ان کو سلوک

حضرات خواجگان نقشبندیہ مجددیہ طے کرایا اور خلافت دی۔ الحمد للہ انوار اور آثارِ عجیبہ کے مالک ہیں۔ اشاعت طریقہ میں سرگرم ہیں۔

(۴۱) مولوی شیر محمد صاحب کلاچی والے

پانچ سال مولوی غلام محی الدین صاحب قصوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے۔ اور ان سے کسب طریقت کرنے لگے۔ پھر خواجہ سلیمان صاحب سنگھڑ والوں سے بیعت ہوتے۔ اور پانچ سال ان کی صحبت میں رہ کر نسبت شریف سے خالی رہے۔ آخر بڑی سوچ بچار کے بعد فقیر کے پاس آئے۔ اور رو دیئے اور رو رو کر کہا، حضور! میں تو بہت سے بزرگوں کے پاس گیا ہوں۔ اور بہت سے بزرگوں کی صحبت بھی حاصل کی ہے مگر اپنے باطن میں کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ للہ بندہ پر رحم و کرم کی نگاہ فرمائیں۔ آخر مجبوراً فقیر نے انھیں طریقہ میں داخل کر لیا۔ اور فقیر سے بیعت ہوئے۔ فقیر نے ان کا باطنی کام دائرہ حقیقۃ کعبہ ربانی تک پہنچایا اور خلعتِ خلافت سے مشرف ہوتے اور اشاعت طریقہ عالیہ میں لگ گئے۔ ہزاروں مرید ہوئے۔ یہاں تک کہ پھر انھوں نے (ملک جھنگ) شہر واسو آستانہ میں ایک خانقاہ بھی تیار کرائی اور وہاں پر اپنے مریدین کے ساتھ اشاعت طریقہ میں سرگرم ہیں۔

(۴۲) مولوی غلام حسن صاحب

ڈیرہ اسماعیل خاں کے باشندے ہیں۔ استاد الکل ہیں۔ جامع المعقول و المنقول جید عالم جامع الفروع والاصول ہیں۔ پہلے پہل وہ مولانا غلام محی الدین صاحب قصوری

سے بیعت ہوئے۔ چونکہ جہل نسبت[1] اور عدم یافت کی حالت ان پر غالب تھی۔ یہاں تک کہ حرارت قلبی اور حرکتِ قلبی کا بھی ان کو پتہ نہیں چلتا تھا۔ آخر فقیر کے پاس آتے۔ اور تجدید بیعت کی۔ فقیر نے ان کو حلقہ ذکر و مراقبہ میں بٹھایا۔ جب گذشتہ سال فقیر کا شہر قصور میں گذر ہوا۔ تو حضرت مولانا غلام محی الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موصوف نے مولوی غلام حسن مذکور کا حال دریافت فرمایا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ ان پر جہل نسبت غالب ہے۔ وہ آپ کے حلقہ میں بیٹھے رہتے ہیں۔ آپ ان کو زبردست توجہات سے نوازیں۔ تاکہ ان کا جہل علم سے تبدیل ہو جائے۔ چنانچہ سفر پنجاب اور دہلی سے واپسی پر فقیر نے ان کو خصوصی توجہات دیئے۔ الحمدللہ! میرے حضرت کے برکت سے ان کا جہل علم سے بدل گیا۔ اور سلوک مجددیہ ولایتِ کبریٰ تک طے کرایا۔ فقیر نے ان کو اجازت اور خلافت دی۔ بحمد للہ سبحانہٗ، درس تدریس کے سلسلے میں لگے ہوئے ہیں۔ کثرا اللہ امثالھم۔

(۴۳۱) مولوی عبدالرحیم اخوندزادہ مرحوم

درابن کے رہنے والے ہیں۔ علماء متبحرین اور فضلائے محققین سے ہو گذرے ہیں خاص کر علم فقہ میں تو بے نظیر بلکہ ضرب المثل تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر فقہ شریف

---

[1] جہل نسبت اور عدم یافت بھی احوال تصوف میں ایک حال ہے۔ جب یہ حال طالب سلوک پر وارد ہوتا ہے تو اس کو کچھ بھی پتہ نہیں چلتا کہ میں جس مقام اور جن حالات سے دوچار ہوں۔ یہ کیا ہیں۔ اور یہ کس مقام کا نتیجہ ہیں۔ فقط محمد اسماعیل سراجی عفی عنہ

کی ساری کتابیں دھو ڈالی جائیں۔ تو بندہ سب کتابیں اپنی یاد سے نئے سرے سے لکھ دے گا۔ فقیر سے بیعت کی چند سال کسب طریقت کر کے احوال عجیبہ کے مالک بنے۔ کشف صحیح اور ادراک کامل سے متصف ہوتے۔ سلوک حضرات خواجگان کو تکمیل تک پہنچا کر اجازت اور خلافت حاصل کی۔ کچھ عرصہ ہوا کہ اس دار فانی سے دار جاودانی کو رحلت فرما گئے ہیں۔ (خدا ان پر رحم کرے)۔

(۴۴) مولوی میاں عبدالغفار اخوندزادہ صاحب

یہ بھی موضع درابن کے رہنے والے ہیں اور مولوی عبدالرحیم صاحب مرحوم کے بھائی ہیں۔ اپنے بھائی کی طرح علم فقہ اور اصول میں ماہر ہیں۔ بالخصوص علم میراث میں ان کا ثانی نہیں۔ کسب سلوک کر کے اجازت خلافت سے مشرف ہوتے۔ درس و تدریس میں مشغول ہیں۔

(۴۵) حضرت میاں ملا عثمان صاحب اخوند فقیہ لونی والہ

فقیر کے سب کام از قسم تدریس و امامت نماز اور مکاتیب کی کتابت سب ان کے ذمہ ہیں۔ فقیر سے بیعت کی۔ اور سلوک مجددیہ کمالات رسالت تک جب انھوں نے پہنچائی، تو فقیر نے ان کو اجازت اور خلافت دی۔ ذکر و مراقبہ اور فقیر کی خدمت میں مصروف ہیں۔ فقیر کے بے حد محب ہیں سلمہم اللہ تعالیٰ۔

---

(۴۶) مولوی رحیم بخش صاحب اجمیری سلمہم اللہ تعالیٰ

ان کا حال یہ ہے کہ یہ پہلے شیخ احمد عرب صاحب مدنی الافندی الجوخدار انصاری

قدس سرہ جو ان کو ہندوستان میں ملے۔ بیعت کی۔ پھر ان سے طریقہ قادریہ اور چشتیہ میں خلافت بھی حاصل کی اور چند لوگوں کو طریقہ میں داخل کیا۔ پھر تقدیر الٰہی سے سرکار انگریزی کی ملازمت میں لگ گئے، تیس روپے ماہوار کی ملازمت اختیار کر لی۔ چھ سال انگریز کی نوکری کرتے رہے مگر چونکہ اپنے آپ میں لیاقت اور نسبت باطنی نہ پاتے تھے۔ بزرگوں کی صحبت میں بیٹھتے رہے اور کسی صاحب نسبت بزرگ کی تلاش جاری رکھی۔ اسی اثنا میں صوبہ سرحد کے ڈیرہ اسماعیل خاں کے علاقہ درابن میں اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے مثل خواں بنے۔ اور درابن میں ملازمت کرنے لگے۔ تو ان کو فقیر کے پاس آنے جانے کا موقع ملا۔ اور کئی بار آنے جانے سے ان کے دل کا لگاؤ فقیر کے ساتھ ایسا ہوا کہ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ فقیر نے ان کو قلب پر ذکر اسم ذات کی تلقین کی، تو بفضلہ تعالے ان پر جذبات اور واردات الٰہیہ ایسے وارد ہوئے کہ ان کا حال دگرگوں ہوا۔ تو انھوں نے نوکری سے استعفٰی دینے کا ارادہ کر لیا۔ بڑے فاضل اور انشاء پرداز تھے۔ انگریز نے ان کی نوکری نہ چھوڑنے پر مبلغ بیس۲۰ روپے کا اور اضافہ کر دیا۔ اور مبلغ پچاس روپے دینے کا وعدہ کیا۔ چونکہ تائید ایزدی اور امداد غیبی ان کے شامل حال تھی۔ مبلغ پچاس روپے لینا اور نوکری کرنا منظور نہ کی۔ آخر نوکری چھوڑ کر فقیر کے پاس مقیم ہو گئے۔ بفضلہ تعالیٰ انوار تجلیات اور ادراک صحیح اور فیوضات و برکات حضرت خواجگان رضوان اللہ علیہم سے مالامال ہیں اور شرف اجازت سے مشرف ہیں۔ سلوک مجددیہ کی تکمیل کے لیے یہاں فقیر کے پاس ہی مقیم ہیں۔

اوصلہ اللہ تعالیٰ الی غایۃ مایتمناہ

(۴۷) میاں عبداللہ صاحب

علاقہ چناب کے رہنے والے ہیں۔ کئی سال سید محمد حسینی رحمۃ اللہ علیہ سے کسب

سلوک کرتے رہے۔ ان کی وفات کے بعد فقیر کی جانب رجوع کیا۔ اور بیعت ہو گئے۔ اذکار اور افکار الٰہیہ میں مشغول ہوتے۔ مقاماتِ مجددیہ کی تکمیل کے بعد شرفِ اجازت سے مشرف ہوئے۔ ترویجِ طریقہ شریفہ میں مصروف ہیں۔

(۴۸) فقیر میاں عالم خاں صاحب

ضلع کوہاٹ کے رہنے والے ہیں۔ فقیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے مقامات مجددیہ کی تکمیل کی۔ اور شرفِ اجازت سے مشرف ہوئے۔

(۴۹) مولوی میر واعظ صاحب

قوم کے ڈوڑ ہیں۔ ضلع بنوں کے رہنے والے ہیں۔ فاضل کامل اور عالم عامل جامع المعقول والمنقول ہیں۔ ہر فن میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ سلوک مجددیہ کو دائرہ کمالاتِ رسالت تک پہنچا کر شرفِ اجازت سے مشرف ہوتے۔ حالاتِ عجیبہ کے مالک ہیں۔ ہزاروں اشخاص کو طریقہ نقشبندیہ میں داخل کیا ہے اور سینکڑوں کو خلافت اور اجازت طریقہ سے مشرف فرمایا ہے۔ بارك الله فى عمره

(۵۰) شیخ انسان صاحب

شہر گمل کے رہنے والے ہیں۔ آبا و اجداد سے صاحب کمال گھرانے کے فرد ہیں پہلے اپنے ماموں[1] سے جو حاجی صاحب کے لقب سے مشہور تھے، مرید تھے۔ ان کی

---

[1]: اس سارے جملہ کی بجائے یہ جملہ پڑھیں (پہلے حاجی صاحب کے مرید ہوتے جو ماموں کے لقب سے مشہور تھے۔

وفات کے بعد فقیر کی جانب رجوع کیا۔ اور بیعت ہو گئے۔ مقاماتِ سلوک مجددیہ طے کر کے شرف اجازت سے مشرف ہوئے۔

(۵۱) مُلّا امان اللہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

پہلے مولوی جان محمد صاحب قدس سرہٗ سے بیعت ہوئے۔ پھر حضرت خواجہ سلیمان صاحب سے کسب طریقت کرتے رہے۔ مگر باوجود اس دوڑ دھوپ کے جو انھوں نے بزرگوں اور مشائخ وقت کی خدمت میں کی اپنے باطن کو نسبتِ بزرگان سے خالی پایا۔ آخر فقیر کی جانب رجوع کیا۔ اور ان کا فقیر کے پاس آنا اس طرح ہوا کہ ملا فیض محمد نیازی جو ملا پال محمد کے لقب سے مشہور ہیں اور حضرت کے خلفا سے ہیں۔ ان کا خط سفارشی لے کر فقیر کے پاس آئے۔ جس میں لکھا تھا کہ انھیں طریقہ میں داخل کیا جائے مگر فقیر نے منظور نہ کیا۔ تو ملا غازی صاحب کو جو ان کے دوستوں میں سے ہیں۔ اور فقیر کے خلیفے ہیں، بطور سفارش فقیر کے پاس لائے۔ ملا موصوف نے عرض کی کہ حضور یہ مُلّا صاحب میرے دوستوں میں سے ہیں اور بڑے نیک شخص ہیں اور بڑی دوڑ دھوپ کر کے بھی یہ نسبت سے خالی ہیں۔ ان کو بیعت فرماؤ۔ ملا غازی صاحب نے بے حد منت سماجت کی۔ آخر فقیر نے ان کو بیعت کر کے ان کے قلب پر ذکر اسم ذات کی تلقین کی۔ جب دوسری بار فقیر خراسان پہنچا تو امیر کابل کا اعداء دین شیعہ لعینوں کے ساتھ جنگ کرنے کا ارادہ ہوا۔ اور لشکر فقیر کی خانقاہ کے قریب علاقہ میں اکٹھا ہونا شروع ہوا، تو فقیر کا بھی ارادہ ہوا کہ اس لشکر میں شریک ہو جائے۔ شاید اللہ کریم فقیر کو درجہ شہادت سے ہمکنار کر دے۔ اسی خیال سے فقیر نے ملا غازی صاحب کو اجازت اور خلافت

مطلقہ دی اور اسے فقیر کے پیچھے خانقاہ سنبھالنے کی، اور مریدین اور خلفا کو ان کی پیروی کرنے اور فقیر کے بعد ان سے توجہات لینے کی تاکید کی۔ ان دنوں ملا امان اللہ مذکور بھی فقیر کے پاس ہی مقیم تھا۔ جب اس واقعہ کا ملاّ موصوف کو پتہ چلا تو بوقت روانگی سب احباب کرام اور خلفائے عظام سے رخصت لے کر فقیر جب گھوڑی پر سوار ہونے لگا، تو ملا امان اللہ نے فقیر کی گھوڑی کا لگام مضبوط پکڑ لیا۔ فقیر نے پوچھا: یہ کیا کر رہے ہو۔ کہا: حضور! جیسے ملا غازی کو اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ بندہ بھی اجازت اور خلافت کا امیدوار ہے۔ فقیر نے کہا: ملا صاحب! تم نے ابھی سلوک نقشبندیہ مجددیہ تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ فقیر تم کو اجازت و خلافت کیسے دے۔ فقیر کی بے حد زجر و توبیخ کے باوجود ملا موصوف نہ مانے اور گھوڑی کی لگام مضبوط پکڑے رہے۔ آخر فقیر نے پیچھا چھڑانے کی خاطر جوش میں آکر کہا کہ جاؤ فقیر کی جانب سے طریقہ نقشبندیہ کی اجازت ہے۔ اب تو میرا پیچھا چھوڑ دو۔ مگر وہ پھر بھی لگام کو مضبوط پکڑے رہا۔ فقیر نے پوچھا: اب کیوں نہیں چھوڑتے۔ ملا موصوف نے کہا: حضور مہربانی فرما کر بندہ کو چاروں طریقوں (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) میں اجازت مرحمت فرماؤ۔ فقیر نے کہا: ملاّ تو بڑا احمق ہے۔ ایسی باتیں کرتے ہو۔ ہر چند فقیر نے اسے سمجھایا۔ مگر وہ نہیں سمجھا۔ اور گھوڑی کی لگام مضبوط پکڑے رکھی۔ وہ وقت عصر کا تھا۔ اور فقیر کو لشکر میں شریک ہونے کی دیر ہو رہی تھی۔ اس غرض سے کہ کسی طریقے سے اس سے جی چھڑاؤں۔ فقیر نے کہا: اچھا جاؤ تم کو چاروں طریقوں کی اجازت ہے۔ جب فقیر کی زبان سے چاروں طریقوں کی اجازت سنی، تو آہستہ سے لگام چھوڑ دی۔ جب فقیر جنگ کے معاملے سے فارغ ہو کر واپس ہی خانقاہ کو پہنچا۔ ملا موصوف خانقاہ ہی میں مقیم تھا۔ فقیر نے اسے

بلا کر بطور نصیحت کہا کہ ملا صاحب! جو بات اجازت اور خلافت کے بارہ میں ہوئی تھی۔ وہ آپ کو مبارک ہو کہ تم حضرات کے مجازین اور خلفاء کی فہرست میں آگئے ہو۔ مگر سلوک ناتمام کردہ ہو خیال اور احتیاط سے کام لو کہ کہیں طریقہ بدنام نہ ہو جائے۔ ملا مذکور کو فقیر نے بے حد سمجھایا۔ اور ساتھ ہی فقیر نے اس کو رسائل تصوف کو مطالعہ میں رکھنے کی تاکید کی۔ مُلا موصوف بولا کہ حضور دعا، توجہ اور نظرِ شفقت سے بندہ کو محروم نہ رکھیں۔ تو انشاء اللہ سب خیر ہو گی۔ کئی سال گذرے کہ وہ موجودہ افغانستان کے صوبہ ہرات کو رخصت ہوئے۔ اور وہیں رہنے لگے ہیں۔ سنا ہے وہیں پر انھوں نے خانقاہ کی بنیاد بھی رکھی ہے اور ہزاروں لوگ صوبہ ہرات علاقہ غور کے اس کے مرید ہو گئے ہیں۔ اور بعض کو انھوں نے خلافت بھی دی ہے۔ قربان حضرت کے جاؤں! یہ بھی ملا موصوف کے بارہ میں بات تحقیق کو پہنچی ہے کہ بفضلِ خدا اور برکات حضرات ملا موصوف کے توجہات میں تاثیر قویہ ہیں کہ اُس کے مرید جذبات اور وارداتِ الٰہیہ سے سرشار ہیں۔ اور ان کے اس وقت بھی تیرہ خلیفے ایسے ہیں جو فقیر کو معلوم ہیں۔ اور اس علاقے کے باشندے ہیں۔ اور بفضلِ خدا سب صاحب کمال ہیں۔ مخلوق خدا کو ان سے بے حد فیض پہنچ رہا ہے۔

فہرست اسماء خلفاء کرام حضرت ملا امان اللہ ہراتی رضی اللہ عنہ

(۱) سیادت پناہ و معارف آگاہ حافظ ملا عبدالخالق علاقہ امنہؔ کے رہنے والے ہیں۔

(۲) سیادت پناہ قاضی ملّا رسول اخوند جو علاقہ صدرہ کے رہنے والے ہیں۔

(۳) غلام اخوند شہر ہرات کے رہنے والے ہیں۔

(۴) عطا محمد انخوند بھی شہر ہرات کے باشندے ہیں۔

(۵) ملا بھان سکنہ گلستان۔

(٦) ملا شہسوار انخوند عرب سکنہ زند۔ اور

(۷) ملا دین محمد سکنہ نگوا

(۸) قاضی ملا نور محمد صادق سکنہ ولایت قیصار۔

(۹) فیض محمد سکنہ فراہ

(۱۰) ملا الف انخوند ولایت گورزنگ کے رہنے والے ہیں۔

(۱۱) ملا جلال انخوند جو انہی کے خلیفے اور ان کے خادم خاص ہیں۔

(۱۲) ملا محمد رسول ولایت ساغر کے باشندے ہیں۔

(۱۳) ملا الیسین صاحب جونجور کے رہنے والے ہیں جو کہ ولائیت فراہ میں مشہور شہر ہے۔

ملا یسن کے کرامات میں سے ایک یہ کرامت ہے کہ ایک مولوی آیا۔ اور اس نے کہا کہ تم ناخواندہ ہو ناخواندہ ہو کر فقیری کا دعویٰ کرتے ہو۔ پیری کے لیے علم شرط ہے اور تو امّی ہے (ناخواندہ) ملا یسن نے کہا کہ پیری اور فقیری عطا الٰہی ہے۔ علم رسمی (ظاہری) سے یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ یہ انعامِ الٰہی ہے۔ اگر ناخواندہ پر بھی وہ احسان اور انعام فرمائے تو اس کی رحمت سے دُور نہیں۔ اس مولوی نے کہا کہ تم میں کون سی برکت ہے کہ جس کی بنا پر فقیری کا دعویٰ کرتے ہو۔ ملا الیسین کو جوش آ گیا۔ اور ایک بچہ تین ماہ کا جو پنگھوڑے میں جھول رہا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ او بچے! پڑھ لا الٰہ الا اللہ۔ چنانچہ ملا صاحب کے اشارہ فرماتے ہی

بچہ نے زبان فصیح سے پڑھا: لا الٰہ الا اللہ تین چار بار کلمہ شریف دہراتا رہا۔ یہ کرامت مولوی صاحب کی دیکھ کر فوراً طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا طوق گردن میں ڈالتے ہوئے ملا لیسین کی بیعت ہو گیا۔ (بقیہ خلفاء حضرت قبلہ حاجی صاحب)

(۲) اور دوسری عرض یہ ہے کہ ابتداً میں اس حلقہ بگوش کے حلقہ ذکر و مراقبہ میں جذبات اور آہ و نعرہ اور گریہ و خندہ اور قہقہہ و بے خودی اور غیبت و استغراق اور بے تابیاں بے حد معلوم ہوتی تھیں۔ حتیٰ کہ بعض اوقات جو کبھی پچاس اور کبھی سو اشخاص جو حلقہ میں بیٹھے ہوتے ایک دوسرے پر گرتے پڑتے اور بے حد مغلوب الحال ہوتے تھے۔ مگر اب وہ حالت نہیں رہی۔ ان احوال کی جگہ استغراق اور محویت حضور اور آگاہی نے لے لی اور بعض لوگ فقیر کے احباب میں ایسے بھی ہیں۔ جن کو یہ حالت نماز میں پیش آتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ نماز کی تکبیر تحریمہ پڑھتے ہی ان کو یہ حالت ہو جاتی ہے اور بے ہوش قیام کی حالت میں کھڑے ہی کھڑے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ نماز کا وقت گذر جاتا ہے۔ اور پھر مردوں کی طرح زمین پر گر پڑتے ہیں۔ بعضوں کی یہ حالت رکوع میں ہو جاتی ہے۔ اور بعضوں کو سجدہ اور التحیات میں۔ اور بعض تو نماز کے وقت گذر جانے کے بعد ہوش میں آجاتے ہیں۔ بعضوں کی حالت ذکر میں اور بعضوں کی حالت مراقبہ میں۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو اپنا جسم اور بدن مثل گھر کے یا بڑے پہاڑ کی مانند نظر آتا ہے۔ اور بعض ساری زمین کو اپنے وجود سے پُر دیکھتے ہیں۔ اور بعض کو اپنا جسم اتنا لمبا نظر آتا ہے کہ آسمان تک یا آسمان سے بھی اوپر تک ان کو اپنا سر پہنچا دکھائی دیتا ہے۔ اور بعض کو بغیر اپنے وجود کے دوسری کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اور بعض کو ہر کہیں اللہ ہی اللہ

کی ذات نظر آتی ہے اور ہر چیز حق نظر آتی ہے۔ بلکہ اپنے وجود کے بال بال سے انھیں حق بھی سنائی دیتا ہے۔ مگر زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ یہ حالات بعضوں پر تو بہت مدت تک طاری رہتے ہیں اور بعضوں پر تھوڑی مدت کے لیے طاری رہتے ہیں۔ اور بعضے کشوف ناسوتیہ اور بعضے کشوف ملکوتیہ سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اور بعض پر تو بھوک ایسی غالب ہوتی ہے کہ کسی چیز سے بھی سیر نہیں ہوتے۔ اگر چہ وہ ۵ من پختہ گندم بھی کھا جائیں تو بھی سیر نہیں ہوتے۔ میں اپنے حضرات کے قربان جاؤں یہ کیسے احوال ہیں۔ اور کس کس مقام پر پیش آتے ہیں۔ خاص کر یہ احوال مولوی میر باز صاحب، ملا دوراں صاحب، مولوی محمد عادل صاحب، مولوی محمد جاناں صاحب، ملا خاں محمد صاحب، ملا امان اللہ صاحب، ملا ہیبت اخوندزادہ اور مولوی شیر محمد صاحب کے حلقہ میں یہ حالات، جذبات و آہ و نعرہ و نالہ اور اضطرابات و بے خودی و غیبت اور محویت بے حد ہوتے ہیں۔

اور یہی تو وجہ ہے کہ اس زمانے کے علماء اور مشائخ نے ایسے حالات نہ دیکھے نہ سنے ہیں۔ اس لیے وہ ہم عاجزوں کے ساتھ بغض اور کینہ اور حسد رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انھیں ہدایت دے۔ یہ تھوڑا سا حال فقیر نے اپنا اور اپنے مریدین اور خلفاء کا حضور کو بالتفصیل لکھا ہے۔ تاکہ زیادہ حال لکھنے سے حضور اکتا نہ جائیں۔ یہ سب تو حضور ہی کے سینے پر انوار اور بے کینے کے فیوضات اور برکات ہیں۔ یہ بے عمل اور بدکار کیا چیز ہے کہ اپنے آپ کو ہیچ میں شمار کرے ؎

اشعار

بے لطف تو من شمار نہ نتوانم کرد
احسان ترا شمار نتوانم کرد

آپ کی عنایت بغیر مجھے کوئی سکون نہیں۔ آپ کے احسان شمار سے بالاتر ہیں۔

گر بر تن من زبان شود ہر موئے
یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

اگر میرے جسم کے تمام بالوں کو زبان مل جائے۔ تب بھی ہزاروں میں ایک کا بھی شکر ادا نہ کرسکوں۔

رُباعی

او بجز نائی و ما بے نَی نہ ایم
وی دمے بے ما و ما بے وی نہ ایم

وہ ذات پاک نَیٔ کے بنانے والا ہے اور میں مثل نی ہوں۔ وہ ہر دم میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔

نی کہ ہر دم نغمہ آرائی کند
فی الحقیقت از دمے نائی کند

نَے (مُرلی) جو ہر وقت ایک نغمہ پیش کرتی ہی رہتی ہے۔ حقیقت میں اپنے بنانے والے کو یاد کرتی ہے۔

نیا وردم از خانہ چیزے نخست
تو دادی ہمہ چیز و من چیز تست

لہ: نَی بمعنی بانسری اور نائی بمعنی انسان کامل

میں اپنے گھر سے کوئی چیز نہیں لایا سب چیزیں آپ ہی نے
عنایت فرمائی ہیں اور میں آپ کی چیز ہوں[1]

تمت

(مکتوب دوسرا)

سید حیدر شاہ کے نام

اس بارہ میں کہ زیارت حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم از روئے شریعت مطہرہ واجب السنت اور مستحب ہے۔ اور اس بارہ میں جو جو احادیث آئی ہیں۔ ان کا بیان اور ساتھ ہی حیات انبیاء کا اثبات اپنی اپنی قبروں میں اس جسم خاکی کے ساتھ اور بیان اثبات استمداد اور توسل و وسیلہ حضور سرور عالم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اور اولیائے کرام اور صالحین عظام کو بنانا بطور اجمال بیان کیا گیا ہے۔

ملا حیدر شاہ صاحب کو بعد از سلام مسنون مطالعہ ہو کہ زیارت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کے واجب اور سنت اور مستحب ہونے اور اصحاب کرام اور سلف صالحین کا اس عظیم سعادت کے حصول کے لیے عزم کرنے اور انبیاء کرام علیہم الصلواۃ و التسلیمات کا قبروں میں اپنے جسم عنصری کے ساتھ زندہ رہنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء و صالحین سے استمداد کرنے اور ان کو اللہ پاک کی جانب میں

---

[1] تتمہ خلفائے کرام: حضور حضرت حاجی صاحب قبلہؒ اس مکتوب شریف کے قریباً سولہ سال بعد حضور کا وصال شریف ہوا تقریباً ایک سو بیس خلفاء کرام شرف خلافت سے مشرف ہوئے سبحان اللہ!

وسیلہ بنانے میں مختصراً تحریر کیا جاتا ہے۔ اللہ کریم آں جناب کو ان سب مسائل کو اپنے اعتقاد بنانے میں اور ساتھ ان پر عمل کی توفیق بخشے۔

خلاصہ عرض یہ ہے کہ زیارت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مبارک سلفِ صالحین سے ثابت ہے اور اس پر اہلِ سنت والجماعت کا اجماع ہے، کہ زیارت حضور سرورِ کائنات محبوب رب العالمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہترین سنت اور موکدہ ترین مستحب ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ زیارت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اجماع امت سے ثابت ہے اور ساتھ ہی مرغوب اور پسندیدہ فضیلت اور سعادت ہے یہاں تک کہ بعض مالکی علمائے کرام جو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہیں وہ تو اس کے وجوب کے قائل ہیں۔ اور اکثر علماءٔ کا اجماع ہے کہ حج کی ادائیگی کے بعد زیارت مبارک حضور سرورِ کائنات صلعم سنت مؤکدہ ہے۔

قاضی حسین رحمۃ اللہ علیہ جو مشہور شافعی علماء میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حاجی کو حج سے فراغت کے بعد چاہیئے کہ ملتزم میں رکے اور دعا مانگے اور اس کے بعد زیارت مبارک سے سعادت افروز ہو۔ اور قاضی ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حج اور عمرہ سے فراغت کے بعد آنحضرت صلعم کی زیارت کا قصد کرے۔ اور حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حاجی کے لیے احسن طریقہ یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے آغاز کرے اور مناسک حج ادا بجالائے اور اس کے بعد مدینہ منورہ جائے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت مبارک واجبات کے بعد افضل ترین مستحبات سے ہے۔ اور مذاہبِ اربعہ کے علمائے کرام

نے زیارت کو حج پر مقدم کرنے کی تصریح کی ہے اور سلف میں سے بعض نے تو یہانتک فرمایا ہے کہ حاجیوں کا راستہ اگرچہ مدینہ منورہ پر بھی نہ آئے تب بھی اس کے لیے مدینہ منورہ سے پہل کرنا لازمی ہے۔ اور قاضی تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت مبارک کی فضیلت اور اس کا موجب قرب و ثواب ہونے کو اصول اربعہ سے ثابت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اولاً اثباتِ فضیلت زیارت مبارک قرآن کریم کی اس آیت شریفہ سے ثابت ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ.....اِلٰی آخِرِہٖ۔

یہ آیت شریف درگاہِ اقدس رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں حاضر ہونا ثابت کرتی ہے۔ اور ساتھ ہی حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت شریف کی حاضری کا شوق دلاتی ہے۔ اور حضور کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر اپنے لیے بخشش اور گناہوں سے مغفرت مانگنے پر دلالت کرتی ہے اور ساتھ ہی اس آیت شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے حیات اور ممات دونوں حالتوں میں اپنی امت کے لیے بخشش مانگنا برابر و یکساں ہے۔ اور ساتھ ہی تمام علماء نے اس آیت شریفہ سے حیات اور ممات دونوں حالتوں میں اپنی امت کے لیے گناہوں کی مغفرت مانگنا یکساں اور برابر سمجھا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ حضور سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اپنی امت کیلئے گناہوں کی معافی مانگنی دونوں حالتوں حیات و ممات میں برابر و یکساں ہے اور اس ذات شریف کا اپنی امت کے لیے مغفرت مانگنے کا سلسلہ تا قیامت منقطع نہیں ہوا اور ساتھ ہی انھوں نے کہا ہے کہ آداب زیارت سے ہے کہ اس

آیت وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَھُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُ اللّٰه..... اِلٰی اٰخِرِہٖ. پڑھ کر طلب استغفار کرے۔ اور ایک اعرابی کی حکایت اس باب میں مشہور اور معروف ہے۔ اور جس کو ان تمام علمائے کرام نے اپنی اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ جنھوں نے مناسکِ حج پر تصنیفات کی ہیں۔ جیسا کہ محمدؒ بن حرب ہلالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر مبارک کے متوازی اور مقابل بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک اعرابی آیا۔ اور زیارت کی اور عرض کیا، قبر شریف پر کہہ یَا خَیْرَ الرُّسُل! حق تعالےٰ نے آپ کی ذات شریف پر سچی کتاب نازل فرمائی ہے اور اس میں فرمایا: وَلَوْ انھم اذ ظلموا انفسھم جاءُوْكَ فاستغفر اللّٰه۔ اسی طرح میں بھی آپ کے پاس اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور آپ کی شفاعت کا طلب گار بن کر آیا ہوں۔ اور رویا اور یہ شعر پڑھے ؎

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُہٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِھِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

ترجمہ: اے وہ بہترین خلائق جس کا جسم مبارک اس زمین میں ہے کہ جو سب میلوں سے افضل اور سب ٹیلوں سے اعلیٰ ہے۔

نفسی فداك بقبر انت ساکنه
فیه العفاف وفیه الجود والکرم

ترجمہ: میری جان قربان ہو اس قبر پہ، جس میں آپ کی ذات شریف آرام پذیر ہے اسی میں پاکی ہے اور اسی میں جود اور سخا ہے۔

یہ اشعار پڑھے۔ اور رونے کی حالت میں وہ اعرابی جب واپس ہوا، تو میں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اس اعرابی کو تلاش کرو اور اسے خوشخبری دے کر کہو کہ اللہ تعالےٰ نے میری شفاعت پر اس کی مغفرت فرمائی ہے۔ اور اس کو بخش دیا ہے۔

اور حافظ ابو عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے مصباح العلوم میں حضرت امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آں سرور صلے اللہ علیہ وسلم کے دفن مبارک کو تین دن گزرے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور وہ بے اختیار ہو کر حضور صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر پر گرا۔ اور جب تھوڑا ہوش میں آیا، تو عرض کی کہ یارسول اللہ! (صلی اللہ علیک وعلیٰ آلک) جو کچھ آپ نے خدائے تعالےٰ سے سنا وہ ہم نے آپ سے سنا اور جو کچھ آپ نے خدائے تعالےٰ سے یاد کیا وہ ہم نے آپ سے یاد کیا اور ان میں سے جو آپ پر اتاری گئی ہیں۔ ایک یہ آیت مبارکہ ہے: وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ، تو میں نے بھی اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور آپ کے ہاں طالبِ مغفرت وبخشش کے لیے آیا ہوں۔ میرے لیے مغفرت اور بخشش طلب فرمائیں، تو اسی وقت قبر شریف سے یہ ندا آئی: قد غفر لك اللہ تعالےٰ نے آپ کو معاف کر دیا ہے۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کے ثبوت میں بہت ہی احادیث آئی ہیں اور جو احادیث آئی ہیں۔ وہ تفصیل وار بیان کی جاتی ہیں:

پہلی حدیث:

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ۔

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

دوسری حدیث

مَنْ زَارَ قَبْرِیْ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ۔

ترجمہ: جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت حلال ہوگئی

تیسری حدیث

من جاءنی زائرا لا تعملہ حاجۃ الا زیارتی کان

حقا علی ان اکون شفیعا لہ یوم القیامہ۔

ترجمہ: جو میرے پاس زیارت کی غرض سے آئے تو اس کا حق ہے میرے اوپر کہ اس کی شفاعت قیامت کے دن کروں گا۔

چوتھی حدیث

مَنْ حَجَّ فزاد بعد وناتی کان کمن زارنی فی حیاتی

ترجمہ: جس نے حج کیا پھر میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے زندگی میں میری زیارت کی۔

پانچوس حدیث

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔

ترجمہ: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے میرے ساتھ جفا کی۔

چھٹی حدیث

مَنْ زَارَنِیْ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ کُنْتُ لَہٗ شَفِیْعًا وَّ شَہِیْدًا

ترجمہ: جس نے مدینہ آکر میری زیارت کی میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں گا۔

ساتویں حدیث

مَنْ زَارَنِیْ مُتَعَمِّدًا کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَمَنْ مَاتَ فِیْ اَحَدِ الْحَرَمَیْنِ۔ بَعَثَہُ اللّٰہُ مِنَ الْاٰمِنِیْنَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: جس نے قصداً میری زیارت کی تو روز قیامت وہ میری ہمسائیگی میں رہے گا۔ جو حرمین شریفین میں سے ایک میں مرگیا۔ اللہ تعالے اسے روز قیامت امان پانے والوں میں اٹھائے گا۔

آٹھویں حدیث

مَنْ حَجَّ حَجَّۃَ الْاِسْلَامِ وَزَارَ قَبْرِیْ وَغَزَا غُزْوَۃً وَصَلّٰی فِیْ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ یَسْئَلْہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْمَا افْتَرَضَ علیہ۔

ترجمہ: جس نے اسلام کا رکن حج ادا کیا اور میری قبر کی زیارت کی اور اللہ کے راستے میں لڑا اور بیت المقدس میں نماز ادا کی تو اللہ تعالے اس سے جملہ فرائض کی بابت نہیں پوچھے گا۔

نویں حدیث

مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّۃَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کُتِبَتْ لَہٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ۔

جس نے مکہ میں جاکر حج کیا اور میری زیارت شریف کے لیے میری مسجد آیا۔ اس کے لیے دو حجوں کا ثواب لکھا گیا۔

دسویں حدیث

مَنْ زَارَنِی مَیِّتًا کَاَنَّمَا زَارَنِی حَیًّا وَ مَنْ زَارَ قَبْرِی وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِی یَوْمَ الْقِیَامَہِ ط

ترجمہ: جس نے میری زیارت میری وفات کے بعد کی گویا اس نے میری زیارت میری زندگی ہی میں کی۔ جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہے۔

گیارہویں حدیث

عَنْ عَلِیٍ رضی اللہ عنہ قَالَ النَّبِی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مَنْ زَارَ قَبْرِی بَعْدَ مَوْتِی فَکَاَنَّمَا زَارَنِی فِی حَیَاتِی وَمَنْ لَمْ یَزُرْ قَبْرِی فَقَدْ جَفَانِی۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری وفات کے بعد میری زیارت کی گویا کہ اس نے میری زندگی میں زیارت کی ہے اور جس نے میری قبر شریف کی زیارت نہ کی۔ اس نے میرے ساتھ جفا کی۔

بارہویں حدیث

عَنْ عَلِیٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ۔ مَنْ سَئَلَ الرَّسُوْلِ صلے اللہ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ الدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَالْوَسِیْلَۃَ حَلَّتْ لَہٗ شَفَاعَتَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَ مَنْ زَارَ قَبْرَ الرَّسُوْلِ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ

وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ جَوَارِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ واٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے لیے اللہ پاک سے درجہ رفیع مانگا۔ تو اس کے لیے روزِ قیامت آپ کی شفاعت حلال ہوگی اور جس نے آنحضور کی قبر شریف کی زیارت کی وہ حضور کی ہمسائیگی میں آگیا۔

تو نصوص قرآنیہ کہ جو حیات انبیاء اور شہداء فی سبیل اللہ کو ثابت کرتی ہیں ان کے بعد وہ حدیث جو مثبت حیاتِ انبیاء علیہم السلام ہیں۔ ان میں سے ایک یہ حدیث ہے کہ جس کو ابو علی نے ثقہ راویوں کے ذریعہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ واٰلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ۔ ترجمہ: انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔

اور حدیث شریف جو خاص کر آنسرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات شریفہ کو ثابت کرتی ہے۔ یہ حدیث ہے:

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ اَرُدُّ عَلَیْہِ السَّلَامَ۔ رواہ البخاری

ترجمہ: جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے۔ میرا جسم زندہ ہوتا ہے۔ اور میں اس کا سلام واپس لوٹاتا ہوں۔ یعنی اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

تیرھویں حدیث

مَا مِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ اَرُدُّ عَلَیْہِ السَّلَامَ۔

ترجمہ: (اس کو احمد بن حنبل نے روایت کیا ہے۔) جو شخص مجھ پر سلام پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ میری روح کو پھر لوٹا دیتے ہیں میں اس پر سلام لوٹاتا ہوں یعنی میں اسکے سلام کا جواب دیتا ہوں.

چودھویں حدیث

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ اِلَّا رَدَّ اللّٰہُ عَلَیَّ رُوْحِیْ رَدَدْتُ عَلَیْہِ وَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ فِیْ مَکَانٍ اُخَرَ بَلَّغُوْنِیْہِ۔

ترجمہ: جس نے میری قبر پر میرے اوپر صلوات و سلام پڑھا اللہ تعالیٰ میرے روح کو لوٹا دیتے ہیں اور میں خود اس کا جواب دیتا ہوں اور جو کسی اور جگہ سے میرے اوپر صلوات و سلام پڑھتا ہے فرشتے اس کا صلوات و سلام مجھے پہنچاتے ہیں.

پندرھویں حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: مَا مِنْ عَبْدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ اِلَّا وَکَّلَ اللّٰہُ بِھَا مَلَکًا یُبَلِّغُنِیْ وَکَفٰی لَہٗ اَجْرَ آخِرَتِہٖ وَ دُنْیَاہُ وَکُنْتُ لَہٗ شَہِیْدًا وَ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ: جو شخص بھی صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا صلوٰۃ و سلام فرشتے کے ذریعے مجھے

پہنچاتا ہے اور اس کو دنیا اور آخرت میں اجر ملے گا۔ اور میں قیامت میں اس کا شفیع اور گواہ ہوں۔

سولھویں حدیث

کتاب عاقبت[1] میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے: مَا مِنْ رَجُلٍ یَزُوْرُ قَبْرَ اَخِیْهِ فَیَجْلِسُ عِنْدَهٗ اِلَّا اِسْتَأْنَسَ بِهٖ حَتّٰی یَقُوْمَ۔

ترجمہ: جو شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے۔ اور پھر اس کے نزدیک بیٹھ جاتا ہے تو اس کا بھائی اس کے کھڑے ہونے تک اس کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے۔

اور ابن ابی الدنیا حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ اگر کوئی اپنے جانے پہچانے کے قبر کے پاس سے گذرے، تو وہ اسے پہچان لیتا ہے۔ اور اگر وہ اس پر سلام ڈالے، تو وہ اس کا جواب دیتا ہے۔

سید شہمنوی فرماتے ہیں کہ اس بارہ میں احادیث بہت ہیں۔ مأزری توثیق

حاشیہ [1]: کتاب عاقبت جو روایت حضرت عائشہ صدیقہ سے لی گئی ہے۔ وہ حضرت خواجہ حاجی محمد عثمان صاحب کی قلم مبارک سے تحریر شدہ ہے۔ مگر جو کتاب مکتوبات حضرت حاجی صاحب جس کو حافظ محمد نصر اللہ خاں خاکوانی ملتانی نے چھپوائی ہے۔ اور جس کا مقدمہ مولوی عطا محمد صاحب چودھواں والوں نے لکھا ہے۔ اس میں انھوں نے حضرت عائشہ صدیقہ کی روایت کتاب بدور السافرہ سے لی ہے۔ ۱۲۔ فقیر محمد اسمٰعیل عفی عنہ سراجی مجددی۔

عب الایمان میں سلیمان بن سحیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، تو میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ لوگ جو آپ کی زیارت کو آتے ہیں۔ اور صلوٰۃ وسلام پڑھتے ہیں۔ کیا آپ سنتے ہیں، تو آپ نے فرمایا: ہاں میں سنتا ہوں۔ اور اس کا جواب بھی لوٹاتا ہوں۔

اور ابن نجّار حضرت ابراہیم بن بیسار سے روایت کرتے ہیں کہ ایک سال میں نے حج کیا اور سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف کے لیے مدینہ منورہ گیا۔ اور جب قبر شریف پر پہنچا، تو سلام عرض کیا۔ فی الفور میں نے حضور کی قبر شریف سے آواز سنی وَعلیك السلام۔

اور اس قسم کے واقعات اور امثال صلحائے امت سے بہت منقول ہیں۔ اور انبیأ علیہم الصلوات والتسلیمات کی حیات مبارکہ اپنی قبروں میں علمار کرام کے نزدیک متفقہ طور پر ثابت ہے۔ اور وصال شریف کے بعد نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور اسی طرح انبیار کرام اپنی قبروں میں زندہ جاوید ہیں۔ اور ان کی زندگی شہدا کی زندگی سے کامل تر ہے۔ حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تو سید الشہدا ہیں۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے: عِلمِی بَعدَ وَفَاتِی کعلمی فی حیاتی

ترجمہ: "میری وفات کے بعد میرا علم ایسا ہے جیسا مجھے زندگی میں علم ہوتا ہے۔" اس روایت کو ابن عدی اپنی کتاب کامل میں لایا ہے۔ اور ابو یعلیٰ معتبر راویوں کے ذریعے حضرت انس رضہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں: قَالَ النبی صلی اللہ علیہ وسلم الانبیاء اَحیَاءٌ فِی قبُورِہِم یُصَلّوُنَ۔ ترجمہ: نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، سب انبیأ اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں۔ اور بیہقی فرماتے ہیں کہ اس بابت احادیث

صحیحہ بہت شاہد ہیں۔ ابو منصور بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سب محققین اور علمائے متکلمین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بعد وفات شریف کے زندہ جاوید ہیں۔ اور اپنی قبر شریف میں امت کے عبادتوں اور نیک اعمال سے خوش ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اجسام مبارک قبروں میں ہرگز بوسیدہ نہیں ہوتے اور یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اور جس زیارت سے رب العلمین کا قُرب حاصل ہوتا ہو، تو پھر اس قُرب سے دوسرا کونسا قرب اولیٰ اور اکمل ہو سکتا ہے۔

اور آیات شریفہ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ اور مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰه حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف سے رب العالمین کے قرب حاصل ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف حضور کے وفات فرما جانے کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنی اور ان کی ملازمت میں رہنے کے برابر ہے جیسے کہ پیچھے جو احادیث انبیاء علیہم السلام میں گذر چکی ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے اور حیاتِ انبیاء میں ایک حدیث یہ بھی ہے:

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِيْ فَقَدْ جَفَانِيْ ترجمہ: جس نے حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کی۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم پر جفا سے مراد حضور کی بے ادبی کرنا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات شریف سے بے پرواہی کرنے کا بے حد وبال ہے اور حضور کی زیارت کو ترک کرنا موجب تفرقہ باطن ہے۔ جو اس حقیر کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے

اوران لوگوں کا اللہ پاک کے نزدیک کیا درجہ ہوگا جو حضور کی زیارت کا انکار کرتے ہیں۔ اور جو اصلاً زیارت کا انکار کرتے ہیں۔ ان پر اللہ پاک کی جانب سے پھٹکار ہی پھٹکار ہے۔ **العیاذ باللہ**۔ خدا اس بُرے اعتقاد سے پناہ میں رکھے۔

جس وقت زیارت مبارک کی سعادت حاصل ہو جیا اور عزت و وقار کے ساتھ ہدیہ سلام پیش کرے اور کہے: السلام علیک یارسول اللہ السلام علیک یا نبی الکریم و رحمۃ اللہ و برکاتہ السلام علیک یا خاتم النبیین السلام علیک یا ابابکر صدیق رضی اللہ عنک اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت شریف کی خاطر دور دراز علاقوں سے سفر اختیار کرنا اور اس سفر کے لیے اسباب اور زاد راہ وغیرہ کی تیاری ایک سعادت عظمیٰ ہے جو اصحاب کرام اور سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اس قسم کی زیارت بے حد ثابت ہے منجملہ ان حکایات کے ایک حکایت بلال مؤذنؓ کی ہے جو حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد شام چلے گئے تھے اور پھر اڑھائی تین سال بعد حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ کے خلافت کے دور میں حضور کی زیارت کے لیے مدینہ منورہ تشریف لائے۔ ابن عساکر حضرت ابی درداء سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلال نے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ اے بلال! یہ کیا جفا ہے کہ میری زیارت کو نہیں آتے۔ حضرت بلال خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہوئے اور مدینہ شریف کو روانہ ہوئے جب قبر شریف پر پہنچے تو رونے لگے اور اپنے چہرہ کو خاکِ پاک سے آلودہ کیا اور حضرات حسن اور حسینؓ دونوں کو حجرے سے باہر آتے دیکھا

تو ان سے بغل گیر ہوئے اور سر اور چہرے کو بوسے دیتے رہے۔ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرا انہی دنوں وصال فرما گئی تھیں۔ لوگوں نے خواہش ظاہر کی کہ حضرت بلال سے اذان سنیں۔ حضرت بلال نے فرمایا: اگر حسنین غریب النواز حکم دیں تو اذان کہوں گا اور حضرت بلال نے حضور کے بعد کبھی اذان نہیں پڑھی تھی جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور کے بعد اذان دینے کی خواہش ظاہر کی، تو حضرت بلال نے کہا، اے ابا بکر! آپ نے مجھے اپنے زر دولت سے خریدا اور راہِ خدا میں آزاد کیا تھا کیا اس وقت تم نے مجھے اپنے لیے خریدا تھا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا: نہیں، میں نے تمہیں خدا کے لیے آزاد کیا تھا۔ حضرت بلال بولے جب آپ نے مجھے خدا کے لیے آزاد فرمایا ہے تو اب مجھے اتنی طاقت نہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اذان دے سکوں الغرض حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کے فرمانے پر مسجد نبوی کے کنارے جہاں حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں اذان دینے کھڑے ہوتے تھے، کھڑے ہوئے۔ اور جب اللہ اکبر پکار کر پڑھا تو اس قدر شور و غوغا اٹھا کہ سارا مدینہ حرکت اور جنبش میں آگیا اور جب اشھد ان لا الہ الا اللہ پڑھا، تو لوگوں کی حرکت اور جنبش سے سارے شہر مدینہ پر زلزلہ اور کھڑکھڑاٹ چھا گئی اور جب اشھد ان محمد رسول اللہ پڑھا تو قیامت پھوٹ پڑی۔ جوانوں، بوڑھوں، چھوٹوں بڑوں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو شہر مدینہ سے باہر نہ نکلا ہو اور زار زار نہ رویا ہو، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال شریف ابھی ہوا ہے! اور واقعہ رحلت نئے سرے سے تازہ ہو گیا اور حضرت امیر عمر فاروق مسجد نبوی کے اندر سے باہر صحن مسجد کو جو نکلے تو حضرت بلال کو اذان پڑھتے سنا تو فرمانے لگے کہ اے بلال!

اذان بند کرو کہ لوگوں کے جگر پھٹتے ہیں۔

خلاصہ کلام، حضرت بلال نے اذان غلبہ محبت اور فرط اشتیاق سے پوری نہیں فرمائی اور منبر شریف سے نیچے اتر آئے۔

اور اسی طرح کتاب غنیۃ الطالبین میں بھی مذکور ہے:

روایت ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ملک شام فتح کیا اور بیت المقدس کے باشندوں کے ساتھ مصالحت کی کعب احبار رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور مشرف با اسلام ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے اسلام لانے سے بے انتہا فرحت اور مسرت حاصل ہوئی۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شام سے واپسی کا ارادہ فرمایا تو حضرت کعب سے فرمایا: کیا تمہاری خواہش ہے کہ ہمارے ساتھ مدینہ منورہ اور سید الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم (کے روضہ اقدس پر چلو)۔ بے شک میں یہ کام ضرور کروں گا۔ مدینہ منورہ مطہرۃ میں داخل ہونے کے بعد پہلے پہل جو کام حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ نے کیا وہ صلوٰۃ و سلام کا کام تھا۔ عبدالرزاق صحیح اسناد کے ساتھ روایت کرتے ہیں، جب بھی ابن عمر سفر سے واپس مدینہ منورہ تشریف لاتے تو سب سے پہلے قبر مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر حاضری دیتے اور کہتے کہ السلام علیك یا رسول الله السلام علیك یا ابا بکر یا ابتاہ نیز مؤطا امام مالک میں یہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ ابن عمر کے غلام نافع سے پوچھا۔ کیا آپ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف پر یہ کہتے ہوئے کھڑے دیکھا ہے: السلام علی النبی السلام علی ابی بکر السلام علی ابی۔ حضرت نافع نے کہا ہاں ایسا ہی۔

مسند ابی حنیفہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ سنت طریقہ ہے کہ قبر شریف نبوی کے پاس آئیں قبلہ شریف کی جانب پشت کر کے قبر شریف کی جانب رخ کر کے کہیں : السلام علیک یا ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور سید الرسل صلے اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور عزت کے طفیل توسل اور شفاعت چاہنا اور جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے طلب مدد اور اعانت کرنا فعل انبیاء کرام علیہم السلام اور عادت سلف وخلف صالحین ہے نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ لباس جسمانی جلوہ گر ہونے سے پہلے اور اس حیات دنیوی اور عالم برزخ اور میدان قیامت میں بھی جب انبیائے مرسل کو رائے اور دم مارنے کی مجال اور طاقت نہ ہوگی۔ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں دروازہ شفاعت کا افتتاح ہوگا تو اگلوں اور پچھلوں سب کو رحمتوں کے سمندر اور رحمتوں کے انوارات میں داخل فرمائیں گے۔

جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم سے طلب امداد کے بارہ میں احادیث اور آثار ہر چہار مذاہب میں بالاتصال وارد ہیں۔ پس سب سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیفیات بابرکات سے جو وسیلہ پکڑا وہ انسانیت اور دائرہ خلقت کے پیدائش کے بعد کا واقعہ ہے۔ اس بارہ میں جو احادیث و اخبار وارد ہیں۔ ان میں ایک حدیث بھی ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور علمائے حدیث نے اس حدیث کو صحیح ٹھہرایا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی اور اس خطا سے توبہ اور معافی کے لیے حضرت آدم علیہ السلام نے اس طرح دعا کی : یا الٰہی ! اسئلک بحق محمد ان تغفر لی۔ ترجمہ : اے اللہ !

حضور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے طفیل مجھے بخش دے۔

درگاہ الٰہی سے حکم آیا کہ اے آدم! تو نے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا جب کہ ابھی تک میں نے جوہر روحانی کو صدف جسمانی میں وارد بھی نہیں کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے اللہ! تو ہی جانتا ہے کہ جس روز تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا اور روح علوی کو میرے قالب بشری میں پھونکا تو میں نے سر اٹھا کر دیکھا، تو میں نے عرش کے پردوں پر لکھا پایا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ میں نے اسی دن معلوم کر لیا کہ وہ تیرے بندوں میں ایک ایسی ہستی ہے جو سب مخلوق میں آپ کو محبوب ترین ہے۔

تب اللہ تعالےٰ کی جانب سے یہ فرمان آیا: اے آدم! جب تو نے میرے دربار میں ان کو وسیلہ مغفرت پیش کیا تو میں نے تیرے گناہ بخش دیئے۔ اے آدم! اگر محمد صلے اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ فرماتا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم صفی اللہ نے درگاہ رب العزت سے جو کلمات سیکھے اور جو ان کی توبہ اور مغفرت کا باعث بنے اور جن پر آیت کریمہ فَتَلَقّٰی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ کَلِمٰتٍ الخ ناطق ہے۔ ترجمہ: جو کلمے رب کی جناب سے آدم علیہ السلام کو سکھائے گئے۔ وہ کلمے یہ تھے:

اِلٰہی! بِحُرمت مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاغْفِرْ لِیْ۔

ترجمہ: اے اللہ! حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کے طفیل میں مجھے بخش دے۔

امام سبکی فرماتے ہیں کہ جب اعمالِ صالحہ کو وسیلہ پیش کرنا جائز ہے اور بارگاہ الٰہی

میں یہ توسل مقبول اور مستجاب ہے، تو پیغمبرِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو اللہ پاک کے محب اور محبوب ہیں ان کو وسیلہ شفاعت اور ذریعہ سفارش ٹھہرانا تو بطریق اولیٰ و اعلیٰ جائز ہوگا۔

صاحب قصیدہ بردہ فرماتے ہیں ؎

شعر

یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِی مَنْ اَلُوْذُبِہٖ

سواك عند حلول الحادث العمم

ترجمہ: اے محترم عالی شان! مصیبت میں پھنسے ہوئے کے لیے سوائے آپ کے اور کوئی جائے پناہ نہیں۔

ثانیاً یہ کہ جو سفارشیں اور شفاعتیں آں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی جناب میں پیش کی گئیں وہ بیرون از حد و شمار ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک ضریر البصر (نابینا) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی: یا رسول اللہ! دعا فرمائیے کہ خداوند کریم مجھے خیر و عافیت نصیب فرمائے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا "اگر تم بینائی چاہتے ہو تو دعا کرتا ہوں کہ تم کو بینائی نصیب ہو۔ اور اگر آخرت کے اجر کے طلب گار ہو، تو صبر کرو تاکہ تمھیں آخرت میں اجر ملے اور یہ تمھارے لیے بہتر ہوگا۔"

اس شخص، نابینا نے عرض کی: یا رسول اللہ! دعا فرمائیے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ وضو کرو۔ اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اسئلك واتوجه اليك بنبيك نبی الرحمة یا محمد انی اتوجه بك الی ربی فی حاجتی هذه لیقضی لی حاجتی اللهم

فشفعه لی"

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کے نبی برحق محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رحمت والے نبی ہیں۔ آپ کی جناب میں وسیلہ لاتا ہوں۔

اے اللہ! تو اپنے نبی برحق کا وسیلہ منظور فرما۔ اور میری حاجت پوری فرما۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح غریب ہے۔ اور امام بیہقیؒ نے اس حدیث کو صحیح ٹھہرایا ہے۔

اور آخر میں یہ الفاظ زیادہ کئے ہیں: فقام وقد برء البصر۔ ترجمہ: یعنی وہ نابینا ایسی حالت میں اٹھا کہ اس کی بینائی ٹھیک ہو گئی تھی۔

حاجت مندوں کا سید کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جناب میں وسیلہ پیش کرنا مثلاً فراخی رزق، حصول اولاد، نزول بارش اور رہن سہن میں کشادگی کے لیے توسل اور استمداد اور اسی طرح کے دوسرے واقعات بہت ہیں۔ (ادر ثالثا)

وفات کے بعد آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات کو وسیلہ بنانے کے بارے میں بے حد احادیث وارد ہیں چنانچہ معجم کبیر میں طبرانی عثمان بن حنیف رحمۃ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص تھا جس کی حاجت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پوری نہیں فرما رہے تھے۔ وہ شخص حضرت عثمان بن حنیف کے پاس گیا اور اس نے اپنی حاجت کے متعلق عرض کیا کہ حضرت عثمان امیر المومنین میری حاجت پوری نہیں فرما رہے ہیں۔ کیا کروں۔ حضرت عثمان بن حنیف نے اسے کہا وضو کرو۔ اور مسجد

جا کر دو رکعت نماز ادا کر کے یہ دعا مانگو :

اللھم انی اسئلك و اتوجه الیك بنبینا محمد صلی اللّٰہ علیه و الٰہ وسلم نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجه بك الی ربی لیقضی لی حاجتی۔

مولا کریم کی جناب میں اپنی حاجت عرض کر انشاء اللہ پوری ہوگی ۔ اور چنانچہ وہ آدمی چلا گیا اور حضرت عثمان بن حنیف کے فرمان کے مطابق عمل کیا اور اس کے بعد حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر حاضر ہوا۔ دربان اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے امیر عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا۔ حضرت امیر عثمان رضؓ نے اسے نشستِ خاص پر بٹھایا اور اس کی حاجت روائی فرما کر فرمایا، جب کبھی تم کو حاجت پیش آئے مجھے بتائیو تاکہ تمہاری حاجت پوری کی جائے ۔ وہ آدمی خوش و خرم حضرت عثمان رضؓ کے پاس سے اٹھ کر حضرت عثمان بن حنیف کے پاس آیا اور کہا : جزاك اللّٰہ خیر الجزا آپ ہی نے مجھے حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ سے ملنے کی ایسی تجویز بتائی کہ میں ان سے مل بھی سکا اور انھوں نے میری حاجت بھی پوری کر دی ورنہ اس سے پہلے وہ میری جانب کچھ بھی توجہ نہیں کرتے تھے حضرت عثمان بن حنیف رضؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم ! میں نے اس کو اور تو کچھ بھی نہیں کہا۔ بجز اس کے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ ایک نابینا شخص ان کے پاس آیا اور آپؐ سے اپنی بینائی کی شکایت کی۔ اور مذکورہ تمام حدیث بالتفصیل بیان کی پس میں نے اس حدیث پر قیاس اور خیال کیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا حاجت روائی کا موجب اور حصولِ مقصد کا سبب ہے ۔

قاضی عیاض مالکیؒ شفاء میں یہ واقعہ لائے ہیں کہ ابوجعفر منصور اور امام مالک رحمہ اللہ کے درمیان مسجد نبوی میں مناظرہ ہوا۔ شاید ابوجعفر نے دورانِ سخن میں اپنی آواز بلند کی۔ امام مالک رحمہ اللہ نے ابوجعفر منصور کو کہا کہ اے امیر المومنین پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں آواز کیوں بلند کرتے ہو، حالانکہ حق تعالیٰ اپنی کتاب میں راہ ادب سکھاتے ہیں اور قولِ باری تعالےٰ تلاوت کیا: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ۔

ترجمہ: یعنے اپنی آواز نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کرو۔

اور دوسرے گروہ کی مدح میں فرماتے ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى۔ الآیہ

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے آزمایا ہے اور ان کے دلوں کو تقویٰ سے بھر دیا۔

وفات کے بعد پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت کا وہی حکم ہے جو آپ کی حالت حیات میں تھا۔ خلیفہ ابوجعفر منصور پر امام مالکؒ کی بات کا بہت اثر ہوا یہاں تک کہ ابوجعفر پر گریہ طاری ہوا خضوع اور مسکنت میں ڈوبا ہوا ابوجعفر بولا: اے ابو عبداللہ دعا کے وقت میں قبلہ کی طرف توجہ کروں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اپنا منہ کروں۔ حضرت امام مالک نے فرمایا: اے ابوجعفر تم کیوں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روگردانی کرتے ہو جب کہ اللہ جل نشانہ، کے ہاں وہ تمہارا اور تمہارے باپ آدم صفی اللہ کا وسیلہ اور ذریعہ بنے ہیں۔

پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منہ کرو اور اس سے طلب شفاعت کرو تاکہ

وہ تمھاری شفاعت کریں انتہی اور معلوم رہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہونے اور آپ کی جناب میں دعا مانگنے اور انتہائی ادب اور احترام اور بے حد خضوع وخشوع، ملحوظ رکھنے کے استحباب کا بیان آداب زیارت کے باب میں ذکر کیا جائے گا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ فاطمہ بنتِ اسد کی قبر کے بیان میں اس بابت ذکر بھی ہوا تھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی قبر میں داخل ہو کر یہ دعا کی:

اِلٰہی بِحَقِّ نَبِیِّکَ وَالْاَنبیاءِ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِی۔

ترجمہ: الٰہی! تو فاطمہ کو اپنے نبی کے اور جو انبیاء کہ اس سے پہلے گذرے ہیں ان سب کے طفیل بخش۔

اس حدیث شریف سے دو حالتوں میں وسیلہ پکڑنا ثابت ہو رہا ہے:

پہلا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا حالت حیات میں وسیلہ پکڑنا۔

دوسرا انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کا ان کی وفات کے بعد وسیلہ کرنا۔

یہ دو قسم کے وسیلے پکڑنے اس حدیث شریف سے ثابت ہو رہے ہیں۔

پس مخفی نہ رہے کہ جب انبیاء علیہم اکمل الصلوات وافضل التحیات کا وسیلہ کرنا وفات کے بعد جائز ٹھہرا تو سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا بطریق اولیٰ واکمل جائز ہوگا بلکہ اگر اس حدیث شریف کو اولیاء اللہ کا وسیلہ ان کی وفات کے بعد پکڑنے پر قیاس کیا جائے تو بھی درست وجائز نہ ہوگا۔

مگر چونکہ حضرات انبیاء ومرسلین علیہم الصلوات والتسلیمات کے توسل پر خصوصی دلیل مطلوب تھی تو اس مدعا اور مقصد پر یہ واقعہ بالخصوص دال ہے۔

ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ صحیح سند کے ساتھ یہ واقعہ لائے ہیں کہ حضرت امیر عمرؓ کے زمانہ میں قحط پڑا تو ایک شخص نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف پر حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! صلے اللہ علیہ وسلم اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمائیں، کیونکہ وہ ہلاک ہوگئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی زیارت فیض بشارت سے مشرف کیا اور فرمایا کہ عمر رضی اللہ عنہ کو خوشخبری دے دو کہ بارش ہو گی اور اس طرح وسیلہ پیش کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے گویا اپنی حاجت بر لانے کے لیے بارگاہِ الٰہی آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم سے حالت حیات میں دُعا کروانے کے مترادف ہے، چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حالت حیات میں اس طرح کا واقعہ پیش آیا جو اس عبارت سے ظاہر ہے: یا محمد انی توجہت بک الی ربی فی حاجتی لیقضی لی۔

ترجمہ: اے محمد! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ کے طفیل اپنے رب کی طرف اپنی حاجت کے بارہ میں متوجہ ہوتا ہوں اے اللہ! میری حاجت پوری فرما۔

یہ عبارت حالت حیات میں وسیلہ پکڑنے پر دلالت کرتی ہے۔

ابن جوزی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ اہلِ مدینہ پر شدید قحط پڑا، تو حضرت عائشہؓ کے پاس شکایت لے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس جاؤ اور اس کی ایک کھڑکی آسمان کی جانب کھول دو تاکہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔ چنانچہ اہلِ مدینہ نے ایسا ہی کیا۔ پھر بہت بارش ہوئی اور اسی طرح سے ایک سائل کا سوال کرنا کہ اسئلک

مرافقتك فی الجنة۔ ترجمہ: میں سوال کرتا ہوں کہ آپ اپنے پروردگار سے درخواست فرمائیں اور سفارش کریں وہ آنحضور کی رفاقت میں مجھے جنت عطا فرمائیں۔ نیز یہ روایت بھی اس قبیل کے واقعات سے ہے۔

رابعاً سرورِ انبیا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا توسل جو آپ کی شفاعت کے وسیلے میدانِ قیامت میں ہوگی۔ یہ شفاعت احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور علماء کا اجماع اس پر منعقد ہے۔

اور صالحین کا جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ درجہ بدرجہ ربط وتعلق کے لحاظ سے وسیلہ پکڑنے کے باب میں احادیث و آثار آئی ہیں منجملہ ان کے یہ حدیث ہے کہ حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباسؓ کو طلب بارش کے لیے وسیلہ ٹھہرایا اور اس حدیث سے اس امر کا بخوبی اثبات ہوتا ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث میں مروی ہے کہ جب قحط سالی ہوتی اور بارش بالکل منقطع ہو جاتی تو حضرت امیر عمر رضی اللہ عنہ طلب بارش کے لیے بارگاہ الٰہی میں آپ کے چچا حضرت عباسؓ کو وسیلہ پیش فرماتے۔ اور دُعا فرماتے کہ الٰہی اس سے قبل جب قحط ہوتا تو ہم تیرے پیغمبر کو وسیلہ پکڑتے اور تو پانی نازل فرماتا اور اب ہم تیرے پیغمبر کے چچا کو وسیلہ پکڑتے ہیں۔ پس ہم کو بارش عنایت فرما۔ ایک اور روایت حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت امیر عمرؓ فرماتے ہیں خداوندا! ہم تیرے پیغمبر کے چچا کے ذریعہ باراں طلب کرتے ہیں۔ اور ایک بڈھے پیرومرشد کے ذریعہ اور وسیلہ سے بارش طلب کرتے ہیں۔ اور حضرت عباس دعا فرماتے اور دعا میں یوں عرض کرتے: خداوندا! یہ قوم تیرے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے ساتھ قرابت و نسبت کی وجہ سے میری طرف متوجہ ہوا ہے پس میرے مالک مجھے تو ان کے آگے شرمندہ نہ کر اور اسی بارہ میں حضرت عباس بن عتبہ بن ابی لہب فرماتے ہیں ؛ شعر

بِعَمّی سقا الله الحجاز و اهله
عشیة یستسقی بشیبة عمّی

ترجمہ ؛ میرے ایک بوڑھے چچا کے ذریعے اللہ کریم نے جملہ خطہ حجاز کے رہنے والوں کو سیراب کیا۔

سنیل مطالب فوز مآرب کتاب میں ہے کہ سرور انبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے مرقد منور میں محتاجوں اور مسکینوں کی حاجات برلانے کے بارہ میں بے حد احادیث اور آثار آئی ہیں۔

محمد بن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے باپ کے پاس اسّی دینار امانت رکھے اور خود جہاد پر چلا گیا اور اسے اجازت دے گیا کہ اگر اس کو ضرورت پڑے تو وہ خرچ کر سکتا ہے۔ جب وہ شخص جہاد سے واپس آیا۔ اور اپنی رکھی ہوئی امانت میرے باپ سے طلب کی ۔ میرے والد صاحب آگے بیان فرماتے ہیں کہ میں اس رقم کو ادا کرنے سے قاصر تھا تو اس شخص سے کہا کہ کل آنا تجھے رقم ادا کر دوں گا۔ وہ شخص واپس چلا گیا۔ اور محمد بن المنکدر فرماتے ہیں ؛ میرے باپ نے وہ رات مسجد میں گذاری۔ وہ ساری رات کبھی حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب اور کبھی منبر کے عین مقابل استغاثہ اور استمداد کرتا رہا۔ اور بارگاہِ الٰہی میں فریاد کرتا رہا۔ اچانک تاریکی میں ایک شخص نمودار ہوا۔ اور اسّی دینار کی تھیلی میرے باپ کو دی۔

صبح وہی تھیلی میرے باپ نے امانت رکھنے والے شخص کو دے دی اور قرض کی زحمت اور تکلیف سے چھٹکارا حاصل کیا۔

اور امام ابوبکر بن مقری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اور طبرانی اور ابو شیخ تینوں حرم نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں تھے کہ دو روز گذر گئے کہ ہم نے نہ کچھ کھایا اور نہ کچھ پیا۔ آخر الامر ہم پر بھوک نے غلبہ کیا اور بھوک سے تنگ آ گئے۔ پس عشاء کے وقت ہم قبر شریف کے پاس آئے اور فریاد کی: یارسول اللہ! الجوع یعنی اے اللہ کے پیغمبر! ہم تو بھوکے ہیں۔ اور یہ کلمہ کہہ کر ہم واپس چلے گئے مجھ کو اور ابو الشیخ کو نیند آ گئی۔ اور طبرانی کسی چیز کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک علوی شخص آیا اور آ کر دروازہ کھٹکھٹایا اور اس کے ساتھ دو غلام تھے۔ جس کے ہاتھوں میں طعام کھجور اور روٹیوں بھرے زنبیل تھے۔ اور ہمیں کھلائے اور جو کچھ ہم سے بچ گیا۔ وہ بھی ہمارے سامنے رکھ دیا اور اس نے کہا کہ بھائیو! آپ لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے آگے ہماری شکایت کی تو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ کو خواب میں ملے اور فرمایا: جلدی کرو، مہمانوں کو کھانا کھلاؤ۔ اس لیے میں یہ سب چیزیں آپ لوگوں کے پاس لایا ہوں۔

اور ابن الجلاء فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ کے شہر مدینہ کو آیا۔ اور وہاں پر مجھے ایک دو فاقے گذارنے پڑے۔ چنانچہ میں نے قبر شریف کے پاس کھڑے ہو کر عرض کی:

اَنَا ضَیْفُكَ یَا رَسُوْلَ اللهِ! اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم میں آپ کا مہمان ہوں۔ اور میں یہ کہہ کر سو گیا۔ چنانچہ نیند میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں اور حضرت عمر آپ کے پاس تھے

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تھے۔ حضرت علی مجھے فرماتے ہیں کہ اٹھ کھڑے ہو کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ چنانچہ میں اٹھا۔ اور آپ کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ آپ نے ایک روٹی مجھے دی۔ میں نے نصف روٹی کھائی ہی تھی کہ میں جاگ پڑا اور نصف باقی میرے ہاتھ میں تھی۔

احمد بن محمد صوفی رحمۃ اللہ علیہ کہ تین ماہ تک جنگلوں میں پھرتا رہا اور پھر میں مریض ہو گیا کہ میرے بدن کا چمڑا بھی پھٹ چکا تھا آں سرور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا اور آپ کے دو ساتھیوں حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے حضور دعا و سلام عرض کیا اور سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا آپ فرما رہے ہیں کہ احمد تو آگیا ہے تمہاری حالت کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں بھوکا ہوں اور آپ کا مہمان ہوں۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاتھ کھول اور چند درہم میرے ہاتھ میں رکھ دیئے اور میں بیدار ہو گیا اور بازار گیا فطیری روٹی اور فالودہ خرید کر کھایا اور پھر جنگل چلا گیا۔

اس طرح کے واقعات اور حکایات بہت ہیں جو حدود عدد سے بے شمار ہیں۔ صاحب قصیدہ بردہ شیخ محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

حاشاہ اَن یَحرِمَ الرّاجی مَکَارِمِہٖ

اَو یَرجِعُ الجارُ منہ غَیرُ محترمٖ

ترجمہ: معاذ اللہ! آپ کے اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ سے امید رکھنے والا نا امید نہیں ہوتا اور کوئی پڑوسی آپ کے فیوضات و برکات اور مکارم اخلاق سے بے بہرہ نہیں ہوا۔ کجا مساوات شنیدہ و دیدہ را۔

جاننا چاہیئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے : اَوَّلَ مَاخَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ ۔ اور دوسری شریف میں آیا ہے : انا من نور اللہ ۔

ہر گاہ حق سبحانہ، وتبارک وتعالےٰ تمام مخلوقات اور کائنات کو حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ مبارک سے پیدا فرمایا۔

پس حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جملہ موجودات کے اصل ٹھہرے اور جملہ موجودات کے اصل اور جملہ خلائق کے اصل ٹھہرے ۔ فکل اصل وفرع من رسول اللہ مَبْدَأُہٗ ناطق ہے۔

اس واسطے تمام علمائے محققین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات اور موجودات کے لیے بھیجے گئے ہیں اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت نہ صرف جن وانس اور ملائکہ پر منحصر ہے بلکہ آنحضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کل عالم حتیٰ کہ نباتات وجمادات کے لیے بھی رسول وپیغمبر ہیں ۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین

ختم شد مکتوب شریف

مکتوب تیسرا بنام مولانا محمد عادل صاحب

(خلیفہ اجل واکمل)

عقائد اہلِ سنت والجماعت اور سلوک طریقہ شریفہ

حضرت خواجگان نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہم کے بیان میں

انوی اعزی ارشدی مولوی محمد عادل صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

از جانب فقیر حقیر لاشئ دوست محمدؐ بعد از سلام مسنون، اور اشتیاق ملاقات مشحون مطالعہ فرمائیں۔ الحمد للہ کہ تادم تحریر ہذا کہ ماہ صفر المظفر کی بیسویں تاریخ ہے فقیر اپنے سب درویشوں سمیت خیریت سے ہے۔ اور آپ بھائی کے لیے بارگاہِ الٰہی سے خیریت اور استقامت شریعت محمدی کا خواہان وجویان ہوں۔

حلا خلاصۃ الکلام آنکہ پیران عظام پر لازم ہے کہ مریدوں کو اپنے عقائد کے مطابق اعتقاد اہلِ سنت والجماعت رکھنے کی تلقین کریں۔ اور اپنے بزرگوں کے رویّے سے ان کو آگاہ کریں۔

پس آپ بھائی کو کچھ بیان عقائد اہلِ سنت والجماعت کے تحریر کیے جاتے ہیں تو جان لیجئے کہ تُو پیدا کیا ہوا ہے۔ اور کوئی تمہارے پیدا کرنے والا ہے۔ اور تمھارا پیدا کرنے والا سارے جہان کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور جو کچھ کہ سارے جہان میں ہے، وہ اسی کی پیدا کی ہوئی ہے اور سارے جہان کو پیدا کرنے والی ایک ہی ذات ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور وہ ذات پاک ہمیشہ رہنے والی ہے اور ہمیشہ سے رہتی چلی آئی ہے۔ اور اس ذات پاک کے وجود کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ ہی کوئی انتہا۔ وہ ذات پاک ازل سے ابد تک واجب الوجود ہے۔ اس ذات پر نیستی کا اطلاق ہو ہی نہیں سکتا۔ اور وہ ذات پاک قائم و دائم ہے۔ اور وہ کسی کا محتاج نہیں اور ساری چیزیں اسی کی محتاج ہیں اور اس کا قوام اپنی ذات سے ہے۔ اور سب چیزوں کا قیام اسی

ذات پاک کے ذریعہ ہے۔ اور وہ نہ جوہر ہے نہ عرض! اور وہ نہ مکانی ہے نہ زمانی، بلکہ دونوں سے پاک ہے۔ اور نہ وہ جسم ہے نہ جسمانی اور نہ اس کی مانند کوئی ہے۔ اور نہ وہ کسی چیز کی مانند ہے نہ اس کی کوئی صورت ہے کہ بیان کی جا سکے۔ اور وہ بے مثل و مثال ہے۔ اور نہ کسی چونی اور چگونگی کا اطلاق اس پر ہو سکتا ہے۔ اور اس ذات پاک کے متعلق جتنا خیال دوڑائیں اور عقل چلائیں، وہ اس کے بھی ورے[1] ہے۔ نہ کوئی عقل اس تک پہنچ سکتی ہے اور نہ کوئی وہم۔ کیونکہ یہ سب صفات ان چیزوں کی ہیں جو کسی کی پیدا کی ہوئی ہوں۔ اور بڑے ہونے اور چھوٹے ہونے کا اطلاق اس ذات پاک پر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی وہ کسی جگہ پر جائے گیر ہے اور نہ جائے پذیر۔ اور جان لیجیئے! کہ جو کچھ کہ جہان میں ہے۔ وہ سب عرش کے نیچے ہے اور عرش اس کی قدرت سے اس کے مسخر ہے۔ اور وہ سب مخلوقات کے صفات سے پاک ہے۔ اس جہان میں اس ذات پاک پر بغیر دیکھے ایمان لانا فرض ہے۔ اور اس جہان میں بلاشبہ سب کو اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ اور وہ ذات پاک جیسے کہ اس جہان میں بے مثل و بے مثال ہے۔ اس جہان میں بھی بے مثل و بے مثال ہے۔ یہ سب عقائد اہلِ سنت والجماعۃ کے ہیں۔ ان عقائد کے مطابق ایمان رکھنا فرض ہے۔

اور اے بھائی! جب سالک راہ حقیقت و طریقت اہلِ السنۃ والجماعۃ کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد رکھ لے۔ تو اس کو ذکر میں مشغول ہو جانا چاہیئے اور ریاضات و مجاہدات پر کمر بستہ ہو جائے تاکہ اس کو تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب حاصل ہو جائے۔ تاکہ اس کے اخلاق رذیلہ اوصاف حمیدہ سے تبدیل ہو جائیں۔ اور دنیا اور اہل دنیا کی محبت اس کے دل سے نکل جائے گی اور اس کو صبر و توکل اور رضا جیسے بلند مقامات حاصل ہو جائیں۔ اس طرح سے کہ وہ اپنے اعتقاد کے مطابق یہ اوصاف عالم مثال

---

[1] اور انسانی تصور میں آ نہیں سکتا بلکہ ذات باری وراء الوریٰ ہے۔

میں اپنے اندر مشاہدہ کرنے لگے۔ اور اپنے آپ کو بشری آلائش سے پاک وصاف دیکھنے لگ جائے۔ جب وہ بصیرت قلبی سے یہ احوال اپنے اندر محسوس کرنے لگ جائے، تو اس کو سیر آفاقی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور عالم امر کے پانچوں لطیفوں کا سیر و سلوک جدا جدا ہے اسی طرح ان لطائف کے انوار بھی جدا جدا ہیں۔ چنانچہ لطیفہ قلب کا نور زرد ہے۔ اور لطیفۂ روح کا نور سُرخ ہے۔ اور لطیفۂ سرّ کا نور سفید ہے۔ اور لطیفہ خفی کا نور سیاہ ہے اور لطیفہ اخفیٰ کا نور سبز ہے۔ اور عالم خلق کے لطائف کے وہی انوار ہیں، جو عالم امر کے لطائف ہیں۔ البتہ عالم خلق کے لطائف میں لطیفہ نفس کا نور ابلق ہے یعنے نور بے کیف جیسے کہ حضرت امیر خسرو سے بادشاہ نے پوچھا کہ اے خسرو! ابلق رنگ کا موتی کہیں موتیوں میں مل سکتا ہے۔ اگر ہے، تو کہاں۔ تو حضرت امیر خسروؒ نے فوراً یہ شعر پڑھا۔ شعر ؎

دُر ابلق کسے کم دید موجود
مگر اشکِ بتانِ سرمہ آلود

یعنے کسی نے ابلق رنگ کا موتی کہیں نہیں دیکھا۔ اگر دیکھنا چاہو تو معشوقوں کی سرمہ آلود آنکھوں کے آنسوؤں کو دیکھو۔ کہ یہ ابلق رنگ کا موتی ہے۔

اور حضرت شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ سمنانیؒ نے ساتوں لطائف کے انوار علیحدہ علیحدہ بتائے ہیں۔ جو کہ ہمارے حضرات کے مقرر کردہ انوارات سے مختلف ہیں وہ فرماتے ہیں کہ لطیفہ قلبیہ کا نور خاکی ہے۔ اور لطیفہ نفس کا نور صاف نیلا! اور لطیفہ قلب کا نور خالص سرخ۔ اور لطیفۂ روح کا نور خالص پیلا۔ اور لطیفہ سر کا نور خالص سفید۔ اور لطیفہ اخفیٰ کا نور خالِص سبز ہے۔ جو سالک اپنی قوت متخیلہ (تصور) میں یہ

امورِ غیبیہ ملاحظہ کرنے لگے۔ اور اس کو تجلیات ذاتیہ کے پرتو سے اپنے باطن میں لطف اور حظ آنے لگے۔ تو اس وقت اسے چاہیئے کہ ذکر اور مراقبہ و تلاوت قرآن مجید اور نماز پنج وقتہ پر پابندی اور مدام توبہ اور استغفار کے سوا دوسرے کام میں ہرگز مشغول نہ ہو۔ اور درود شریف بہت پڑھے۔ اپنے مولا کریم کی عبادت میں شب و روز لگا رہے۔ کسی دوسری جانب التفات نہ کرے۔ کیونکہ مولا کریم نے بندے کو اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ بندے سے مقصود بندگی ہے اور انوار و تجلیات کوئی مقصودی چیز نہیں۔

اسی لیے تو حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے تجلیات اور انوار کو مولا کریم اور بندے کے درمیان حجاب سے تعبیر کیا ہے۔ اور ان چیزوں کو خیال پرستوں کا مقام کہا ہے۔ حضرت زین الدین قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو پیر اپنے واقعات مریدوں پر ظاہر کرتا ہے۔ وہ ریاکار اور مکار ہے۔

البتہ وہ چیزیں جو مریدوں کو ادب سکھائیں۔ اور مریدوں کی تربیت کے لیے ضروری ہیں تاکہ مرید ادب سیکھیں۔

اور یاد رہے کہ جو لوگ انوار نہ دیکھتے ہوں۔ ان کا درجہ انوار دیکھنے والوں سے کم نہیں۔ البتہ جن مریدوں کا یقین کمزور اور حالات باطنی ضعیف ہوں۔ ان کے لیے حالات اور واقعات اور مکشوفات کا دیکھنا ضروری ہے تاکہ ان کا یقین کامل ہو جائے۔ اور اپنے پیر پر پختہ اعتقاد رکھنے والوں کے لیے یہ چیزیں ضروری نہیں۔ فقط ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب۔

مکتوب شریف چوتھا

(بنام مولوی میر واعظ صاحب خلیفہ جلیل القدر)

(ان کے سوالات کے جواب میں اور سلوک و تصوف شیخ کامل مکمل سے حاصل کرنے کے بیان میں وغیرہ ذالک

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اخوی اعزی ارشدی ملا میر واعظ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

از جانب فقیر حقیر لاشئ دوست محمد جو کہ حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ بعد از سلام مسنون اور دعوات ترقی درجات مشحون مطالعہ فرمائیں کہ الحمد للہ یہاں پر اللہ کریم کے فضل و کرم سے ہر طرح سے خیریت ہے۔ اور بارگاہِ الٰہی سے آں عزیز کی صحت اور سلامتی اور استقامت شرعی مدام مطلوب ہے۔ خلاصہ مکتوب یہ ہے کہ بھائی جان کو معلوم رہے کہ اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق اپنے عقائد رکھنے اور احکام شرعیہ فرض، واجب، سنت اور مستحب وغیرہ ذالک پر پابند رہتے اور حرام و مکروہ اور مشتبہ اشیاء سے پرہیز کرنے کے بعد ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات عزیزہ چند روزہ کو طاعات اور عبادات ظاہری اور باطنی سے آباد اور شاد رکھے۔ اور تصفیہ قلب و تزکیہ نفس حاصل کرنے پر کوشاں رہے، کیونکہ اعمال شریعت

اور طریقت و حقیقت کا مقصد ہی پاکی نفس اور صفائی دل حاصل کرنا ہے اور جب تک دل صاف اور نفس پاک نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ایمان حقیقی حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ ایمان حقیقی اسی سے وابستہ ہے۔ اور دل کی سلامتی کا مقصد یہ ہے کہ اس کے دل میں سوائے اللہ کریم کے دوسری کوئی چیز نہ کھٹکے، نہ دل کسی دوسری چیز کی طرف متوجہ ہو۔ اگر فرض کرو اس کو ہزار سال کی عمر بھی عطا ہو جائے۔ تب بھی ایک لمحہ اور لحظہ کے لیے ماسوائے اللہ پاک کے اس کے دل پر دوسری کوئی چیز نہ گذر سکے۔ اسی کو فنائے لطیفہ قلبی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ سلوک نقشبندیہ مجددیہ[1] میں پہلا قدم ہے۔

بھائی جان! طالب مولا کو اس قدر توجہ اور مراقبہ میں کوشش کرنی چاہیئے کہ یہاں تک اس کا عروج ہو کہ وہ ہر سانس اور ہر لمحہ اپنے آپ کو مولا کریم کی جناب میں دیکھنے لگے۔ اور بجز اللہ تعالےٰ کے دیدار کے اس کی دوسری کوئی طلب نہ رہے۔ اور یہ شہود اور حضور تب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ دونوں جہاں اس کی نظر سے چھپ جائیں۔ اور اس کو بجز مولا کریم کی ذات پاک کے اور کچھ نظر نہ آئے۔ اس کا دل جو کہ حقیقت جامعہ ہے مشاغل دنیاوی اور تلذذات فانیہ سے خلاصی حاصل کرے۔ اور یہ ارفع اور اعلیٰ مقام تب ہی حاصل ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اوقات اور لمحاتِ حیات مستعار کی اس قدر نگرانی کرے کہ اس کے ملکۂ دل پر اللہ پاک کے ماسوائے اور کسی چیز کی گذر نہ ہو۔ اور جمعیت باطنی اور حضور اس کا ملکۂ دل بن جائے۔ یہ ہے حقیقت فنائے قلبی۔

بھائی جان! اس زمانہ آخر میں لوگ سلوک ناتمام کردہ۔ اور اس مبارک راستے یعنی راہِ سلوک کے نشیب و فراز سے ناواقف یہاں تک کہ نہ ان کو فنا و بقائے

---

[1] یعنی قوت استعدادیہ حاصل ہو جاوے۔

مصطلح مشائخ کرام کا پتہ چلتا ہے۔ محض اپنی پیرزادگی اور صاحبزادگی کی بنا پر اپنی دکان فقر کی رونق بنائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے آپ کو بزرگ اور ولی سمجھ کر لوگوں میں ڈینگیں مارتے ہیں کہ میں بزرگ اور میرے جیسا ولی کوئی نہیں ٹانے ٹونے ٹوٹکے منتر اور اسما بلاتمیز پکا کر اپنے دعویٔ فقر پر روز دیتے ہیں۔ خواہ وہ جنوں کو مسخر کریں یا شیطان کو۔ ان کی محض غرض دنیا اکٹھی کرنا ہوتی ہے۔ اور عوام الناس بھی ان کے نرغے میں آجاتے ہیں۔ حالانکہ نہ وہ جھوٹ سے پرہیز کرتے ہیں اور نہ گلہ گوئی سے بہتان طرازی ان کا شیوہ ہوتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ ان کا مدام کام اپنے آپ کو اونچا دکھانا اور دوسروں کو نیچا دکھانا اور اپنے آپ کو سب سے بالاتر اور بزرگ بنانا کام ہوتا ہے۔ اپنے آبا، و اجداد کی بزرگی پر فخر کرتے ہیں اللہ کریم ایسے پیرزادوں اور صاحبزادوں سے بچائے۔ معاذ اللہ! طریقت یہ نہیں جو وہ کر رہے ہیں جیسے کہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

شعر ؎ کیں مدعیان در طلبش بے خبرانند
کانرا کہ خبر شد، خبرش باز نیاید

یعنی یہ غلط مدعی لوگ جو کہ راہ سلوک و طریقت و بزرگی کی ڈینگیں[1] مارتے پھرتے ہیں۔ وہ حقیقت میں بے خبر ہیں۔ اور جن کو راہ سلوک میں مولا کریم کی دیدار پر انوار کی طلب ہوتی ہے۔ اس کے منہ پر مُہرِ سکوت لگ جاتی ہے۔

بھائی جان! اے برائے دین اور روندہ راہ یقین سب طریقوں کے خواہ طریقہ نقشبندیہ ہو یا قادریہ یا چشتیہ ہو خواہ سہروردیہ اور اسی طرح دیگر چار طریقوں کے امام خواہ شطاریہ ہو خواہ مداریہ یا گبرویّہ یا قلندریہ ہو سب اس بات پر متفق ہیں۔ اور ساتھ ہی چاروں مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی بھی متفق ہیں کہ اس

---

[1] : دھوکے

راہِ سلوک میں کشفیات اور تصرفات اور خرق عادات کی کوئی ضرورت نہیں، کیونکہ پانی پر چلنا تو مچھلیوں کا کام ہے، اور ہوا میں اڑنا پرندوں کا، اور غیبی خبریں دینا کاہنوں اور جادوگروں کا کام ہے۔ اور ایک ہی لمحہ میں مشرق سے مغرب تک پہنچنا شیطان کا کام ہے۔ یہ سب کام کچھ بھی نہیں اور ان کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔

حقیقت میں کرامت بزرگانِ دین کے نزدیک یہ ہے کہ انسان کا ظاہر شریعت اور حضور سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی سنت اور متابعت سے آراستہ ہو۔ اور باطن حق تعالےٰ کے حضور میں مستغرق ہو۔ اور دل غیر اللہ کی محبت سے خالی ہو۔ اور اللہ تعالےٰ کے ذکر اور مراقبہ میں اس طرح محو ہو کہ اس کو اپنے اور کل کائنات کے افعال و صفات کلی و جزئی نظر نہ آئیں۔ اصل بات یہ ہے اور باقی سب لغو اور ہیچ ہے۔

اللہ اکبر!

ہاں اگر اللہ کریم کبھی سالک پر پوشیدہ راز ظاہر فرمائیں۔ اور اس کو تصرف کرنے کی طاقت بخشے، اور واقعات ماضیہ اور مستقبلہ کا پتہ لگ بھی جائے، تو اس کو چاہیئے کہ وہ حتے المقدور ان کو پوشیدہ رکھے نہ یہ کہ پوشیدہ رازیں ظاہر کرنے لگے اور اپنی بزرگی کا سکہ جمائے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ سب انبیاء علیہم الصلوات والسلام پر اظہار معجزات فرض ہیں۔ اسی طرح اولیاء اللہ رضوان اللہ علیہم پر کرامتوں کا چھپانا فرض ہے۔ اور دوسرے بزرگ نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مولا کریم کی تنبیہ یہ ہے کہ ان پر وحی کا آنا بند کر دے۔ اور اولیاء اللہ کو مولا کریم کی جانب سے تنبیہ یہ ہے کہ وہ اپنی کرامتیں ظاہر کرنے لگیں۔ اور مومنوں کو مولا کریم کی تنبیہ یہ ہے کہ ان سے طاعات اور عبادات

الٰہیہ میں کمی واقع ہونے لگے۔ (مکتوب شریف ختم شد)

مکتوب شریف پانچواں

خلیفہ جلیل القدر مولانا راز محمدؒ صاحب کے نام ضروری نصائح اور مقامات سلوک کے بیان میں

اخوی اعزی ارشدی ملا راز محمد صاحب۔ اوصلہ اللہ تعالےٰ الی اقصی المراتب و سلمہ اللہ تعالےٰ من الحوادث والنوائب۔ از جانب فقیر حقیر لاشی دوست محمد جو کہ حاجی صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ بعد از سلام مسنون، اور دعا گوئے بے حد مطالعہ فرمائیں۔

الحمد للہ! یہ فقیر معہ جملہ درویشان تا تاریخ ۱۷ / ماہ جمادی الثانی ۱۲۶۹ھ شکر منعم حقیقی جل شانہ، بجالاتا ہے۔ اور بفضلہ تعالےٰ ہر طرح سے خیریت ہے۔ آنجناب کی صحت و عافیت اور استقامت شریعت و طریعت وحقیقت بارگاہ الٰہی سے خواہاں و جویاں ہیں اور استقامت شریعت و حقیقت و طریقت کا حاصل ہو جانا کرامت کے حصول سے بالاتر ہے۔ اللہ کریم و رحیم آں عزیز کو نصیب فرمائے۔ آمین۔ جو مکتوب محبت بھرا و ستی مجمع فضائل و کمالات اور منبع محامد و نوالات مقبول بارگاہ الصمد مولانا فتح محمد صاحب بھیجا تھا، وہ پہنچ گیا ہے۔ حالات ما فیہا سے آگاہی ہوئی۔

خلاصۃ الجواب آنکہ! بھائی جان! فقیر کی آرزو یہ ہے کہ اپنی چند روزہ

زندگانی کے اوقات کو حسب رضائی مولا کریم جل شانہ، کے گذاریں۔ اور اپنے اوقات عزیزہ جن کا نعم البدل نہیں مل سکتا فضول اور ضائع نہ فرمائیں اور ساری کوشش یہ کریں کہ اپنے ظاہر کو شریعت کے مطابق ڈھالیں۔ اور باطن ہر وقت ذکر فکر حق تعالےٰ میں مصروف رہے۔ اور مدام توجہ الی اللہ اور عاجزی اور انکساری ہر وقت بارگاہ مولا میں آپ کا لائحہ عمل رہے۔ یہ اشیاء سب اسباب قبولیت بارگاہ رب العزت جل شانہ، کی ہیں۔ اور دونوں جہان کی فلاح اور نجات اسی پر منحصر ہے۔ اور دین و دنیا کے سب کام اور ظاہر و باطن کے سب امور بوسیلہ جلیلہ اپنے پیران عظام کے جناب الٰہی کے سپرد کریں۔ اور یاد رکھیں! کہ دین و دنیا کے سب کام، اور ظاہر و باطن کے سب امور میں توکل بر مولا حقیقی کا دامن نہ چھوٹنے پائے۔

اور یاد رکھیں! کہ سب کاموں کو تقدیر الٰہی سے جاننا، اور جو بھی واقعہ در پیش ہو۔ اس کو رب العزت جل شانہ، کے سپر کرنا، اور لوگوں کے ساتھ مقابلہ اور مباحثہ سے پرہیز کرنا، اور ان کی خطاؤں اور غلطیوں سے درگذر کرنا، اور کسی کو بھی برائی سے یاد نہ کرنا یہ سب وہ کام ہیں جو رب العزت جل شانہ، کی رضامندی کے باعث ہیں۔ اور یہ اوصاف رب العزت جل شانہ، کی قبولیت کی علامت ہیں، کیونکہ اہل اللہ جو بھی دیکھتے ہیں اور جو بھی سنتے ہیں ان کی نظر مدام مولا کریم جل شانہ، کی جانب ہوتی ہے۔ اور اشخاص جو کہ تعینات ہیں، اُن سے اُن کی نظر بالا کام کرتی ہے۔ اور بُرا کہنے والے کے ساتھ احسان سے پیش آتے ہیں اور برائی کا بدلہ نیکی سے دیتے ہیں۔ اور ان کی غلطیاں معاف کر دیتے ہیں "جو ہمارے ساتھ برائی سے پیش آتے۔ اس کو خداوند کریم خوش رکھے" یہ اللہ والوں کا مقولہ ہوتا ہے۔

اور مقامات سلوک نقشبندیہ مجددیہ بالتفصیل عرض کرتا ہوں جو یہ ہیں؛

(۱) توبہ (۲) انابت

(۳) صبر (۴) قناعت

(۵) زہد (۶) توکل

(۷) شکر (۸) خوف

(۹) رجا (۱۰) تسلیم و رضا

ان دس مقامات کے ساتھ متصف ہونا، اور کشف و کرامات کو اور خوارق عادات کاموں کو بے اعتبار جاننا، اپنے اور ماسوٰی سے ناامید رہنا، فقر و فاقہ کو نعمتِ عظمٰی جاننا اور مریدوں کے اموال کا طمع نہ رکھنا، اور اپنے آپ کو لوگوں میں مقبول ہونے یا نہ ہونے میں خوش اور فکر مند نہ ہونا، دولت مندی اور دولت مندوں سے بچ کے رہنا۔ اور جو کچھ میسر ہو اس کو فقراء پر تقسیم کرتے رہنا، اور علماء و فقراء کی تن من دھن سے خدمت کرنا، اور نفس و شیطان کے شر سے مرتے دم تک ہوشیار رہنا، اپنے آپ کو تمام مخلوق سے حقیر جاننا۔

شعر ؎ ہر کجا ایں نیستی افزوں تر است

کار حق را کار گاہ آن سر است

ترجمہ: یعنی جس شخص میں انکساری اور فروتنی زیادہ تر ہے۔ اللہ کریم کی بارگاہ عظمت میں اس آدمی کا سرِ نیاز زیادہ مقبول ہے۔

اے برادر! ہر وقت مولا کریم جل شانہٗ کی جانب خلا میں ملا میں جس حال میں بھی ہوں متوجہ رہیں۔ اور روزی کا غم نہ کھائیں۔ رزق کی طلب کے لیے پریشان نہ ہوں۔

کہ اللہ کریم کی جانب سے رزق مقدر ہے۔

ہمارے بڑے پیرانِ عظام نے فرمایا ہے: "آج کل درویشی لقمہ فروشی سے ہے جو کہ حقیقت میں دین فروشی ہے۔ ایسی درویشی جو لقمہ فروشی سے ہو۔ اللہ کریم ہمیں معاف رکھے۔ پہلے مسلمانی درست کریں۔ بعد میں درویشی کو۔"

پس اے برادر! طالبِ حق جل شانہ، کو چاہیئے کہ وہ علمِ لدُنّی کی طلب، اور نسبت صوفیہ کرام کے حصول کے لیے پوری کوشش کرے۔ ان کا حاصل کرنا نعمتِ کبریٰ ہے۔ اور صاحبِ دل شخص کو شیخ کامل مکمل ڈھونڈنا نہایت ضروری ہے۔ اگر اس قسم کا عزیز اس کو میسر آجائے کہ جس کی صحبت مبارک میں نسبت جذبی حاصل ہوتی ہو۔ اور اس کی صحبت شریف میں آکر لوگ فیض و برکات سے مالا مال ہو کر جا رہے ہوں۔ اور اس کی صحبت مبارک میں بیٹھنے سے نسبت حضور و آگاہی ملکہ، دل بن جائے، تو ایسی شخصیت عظیم کو جان سے بھی زیادہ عزیز اور قیمتی سمجھیں۔

ہاں ایسے شخص کو ہرگز شیخ کامل نہ سمجھیں۔ جو دلوں کی حالت بتا دیوے یا اڑ کر ایک شہر سے دوسرے شہر پہنچ جائے۔ یا پانی کے اوپر چلا جائے وغیرہ وغیرہ ایسے عادات اس میں ظاہر ہوں۔ جو انسانی عادات کی ضد ہیں۔ یہ حالتیں اور یہ عادتیں تو عاملین، جوگی، برہمن، جنّ وغیرہ میں بھی پائی جاتی ہیں۔

یاد رکھیں اور ضرور یاد رکھیں کہ ولایت استقامت شریعت غرّا اتباع سنتِ بیضاء اور کمال تقویٰ پر منحصر ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا

ومولانا مُحَمَّدٍ وآلہٖ واصحابہ اجمعین۔

(مکتوب شریف ختم شد)

مکتوب شریف چھٹا

(بنام خلیفہ عظیم القدر ملا میر واعظ صاحب)

دربیان وجوب تقلید شخصی اور فضائل وکمالات حضرت امام اعظم

چراغ وآفتاب امت محمدیہ علے صاحبہا الف الف صلوٰۃ وتحیہ

حضرت امام ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی الحنفی (عربی زبان میں)۔

اردو	عربی
بعد از الحمد والصلوات فقیر حقیر	الحمد للہ وسلام علی عبادہ
لاشئ دوست محمدؐ جو کہ حاجی صاحب	الذین اصطفی امابعد:
کے نام سے مشہور ہیں۔ اللہ کریم اس کی	فالسلام المسنون والدعا
سب لغزشیں معاف فرمائیں، کی	المشحون من الفقیر الحقیر
جانب سے میرے عزیز اور شریف بھائی	لاشئ دوست محمد المعروف
ملا میر واعظ صاحب ملاحظہ فرمائیں	بالحاجی کان اللہ لہ عوضا عن کل
اللہ کریم آپ کو جملہ مصائب زمان	شئ علی اخی الشریف العزیز

ملا میر واعظ صاحب سلمه
الله عن حوادث الزمان و
النوائب ان احوال هذ المکان
من کل الوجوه قرین ۔
بحمد الله سبحانه والمسؤل
من الله تعالےٰ سلامتکم
وعافیتکم وثباتتکم علی
الشریعة والطریقة والحقیقة
فانها فوق
الکرامة ویرحم
الله عبداً قال امینا ۔
فاعلم یا اخی !
قد ظهرت وبدعت
فی هذا الزمان فرقة
وهابیة تسمی انفسها
بالمحدثین . بسبب
خبث الباطن وفساد العقیدة
طال لسانها فی ذم امامنا
حضرت نعمان بن ثابت الکوفی

اور حوادث دوران سے محفوظ اور سلامت
رکھتے ہوتے عرض ہے کہ یہاں کے احوال
بفضل قادر متعال جل شانہٗ بالخیر والسلامت
قرین ہیں۔
اور بارگاہِ الٰہی سے آں عزیز کی مدام سلامتی
اور عافیت اور استقامت شرعی اور طریقت
وحقیقت کے نصیب ہونے کے لیے ہر دم
دعاگو ہوں، کیونکہ استقامت شریعت اور
طریقت وحقیقت اگر بندہ کو صحیح معنوں میں
نصیب ہو جائے، تو یہ لاکھ کرامتوں کے
ظہور سے بالاتر ہے آں عزیز نے سنا ہوگا
یہ مقولہ کہ الاستقامة فوق
الکرامة۔
بھائی جان! آج کل کے زمانہ میں ایک
فرقہ ظاہر ہوا ہے۔ جن کو وہابیہ فرقہ کہتے ہیں
اور انھوں نے اپنے اوپر نام محدثین یا
اہلحدیث رکھا ہوا ہے۔ اور وہ اپنے خبث
باطن اور خراب عقیدے کی بنا پر ہمارے
حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی

امام المفسرین والمحدثین
وانکوت من اجتهاد الائمة
المجتهدین المتقدمین
والمتاخرین وحصر المذاهب
الاربعة وقد اتفق علی
حصرهم علماء السلف
الصالحین ۰ فصار حصرهم
ثابت بانعقاد الاجماع.
وها انا ابین بعون
الله تعالیٰ شمة من
مناقب الامام الاعظم
الموصوف ونبذة من
دلائل حصر المذاهب
الاربعة رغماً لانف
المخاصمین الطاغین فی
شان الائمة المجتهدین -
فاقول وبالله التوفیق
وهو خیر رفیق ط
من الکتاب المستطاب المسند

جو کہ امام المفسرین و مقدام المحدثین پر زبان درازی
کرتے ہیں۔
اور ائمہ مجتہدین متقدمین اور متاخرین کے
اجتہاد اور تقلید مذاہب اربعہ یعنی چاروں
مذاہب کی تقلید کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ
سب علمائے سلف صالحین نے مذاہب
اربعہ کی تقلید پر اتفاق کیا ہے اور مذاہب
اربعہ کی تقلید کو از روئے اجماع ثابت کیا
ہے۔
اور اب یہ فقیر آلعزیز کو کچھ مناقب اور
فضائل حضرت امام اعظم صاحب موصوف
کے بیان کرتا ہے۔ جو ایک سمندر بے کنار کا
ایک قطرہ ہے۔ اور ساتھ ہی گمراہ مخاصمین
کے مقابلہ میں کچھ دلائل بھی بیان کرتا ہوں
اور سب توفیقیں اللہ کریم کی جانب
سے ہیں اور وہ اچھے سے اچھے
ساتھی ہیں۔
بھائی جان! مسند امام اعظم جس کو
امام خوارزمی نے لکھا ہے۔ تو اس میں

الامام الاعظم اعنی حضرت نعمان بن ثابت الکوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ المعروف فی الآفاق بمسند الخوارزمی

الباب الاول فی ذکر شیٔ من فضائلہ التی تفرد بہا اجماعاً فنقول و باللہ التوفیق مناقبہ، وفضائلہ کالحصیٰ لا تعد ولا تحصیٰ ولا یمکن ان یستقصیٰ ۔ لکن الفضائل التی تخص وتفرد بہا ولم یشارکہ ولم یشارکہ اجماعاً من بعدہٖ فیما یمکن احصاءہا وضبطہا فی عشرۃ انواع الاول فی الاخبار والآثار المرویۃ فی مدحہٖ دون مدح من بعدہٖ الثانی فی انہ ولد فی زمان الصحابۃ و القرن الذی شہد لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دون من بعدہٖ الثالث؛

امام اعظم صاحب کے فضائل وکمالات درج کئے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم صاحب کے کمالات اور فضائل اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آ سکتے مگر وہ فضائل اور کمالات کہ جس میں وہ منفرد ہیں۔ اور کوئی دوسرا امام ان فضائل وکمالات میں ان کا شریک نہیں وہ دس قسم کے ہیں:

پہلی قسم وہ فضائل ہیں کہ بے حساب اخبار اور آثار جو ان کی مدح میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ دوسرے امام کی مدح میں نہیں ہوتے۔

دوسری قسم یہ ہے کہ وہ اصحاب کرام کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ اور اس قرن میں پیدا ہوئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی خیریت کی بشارت دی ہے۔

تیسری قسم یہ بڑی فضیلت ہے کہ انھوں نے خود رسول اللہ صلعم کے اصحاب کرام سے روایت کی ہے اس فضیلت میں حضرت امام اعظم صاحب کے سوا دوسرے امام شریک نہیں چوتھی قسم یہ فضیلت ہے کہ وہ تابعین کے زمانہ میں فتویٰ دینے لگے جو دوسرے اماموں کے حصہ میں نہیں آئی۔

فی انه روی عن اصحاب رسول
الله صلی الله علیه و آله وسلم
دون من بعدهٗ **الرابع** فی
تبرزه فی عهد التابعین
للفتوی دون من بعده۔
الخامس فی انه تلمذ و
استفاد من اربعة الالف من
التابعین وغیرهم دون من بعدهٗ
السادس فی روایته من
الکبار من التابعین وعلماء
المسلمین دون من بعده۔
السابع فی انه اتفق له
من الاصحاب العظماء
المجتهدین مالم یتفق
لاحد من بعده۔
الثامن فی انه اول من
استنبط الاحکام واسس قواعد
الاجتهاد وبالغ فی الاحکام دون
من بعدهٗ۔ **التاسع** انه لم

پانچویں قسم ان کی یہ فضیلت ہے کہ
انھوں نے چار ہزار تابعین سے روایت
بھی کی ہے اور ان کو اس قدر کثیر تعداد
تابعین سے شرف تلمذ اور شاگردی حاصل ہوئی
جو دوسرے اماموں کے حصے میں نہیں
آئی۔

چھٹی قسم یہ فضیلت ہے کہ امام صاحب
موصوف نے کبار تابعین اور علمار مسلمین
سے روایت کی ہے جو دوسرے اماموں
کے حصہ میں نہیں آئی

ساتویں قسم ان کی یہ فضیلت ہے
کہ ان کے شاگردوں اور اصحاب میں
وہ صاحبان شامل ہوتے۔ جو خود بڑے
مجتہدین سے تھے۔ اور یہ شرف دوسرے
اماموں کو حاصل نہیں ہوا۔

آٹھویں قسم یہ فضیلت ہے کہ
وہ پہلے شخص ہیں۔ جنھوں نے احکام مستنبط
کئے اور اجتہاد کے قواعد کی بنیاد رکھی۔

نویں قسم ان کی بڑی فضیلت یہ ہے

يقبل العطايا عن الخلفاء
البرايا بل افضل من كسبه
على جماعة الفقهاء دون من بعده
العاشر فى وفاته وشهادته
بسبب تورعه عن الدنيا وجاهها
دون من بعده - اما الاول فقد
اخبرنى الصدر الكبير شرف
الدين احمد بن مؤيد بن موفق
ابن احمد المكى قال الشيخ الزاهد
محمد بن اسحٰق السراجى الخوارزمى
اخبرنا ابو حفص عمر بن احمد
الكرسى اخبرنا الامام ابو الفضل
محمد بن حسن الناصحى حدثنا ابو
محمد حدثنا ابى حدثنا ابى حدثنا
ابو القاسم بن طاهر البصرى حدثنا
ابو يوسف احمد بن محمد الواعظى
رباط ابراهيم بن ادهم حدثنا
ابو عبد الله محمد بن نصر الوراق قال
اخبرنا ابو عبد الله المامون بن احمد

کہ انھوں نے حکام وقت کے خلیفوں کے
تحفے تحائف اور عطیے منظور نہیں فرمائے۔ بلکہ
اپنے کسب سے اپنا معاش چلاتے رہے
بخلاف ان کے بعد کے امام۔

دسویں فضیلت یہ ہے کہ کمال
ورع اور تقویٰ کی وجہ سے ان کی وفات
شہادت کے ذریعے ہوئی اور وہ شہید
فوت ہوئے۔ بخلاف دوسرے اماموں
کے۔

پس پہلی فضیلت کے متعلق امام
خوارزمی اپنے مسند میں اپنے مُعنعن
روایت کے ذریعے حضرت ابی سلمہ
حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
میری امت میں ایک شخص ہوں گے۔ ان کا
نام ابوحنیفہ ہوگا۔ جو قیامت کے دن
میری امت کے چراغ ہوں گے۔

اور حدیث قصری میں حضرت ابی سلمہ
حضرت ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔

بن خالد حدثنا ابو علی بن احمد
بن علی الحنفی حدثنا فضیل بن
موسیٰ السینائی عن محمد بن عمرو
عن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم یکون فی امتی
رجل یقال لہ ابو حنیفہ ھو سراج
امتی یوم القیامہ۔

وعن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ
عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
انہ قال ان فی امتی رجلا۔
وفی حدیث القصری یکون
فی امتی رجل اسمہ نعمان وکنیتہ
ابو حنیفہ ھو سراج امتی ھو سراج
امتی ھو سراج امتی۔

عن ابان بن ابی عیاش عن
انس بن مالک قال قال رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سیأتی من بعدی
رجل یقال لہ نعمان بن ثابت ویکنی

میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام نعمان
ہوگا اور ان کی کنیت ابوحنیفہ ہوگی وہ میری
امت کے چراغ ہوں گے۔ حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ تین بار دہرائے۔

ابان بن عیاش حضرت انس بن
مالک رض سے روایت کرتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
میرے بعد ایک آدمی آئے گا۔ اس کا
نام نعمان بن ثابت ہوگا اور کنیت
اس کی ابی حنیفہ ہوگی۔ اللہ کریم اس کے
ذریعے میرے دین اور میری سنت کو زندہ
کرے گا۔

حضرت نافع حضرت عبداللہ
بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول
اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
میرے بعد ایک شخص آئے گا جو ابی حنیفہ
کے نام سے مشہور ہوگا۔ اللہ کریم میری
سنت کو ان کے ذریعے زندہ کرے گا۔

حضرت عبداللہ بن مغفل رض

اباحنیفه لیحیین دین الله و
سنتی علی یدیه ۔

عن نافع عن ابن عمر رضی
الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله
صلی الله علیه واله وسلم یظهر
من بعدی رجل یعرف بابی حنیفة
یحیی الله سنتی علی یدیه ۔

عن عبد الله بن مغفل قال
سمعت امیر المومنین علی بن
ابی طالب رضی الله تعالیٰ عنه
یقول الا انبئکم من کوفان من بلدتکم
او من کوفتکم هذه یکنی بابی حنیفة
قد ملئ قلبه ایمانا وعلماء وحکماء
سیهلك به قوم فی اخر الزمان
الغالب علیهم التنافی یقال لهم البنانیه
کما هلکت الروافضه بابی بکر وعمر
رضی الله تعالیٰ عنهما عن سعید
عن الضحاك عن ابن عباس رضی
رضی الله تعالیٰ عنهما قال یطلع بعد

فرماتے ہیں کہ میں نے امیر المومنین حضرت
علی بن ابی طالب سے سنا کہ کیا میں آپ
لوگوں کو نہ بتاؤں؟ کہ تمھارے اس شہر کوفہ
میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا۔ جو ابی حنیفہ
کے نام سے مشہور ہوگا۔ اس کا دل ایمان
اور علم وحکمت سے بھرا ہوگا اور اس کے
ذریعے ایک ایسی قوم ہلاک ہوئی جس پر
نفرت غالب ہوگی جس کو بنانیہ کہیں گے
جیسے کہ رافضی لوگ حضرات شیخین ابی بکر
صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ سے انکار کرکے
ہلاک ہوگئے۔

حضرت ضحاک حضرت عبد اللہ بن
عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں کہ سارے خراسان پر چودھویں رات
کے چاند کی مانند ایک شخص ظاہر ہوگا جس
کی کینت ابی حنیفہ ہوگی۔

خوارزمی آگے فرماتے ہیں کہ
ایک مُعنعَن روایت کے ذریعے مجھ تک
پہنچی ہے کہ زہار فرماتے ہیں: میں

بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
بدر علی جمیع خواسان یکنی
بابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
حدثنا الحسن بن اسمٰعیل
بن الحسن عن ابی عبدالرحمٰن
عن الزھار قال شھدت حماداً
وجاءہ ابو حنیفۃ انت نعمان
بن ثابت الذی ذکرلنا ابراھیم
قال سقی اللہ زماناً یکون فیہ
رجل یقال لہ نعمان یکنی
بابی حنیفہ یحی احکام اللہ تعالیٰ
ورسولہ وتجری بعدہٗ ابداً ما
بقی الاسلام ولا یھلک من
اتخذھا وعمل بھا فان
انت لقیتہٗ فاقراہٗ منی السلام
عن کعب الاحبار قال انی
لاجد اسامی العلماء واھل
العلم مکتوب بصفاتھم وانسابھم
اھل زمان زمان وانی لاجد

حضرت امام حماد (جو کہ حضرت امام اعظم
صاحب کے استاد تھے) کے پاس بیٹھا
تھا کہ حضرت امام ابی حنیفہ آ گئے۔
حضرت امام کو دیکھ کر حضرت حماد رضی
اللہ عنہ بولے:
اے ابی حنیفہ تو وہ نعمان بن
ثابت ہے جس کا ذکر ہمارے آگے ابراہیم
نے کیا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جس میں
ایک شخص پیدا ہو گا جس کا نام نعمان
ہو گا۔ وہ اللہ پاک اور اس کے
رسول کریم کے احکام زندہ کرے گا۔ اور وہ
صاحب المذہب ہو گا۔ جب تک اسلام
باقی رہے گا اس کا مذہب چلتا رہے گا۔
جن لوگوں نے اس کی باتوں پر عمل کیا۔ وہ
کبھی ہلاک نہ ہوں گے۔ اگر تم ان کو ملو تو میرا
سلام ان کو کہنا۔ اور کعب احبار فرماتے
ہیں کہ مجھے ہر ہر زمانے کے علماء کے اور
اہلِ علم کے نام اور صفتیں اور نسب معلوم ہیں
اور میں ان میں ایک ایسے آدمی کا نام پاتا ہوں

اسم رجل يقال له نعمان
بن ثابت يكنى ابا حنيفة
واجد له شانا عظيما
فى العلم والفقه والعبادة
والحكمة والزهادة
قد ساد اهل زمانه من
اهل العلم فمن تبعهٗ
اهتدىٰ و هو بدرهم
يعيش مغبوطا و
يموت شهيدا۔ عن
عبد الله بن المبارك
قال اخبرنى ابن لهية
قال قال رسول الله صلى
الله عليه وسلم كل قرن
امتى سابقون و ابو حنيفه
سابق هذه الامة قال
سمعت الامام الشافعى
يقول انى لاتبرك
بابى حنيفة واجئ الىٰ

جن کا نام نعمان ہوگا اور کنیت ان کی ابی
حنیفہ ہوگی وہ علم، فقہ، عبادت، زہد اور
حکمت میں شان عظیم رکھتے ہوں گے۔ اور
اپنے زمانے کے سردار ہوں گے جن لوگوں
نے ان کی اتباع کی وہ ہدایت پا گیا۔ اور
جو لوگ اس کے منکر ہوں گے وہ گمراہ
ہوں گے۔ وہ اپنے زمانے میں چودھویں
رات کے چاند کے مثل ہوگا۔ لوگ اس کے
ساتھ رشک کریں گے۔ اور وہ شہید ہو کر
حضرت عبد اللہ بن المبارک ابن
لہیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ میری امت
کے ہر زمانہ میں سابقون ہوں گے۔ اور
اس امت کے سابق ابو حنیفہ ہوں گے
اور عبد اللہ بن المبارک فرماتے ہیں
کہ میں نے حضرت امام شافعی صاحب
سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ میں حضرت
امام اعظم ابی حنیفہ کے مزار مبارک سے
برکت حاصل کرتا ہوں جب کبھی مجھے
کوئی حاجت پیش آتی ہے۔ تو میں ان کی

قبرہ فاسئال — قبر شریف پر اللہ پاک کی جناب سے ان کے وسیلے سوال کرتا ہوں۔ اور میری حاجت

اللہ الحاجۃ — فوراً پوری ہو جاتی ہے۔ سبحان اللہ!

فاسئال اللہ — حضرت امام شافعیؒ جب کبھی حضرت امام اعظم صاحب کی زیارت

تعالیٰ الحاجۃ — کے لیے جاتے۔ تو دو رکعات نفل برائے ایصال ثواب حضرت امام اعظم کے لیے

عند قبرہ — ادا فرماتے۔ اور ان رکعات میں رفع یدین نہ کرتے۔ کسی نے پوچھا کہ حضور! آپ کے

فما تبعد عنی — مذہب میں تو رفع یدین ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ بے شک میرے مذہب میں

حتی تنقضی۔ — رفع یدین ہے اور میں اس کا قائل بھی ہوں اور عامل بھی۔ مگر ادباً لصاحب ھذا

وانشدنی — القبر الشریف۔ میں نے اس قبر شریف کی بزرگ ہستی جو اس میں سو رہی

الصدر الکبیر — ہے اس کا ادب کیا ہے، کیونکہ ان کے مذہب میں رفع یدین نماز میں جائز نہیں

شرف الدین — اس لیے میں نے نماز میں رفع یدین نہیں کیا۔

احمد بن المؤید	(بات کہاں سے کہاں جانکلی،
المکی الخوارزمی	اب اپنے اصل مقصد کی جانب
قال انشد فی الصدر	لوٹ آئیں)، (شرف الدین احمد بن المؤید
العلامۃ صدر	المکی الخوارزمی فرماتے ہیں کہ اماموں کے سردار
الائمۃ ابوالمؤید	ابوالموید موفق احمد نے حضرت امام اعظمؒ
موفق احمد ۔ اشعار ؎	کے حق میں یہ اشعار پڑھ کر سنائے، اشعار ؎
؎ رسول اللہ قال سراج دینی	رسول اللہ قال سراج دینی
	یعنی رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ میرے دین کے چراغ ہیں
وامتی الھداۃ ابوحنیفۃ	وامتی الھداۃ ابوحنیفۃ
	اور میری امت کو ہدایت کرنے والے ابوحنیفہ ہیں۔
عذا بعد الصحابۃ فی الفتاویٰ	عذا بعد الصحابۃ فی الفتاویٰ
	انھوں نے صحابہ کرام کے بعد فتوے دیئے۔
لاحمد فی شریعتہ خلیفہ	لاحمد فی شریعتہ خلیفہ
	اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں خلیفہ ہیں۔
سبدی دیباج فتیاہ اجتہاد	سبدی دیباج فتیاہ اجتہاد
	ان کے فتووں کا ریشمی طرہ امتیاز ان کا اجتہاد ہے،
ونحمتہ من الرحمٰن خیفہ	ونحمتہ من الرحمٰن خیفہ
	اور ان کا دل اللہ پاک کے ڈر سے بھرا ہوا ہے۔
اما النوع الثانی : من	اور لیکن دوسری قسم ۔ آپ کے مناقب

مناقبہ وفضائلہ التی لم یشارك فیها من بعدہ من ارباب المذاهب انہ ولد فی زمن الصحابة علی ما انباءنی المعمر رشید الدین الی اخر الاسناد قال سمعت مزاحم بن داؤد بن عُلیّہ عن ابیہ قال ولد ابوحنیفة سنة احدی و ستین ومات سنة مائة و خمسین وهذا القول تفرد بہ الحسن الخلال فاما القول المشهور انہ ولد ثمانین من الهجرة الی اخر الاسناد۔ وعن ابی سعد قال سمعت الواقدی یقول

اور فضائل میں جن میں آپ کے بعد کوئی شریک نہیں ارباب مذاہب میں سے کہ بے شک آپ صحابہؓ کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ جیسا کہ مجھے خبر دی معمر رشید الدین نے آخر سند تک۔ کہا میں نے سنا مزاحم بن داؤد بن علیہ سے وہ اپنے ابا سے بیان کرتے ہیں۔ فرمایا ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیدا ہوئے اکسٹھ ہجری میں اور ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا۔ اور اس قول میں حسن خلال منفرد ہیں لیکن مشہور قول یہ ہے کہ آپ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ آخر سند تک۔

اور ابی سعید سے ہے کہ آپ فرماتے ہیں میں نے واقدی سے سنا کہ آپ فرماتے تھے، میں نے حماد بن ابی حنیفہ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ میرے ابا جان ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ایسے ہی حافظ ابو

سمعت حماد بن ابی حنیفة
یقول ولد ابی سنة
ثمانین وھٰکذا
اخرجه الحافظ ابو القاسم
طلحة بن محمد بن
جعفر الصفار فی مسنده۔

القاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الصفار
نے اپنی مسند میں فرمایا ہے۔

وقال ای ابو حنیفة
توفی فی ایامی عبد اللہ بن
جعفر بن ابی طالب، وابو
امامه الباھلی وواثلة بن
اسقع، وعمر بن حریث
وعبد اللہ ابن ابی اوفیٰ،
وجماعة من الصحابة۔

اور حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میرے زمانے میں
حضرت عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب اور
ابو امامہ الباہلی اور واثلہ بن اسقع اور عمر
بن حریث اور عبد اللہ بن ابی اوفیٰ صحابیوں
نے وفات پائی۔

یقول اضعف عباد اللہ
محمد العربی الخوارزمی فثبت
لھذا انه ولد فی زمن اصحاب
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو
من اھل القرن الذی شھد لھم
رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم

محمد عربی خوارزمی فرماتے ہیں کہ
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اصحاب
کرام کے زمانے میں پیدا ہوئے ہیں۔ اور
وہ وہ قرن ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے جس کی خیریت اور نیکی کی
شہادت دی ہے۔ اور اس کی عدالت
اور کرامت جیسی صفات حسنہ بیان
فرمائے ہیں۔

بالخيرية ووصفه بالعدالة فان اصحاب الحديث اختلفوا فمنهم من جعل اباحنيفه من القرن الثانى وقد اجمعوا ان ولادته كانت فى القرن الاول واجتهد فى القرن الثانى۔

کیونکہ اصحاب حدیث یعنے ائمہ حدیث کا اس میں اختلاف ہے بعضوں نے ان کو قرن ثانی میں شمار کیا ہے۔ مگر اس بات پر سب متفق ہیں کہ وہ قرن اول میں پیدا ہوئے ہیں اور اجتہاد انھوں نے قرن ثانی میں شروع کیا ہے۔

انشدنى صدر الائمه ابو المؤيد الموفق بن احمد المكى الخوارزمى لنفسه ؎

ابو المؤید صدر الائمہ موفق بن احمد خوارزمی نے مجھے یہ اشعار امام اعظم صاحب کے حق میں سنائے۔ ترجمہ اشعار کا یہ ہے کہ

عذا مذهب النعمان خير المذاهب
هكذا القمر الوضاح خير الكواكب
تفقه فى خير القرون مع التقىٰ
فمذهبه لاشك خير المذاهب

حضرت امام کا مذہب سب مذاہب میں سے بہتر ہے جیسے چاند ستاروں میں۔
انھوں نے خیر القرون میں فقہ کی بنیاد رکھی پس بے شک وشبہ ان کا مذہب سب مذاہب میں سے بہتر ہے۔

یہ دوسری قسم کی فضیلت اور بزرگی کا بیان تھا جو تحریر کیا گیا۔

واما النوع الثالث من مناقبه وفضائله التى

اور تیسری قسم کی ان کی وہ بزرگیاں اور مناقب جس میں ان کا کوئی شریک

لم يشاركه فيها من بعده انه روى عن اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم. فان العلماء اتفقوا على ذالك وان اختلفوا فى عددهم فمنهم من قال انهم ستة رجال وامرأة ومنهم من قال خمسة وامرأة ومنهم من قال سبعة وامرأة.

نہیں۔ یہ ہیں کہ انھوں نے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کرام سے بنفسہٖ روایت کی ہے۔

کیونکہ علماء اس بات پر متفق ہیں۔ اگرچہ انھوں نے اصحاب کرام کی تعداد میں اختلاف کیا ہے۔ پس بعضوں نے کہا ہے کہ انھوں نے چھ⁽⁶⁾ صحابہ اور ایک صحابیہ عورت سے روایت کی ہے۔ اور بعضوں نے پانچ صحابیوں اور ایک عورت صحابیہ کو مانا ہے۔ اور بعضوں نے سات⁽⁷⁾ صحابہ کرام اور ایک صحابیہ عورت کی تصدیق کی ہے۔

واما النوع الرابع

من مناقبه وفضائله التى تفرد بها ولم يشارك فيها من بعده انه اجتهد وافتى فى زمن التابعين رحمه الله عليهم اجمعين وقال صاحب در المختار وشارحه الطحطاوى والفقه ذرعه

اور چوتھی قسم ان کی وہ فضیلتیں

اور مناقب ہیں جن میں دوسرا امام ان کا شریک نہیں ہوسکا۔ اور وہ یہ ہیں کہ انھوں نے خیر القرون کے زمانہ تابعین میں ہی فتوی دینا اور اجتہاد شروع کیا۔ اور اس بابت در مختار اور اس کی شرح طحطاوی میں ہے کہ علم فقہ کا بیج

عبد الله بن مسعود
رضی الله تعالیٰ عنه
وسقاه علقمة
وحصده ابراهیم
النخعی داسه حماد
وطحنه ابوحنیفه
وعجنه ابو یوسف
وخبزه محمد وسائر
الناس یأكلون من
خبزهم وقد نظم
بعضهم فقال ؎

اشعار

الفقه ذرع مسعود وعلقمه
حاصده ثم ابراهیم داس

نعمان طاحنه یعقوب عاجنه

محمد خابز والاكل الناس

حضرت عبداللہ بن مسعود صحابی ؓ نے بویا
اور حضرت علقمہ ؓ نے اس کو پانی سے سیراب
کیا۔ اور حضرت ابراہیم نخعی ؓ نے فقہ کا فصل
کاٹا۔ اور حضرت حماد نے بھوسے سے
گندم کے دانوں کو جدا کیا۔ اور حضرت
امام ابو حنیفہ نے اس کو پیسا۔ اور امام
ابو یوسف نے آٹے کو گوندھا۔ اور حضرت
امام محمد نے اس کی روٹیاں پکائیں۔ اور
سارے لوگ ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں۔

اور اسی بارہ میں ایک امام نے نظم
بھی لکھی ہے یعنی اشعار منظوم ہیں۔ جن کا
ترجمہ یہ ہے:

علم فقہ کو حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ نے
بویا۔ اور علقمہ نے اس کو کاٹا۔ اور ابراہیم
نخعی نے اس کو روندھا اور حضرت امام
اعظم نعمان ؒ نے اس کو پیسا۔ اور امام ابو
یوسف نے اس کو گوندھا۔ اور امام محمد ؒ
نے اس کی روٹیاں پکائیں۔ اور سارے
لوگ ان روٹیوں کو کھا رہے ہیں۔

وقد ظهر علمه بتصانيفه كالجامعين و الزيادات والنوادر حتى قيل انه صنف فى العلوم الدينية تسمائة و وتسعة وتسعين كتابا و من تلامذته الشافعى رضى الله تعالىٰ عنه ولقد انصف الشافعى حيث قال من اراد الفقه فليلزم اصحاب ابى حنيفةؒ فان المعانى قد تيسرت لهم وتزوج محمد بامّ الشافعى وفوض اليه كتبه و ماله فصار الشافعى فقيها و قال الشافعى والله ما صرت فقيها الا بكتب

اور امام اعظم کا علم حضرت امام محمدؒ کی تصانیف سے ظاہر ہوتا ہے۔ جو امام محمد کی مایہ ناز تصانیف ہیں جن کے نام جامعین زیادات اور نوادر ہیں۔ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ انھوں نے علوم دینیہ میں نوسو ۹۹۹ ننانوے کتابیں لکھی ہیں۔ اور ان کا کوئی یہ تھوڑا کمال ہے کہ ان کے شاگردوں میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جیسی ہستیاں بھی ہیں اور امام شافعیؒ نے انصاف کی حد کر دی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ جن کو فقہ پڑھنے کا شوق ہو تو وہ امام ابی حنیفہ کے شاگردوں کی طرف رجوع کریں۔

اور حضرت امام محمدؒ نے امام شافعیؒ کی بیوہ ماں کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ اور امام شافعی اس وقت چھوٹے بچے تھے اور وہ امام محمدؒ کی زیر تربیت بڑے ہوئے اور ان سے علم پڑھا۔ یہاں تک کہ جب امام محمد فوت ہو گئے تو ان کی ساری دولت اور مال اور سارا کتب خانہ امام شافعی کے ورثہ

محمد بن الحسن	میں آئے جن کے ذریعے امام شافعی فقیہ
وقال اسمٰعیل	بنے۔ سبحان اللہ
بن ابی رجاء	اور اسی بات کو حضرت امام شافعی
رأیت محمدا فی	نے دہرایا کہ مجھے میرے رب کی قسم!
المنام فقلت	کہ میں امام محمد صاحب کی کتابوں ہی
ما فعل اللہ	سے فقیہ بنا ہوں۔ اگر میرے ہاتھ امام
بک قال غفر لی	محمدؒ کی کتابیں نہ لگتیں تو میں فقیہ نہ بنتا۔
قال لو أردت	اور اسمٰعیل بن ابی رجا فرماتے ہیں:
ان اعذبک ما	میں نے حضرت امام محمدؒ کو خواب میں
جعلت ھذا العلم	دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اللہ کریم!
فیک فقلت لہ	نے آپ کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔ تو وہ فرمانے
این ابو یوسف	لگے کہ مولا کریم نے مجھے بخش دیا۔ اور ساتھ
قال فوقنا بدرجتین	ہی مولا کریم مجھے فرمانے لگے کہ اے محمد!
قلت فابو حنیفۃ	اگر میرا ارادہ تمھیں عذاب دینے کا ہوتا تو
قال ھیھات	میں اتنا کثیر علم تجھ کو نہ دیتا۔ پھر میں نے
ذالک فی اعلیٰ	ان سے امام ابو یوسف کے بارے
علیین۔	پوچھا کہ ان کے ساتھ مولا پاک کا برتاؤ کیسے
کیف وقد صلی	تھا۔ وہ فرمانے لگے کہ سبحان اللہ! وہ
الفجر بوضوء	تو مجھ سے بھی دو درجے اوپر ہیں۔ پھر میں نے

العشاء اربعين سنة
وحج خمساد وخمسين
حجة ورأى ربه
فى المنام مائه مرّة
ولها قصه مشهورة
و فى الحجة الاخيرة
استأذن حجبة الكعبة
بالدخول ليلا فقام
بين العمودين على
رجله اليمنى ووضع
اليسرى على ظهرها
حتى ختم نصف القرآن
ثم ركع و سجد ثم
قام على رجله اليسرىٰ
ووضع اليمنى على
ظهرها حتى ختم القرآن
فلما سلم بكى وناجى
ربه ما عبدك هذا
العبد الضعيف حق عبادتك

ان سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کے بارہ
پوچھا کہ وہ کس حال میں ہیں، تو وہ فرمانے لگے
کہ وہ تو سب درجوں سے اوپر والے درجے
میں ہیں یعنی (اعلیٰ علیین میں)
اور وہ کیوں اعلیٰ علیون میں نہ ہوں جبکہ
انھوں نے عشائ کے وضو سے چالیس سال
فجر کی نماز پڑھی۔ اور پچپن حج کئے۔ اور اپنے
رب کا دیدار انہیں سو بار نصیب ہوا نیند میں
اور اس کا قصہ مشہور ہے۔ اور آخری حج میں
انھوں نے بوابوں سے خانہ کعبہ کے اندر
داخل ہونے کی اجازت مانگی، تو انھیں مل
گئی تو آپ نے خانہ کعبہ کے اندر دو رکعات
نماز پڑھی اس طرح سے کہ ایک پاؤں
پر ٹھہر کر قرآن کریم کے پندرہ سیپارے
ختم کئے اور پہلی رکعت اس طرح سے ادا
کی۔ اور پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے
ہوئے۔ تو دوسرے پاؤں پر ٹھہر کر باقی
پندرہ سیپارے ختم کئے اور جب
دوگانہ ادا کیا۔ تو روتے ہوئے دُعا،

حاشیہ دربانوں اور چوکیداروں سے

لكن عرفك حق معرفتك فهب نقصان خدمته لكمال معرفته فهتف هاتف من جانب البيت يا ابا حنيفة قد عرفتنا حق المعرفته وخدمتنا فاحسنت الخدمته و قد غفرناك و لمن اتبعك و من كان على مذهبك الى يوم القيامة ؕ

مانگی کہ الٰہی! تیرے اس ضعیف بندے نے تیرا حق عبادت ادا نہیں کیا۔ مگر تجھے پہچانا پورا پورا ہے۔ اور تیری حق معرفت اس کو نصیب ہے۔ پس مہربانی فرما کر اس کی عبادت میں جو قصور واقع ہوا ہے وہ اس کی معرفت کے بدلے میں معاف فرما۔" تو بیت اللہ شریف کی ایک جانب سے ہاتف نے آواز دی کہ اے ابی حنیفہ! بے شک تو نے ہم کو خوب پہچانا اور تو نے عبادت کا حق ادا کیا ہے۔ پس اس کے بدلے میں ہم تجھے بھی بخشتے ہیں۔ اور جنھوں نے تمھاری اتباع کی۔ اور جنھوں نے آپ کے مذہب کو اختیار کیا قیامت تک میں نے ان سب کو بخشتا ہے۔

سبحان اللہ!

وقيل لابي حنيفة بم بلغت ما بلغت قال ما بخلت بالافادة و ما استنكفت عن الاستفادة

اور امام اعظم صاحب کو کہا گیا کہ آپ کو اس قدر بے حد علم کہاں سے حاصل ہوا، تو فرمانے لگے کہ میں نے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں کمی نہیں کی۔ اور نہ کسی سے فائدہ حاصل

الاستفادة۔	کرنے کی کوتاہی کی۔
قال مسافر بن کدام	مسافر بن کدام فرماتے ہیں کہ جس نے
من جعل اباحنیفه بینهٗ	امام ابوحنیفہ کو اپنے اور اللہ پاک کے درمیان
وبین الله عز وجل رجوت	وسیلہ پکڑا وہ جیت گیا۔
ان لا یخاف وقال فیه۔	اور اسی بارہ میں انھوں نے یہ اشعار پڑھے
اشعار ؎	(اشعار کا ترجمہ)
حسبی من الخیرات ما اعددته	قیامت کے دن میں اللہ پاک کو راضی کرنے
یوم القیامه فی رضی الرحمان	کے لیے جس قدر نیک کاموں کا ذخیرہ تیار
	کروں۔ اس دن کے واسطے میرے واسطے یہ
دین النبی محمد خیر الوریٰ،	دو چیزیں کفایت کر جائیں گی: (۱) حضور
ثم اعتقادی مذهب النعمان	پاک محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
	کے دین پر موت (۲) اور دوسرا یہ کہ میں
	امام اعظم ابوحنیفہ کا مذہب لے کر مروں۔
وعنه علیه الصلوات	اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم
والسلام ان آدم افتخر بی وانا	فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام میری
افتخر برجل من امتی	ذات پر فخر کریں گے اور میں اپنی امت کے
اسمه نعمان وکنیته ابو	ایک شخص پر جس کا نام نعمان ہوگا اور کنیت
حنیفه هو سراج امتی وعنه	ان کی ابوحنیفہ ہوگی، فخر کروں گا۔ اور حضور
الصلوات والسلام ان سائر	صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ سارے

الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر باتی حنیفه من احبه فقد احبنی ومن ابغضه فقد بعضنی کذا فی التقدمه شرح مقدمة ابی اللیث۔

والحاصل ان اباحنیفة نعمان من اعظم معجزات المصطفی بعد القرآن وحسبك من مناقبه اشتهار مذهبه ما قال قولا الا اخذ به امام من الائمه الاعلام وقد جعل الله الحکم لاصحابه واتباعه من زمنه الی هذه الایام الی ان یحکم بمذهبه عیسیٰ علیه الصلوٰة والسلام۔ وهذا یدل

انبیاء مجھ پر فخر کرتے ہیں۔ اور میں اپنی امت کے ایک شخص جس کا نام **نعمان** ہوگا فخر کروں گا۔

جو مجھ کو دوست جانے گا۔ وہ اس کو بھی دوست جانے گا۔ اور جو مجھ کو برا جانے گا، تو اسے بھی برا جانے گا۔

تقدمہ شرح مقدمہ ابی اللیث میں بھی اسی طرح تفصیل بیان کی گئی ہے

اور حاصل یہ ٹھہرا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کی ذات قرآن مجید کے بعد حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سب معجزات میں ایک بڑا معجزہ ہیں ان کی یہ کوئی تھوڑی منقبت ہے کہ چاردانگ عالم میں ان کا مذہب نہیں پھیلا! ان کا کوئی قول ایسا نہیں جس پر کسی بڑے امام کا عمل نہ ہو۔

اور بالآخر حضرت **عیسیٰ علیہ الصلوات والسلام** کا عمل بھی اسی مذہب پر ہوگا۔

یہ ان کی کتنی بڑی خصوصیت ہے۔ اور

على امرٍ عظيم اختص به من بين سائر العلماء العظام، وهذا يدل على امر عظيم اختص به من بين سائر العلماء العظام وكيف لا وهو كالصديق رضى الله عنه له اجره واجر من دون الفقهه والفه وفرع احكامه على الاصول العظام الى يوم الحشر والقيام۔ وقد اتبعه على مذهبه كثير من الاولياء الكرام ممن اتصف بثبات المجاهدة و ركض فى ميدان المشاهدة كابراهيم بن ادهم وشقيق البلخى ومعروف الكرخى وابى يزيد البسطامى وفضيل بن عياض وداؤد الطائى وابى حامد اللفاف وخلف بن ايوب وعبدالله بن المبارك ووكيع بن الجراح وابى الوراق وغيرهم ممن لا

ساتھ ہی ان کے مذہب کو بڑے بڑے علماء اور صوفیاء کرام نے چنا ہے۔ اور وہ ان کے مذہب پر تھے۔ ابراہیم بن ادہم اور شقیق بلخی، ومعروف کرخی ابی یزید بسطامی اور فضیل بن عیاض داؤد طائی، ابی حامد اللفاف، خلف بن ایوب، عبد اللہ بن مبارک اور وکیع بن الجراح اور ابی الوراق جیسی بزرگ ہستیاں اور امام ان کے مذہب پر تھے۔

اور بھی بہت علماء اور بزرگ ہستیاں ان کے مذہب پر تھیں۔ جن کی تعداد شمار میں نہیں آسکتی۔

اور اس قدر علماء اور بزرگ ہستیاں جن میں ذرا بھر بھی شبہ دیکھتے تو نہ ان کے تابع ہوتے اور نہ ان کی اقتدا کرتے۔

اور استاذ ابو القاسم قشیری باوجود ان کے مذہب پر پختگی کے بھی انھوں نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ میں نے اپنے استاد ابا علی دقاق کو فرماتے

يحصى له عدة ان يستقصى فلو
وجدوا فيه شبهة ما اتبعوه ولا
اقتدوا به ولا وافقوه۔ وقال
الاستاذ ابو القاسم القشيرى فى رسالته
مع صلابة فى مذهبه وتقدمه
فى هذه الطريقة" سمعت
الاستاذ ابا على الدقاق يقول انا
اخذت هذه الطريقة من ابى
القاسم النصر ابادى قال ابو القاسم
انا اخذتها من الشبلى وهو
وهو اخذها من السرى السقطى و
هو من معروف الكرخى وهو من داؤد
الطائى وهو اخذ العلم والطريقة
من ابى حنيفة وكل منهم اثنى
عليه واقر بفضله۔ فعجبا لك
يا اخى أكانوا متهمين فى هذا
الاقرار الم يكن اسوة حسنة فى
هؤلاء السادات الكبار و
بالجملة فليس ابو حنيفة فى

سنا ہے کہ میں نے یہ طریقہ ابو القاسم
نصر آبادی سے لیا ہے اور انھوں نے
امام شبلی سے لیا ہے اور انھوں نے
معروف کرخی سے اور انھوں نے داؤد
طائی سے اور داؤد طائی نے علم اور
طریقت دونوں حضرت امام اعظم
ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے حاصل کیا ہے،
اور یہ سب اُن کی ثناء وصفت اور ان
کی فضیلت اور بزرگی کے قائل تھے
اے بھائی جان! بہت تعجب کی
بات ہے کیا اتنے بڑے بزرگ حضرت
امام اعظم صاحب کی امامت
اور فضیلت کے قائل ہونے پر
متّہم ہو گئے اس اقرار پر، کیا
اتنے بڑے بزرگوں کی پیروی
ہمارے لیے اسوۂ حسنہ نہیں ہے؟
پس یہ معلوم ہوا کہ حضرت امام
اعظم رضی اللہ عنہ کے زہد
اور ورع تقویٰ وعبادت علم اور

زهدہٖ وورعہٖ وعبادتہٖ وعلمہٖ وفہمہٖ بمشارك۔ فہم میں کوئی بھی ان کے شریک نہیں ہو سکا۔

مزید اگر امام اعظم صاحب اور تقلید شخصی کے بارہ میں معلومات حاصل کرنی ہوں تو

مکتوبات حضرت حاجی دوست محمد صاحب قندھاری

مکتوب نمبر ۲۲ ملاحظہ فرمائیں جس کو نصر اللہ خان خاکوانی ملتان نے چھپوایا ہے۔ فقط اللہ بس باقی ہوس۔

مکتوب شریف ساتواں

(بنام مولوی عبد اللہ صاحب)

جو کہ ساتوں لطائف پر اکٹھا ذکر کرنے یا علیحدہ علیحدہ ذکر کرنے اور کہ ذکر سے مراد کیا ہے۔ اور فرقہ وہابیہ کے اعتقادات سے منع کرنے کے بیان میں ہے۔

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ اما بعد اللھم انی اعوذ بك من أن اشرك بك شيئا وانا اعلم بہٖ و استغفرك لما لا اعلم بہٖ تبت عنہ وتبرأت ورجعت من الكفر والشرك والكذب والغيبة والنميمة و البهتان والنفاق والمعاصی کلھا اقول واسلمت بقول

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ۔ اما بعد !

مولوی صاحب عزیز از جان حقائق و معارف آگاہ مولوی **عبد اللہ صاحب**

خدا آپ کو سلامت رکھے ۔ آمین !

اس فقیر حقیر لاشئ **دوست محمد** جو کہ حاجی کے نام سے مشہور ہے ، کی طرف سے سلام مسنونہ کے بعد دعائے ترقیات دارین مطالعہ فرمائیں ۔ الحمد للہ اس جگہ کے حالات اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بہت اچھے ہیں ۔ اور آپ کی سلامتی عافیت اور استقامت شرعی کے لیے فقیر دعا گو ہے ۔ آپ عزیز کی طرف سے بھیجا ہوا محبت بھرا خط پہنچا ۔ کوائف مندرجہ سے آگاہی ہوئی ۔ جو جو باتیں آپ نے پوچھی ہیں ہر ایک کا جواب لکھا جاتا ہے :

(۱) آپ نے پوچھا ہے کہ اسم ذات **اللہ اللہ** پانچ لطائف پر اکٹھا کیا جائے یا علیحدہ علیحدہ ؟

بھائی جان ! اس فقیر کے پیران کبار کا معمول ذکر اسم ذات " **اللہ اللہ** " پانچوں لطیفوں پر علیحدہ علیحدہ ذکر کرنے کا ہے ۔ سب لطائف پر اکٹھا ذکر کرنا میرے حضرات کا معمول نہیں

(۲) آپ نے یہ بھی پوچھا ہے کہ ذکر اسم ذات لطائف میں اپنے فکر اور توجہ سے جاری ہوتا ہے ۔ یا متواتر لطائف پر خیال رکھنے سے جاری ہوتا ہے ۔

بھائی جان ! مقصود بالذات ان ہر دو طریقوں سے اونچا ہے ۔ لیکن اس قدر ضرور ہے کہ ابتدائے سلوک میں ذکر اسم ذات ہر لطیفے کے اندر اس وقت جریان کرتا ہے کہ جب سالک کامل توجہ سے ذکر کرتا ہے ۔ اور اس پر مداومت اختیار کرلے ، تو اس کو حضور دائمی حاصل ہو جاتا ہے ۔

اور ماسوی اللہ کے خیالات سے اس کا حضور نہیں ٹوٹتا، کیونکہ اس وقت حضور ملکۂ قلب بن جاتا ہے اور سالک رفتہ رفتہ حضور سے بھی بالاتر مقامات تک جا پہنچتا ہے جس کو حدیث شریف میں مرتبۂ احسان سے تعبیر کیا گیا ہے حدیث شریف یہ ہے: اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰہَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ۔ تا آخر۔

بھائی جان! فقیر نے سنا ہے کہ مولوی غیاث الدین مسائل فرقہ وہابیہ کے معتقد ہیں۔ اور لوگوں کو بھی مسائل بیان کرتے ہیں۔ لہٰذا لکھا جاتا ہے کہ انھیں سمجھائیں کہ آپ فرقہ وہابیہ سے پرہیز کریں، بلکہ دل ہی سے اعتقاد گروہ اسمٰعیلیہ[1] سے بیزار ہو جائیں اور اپنے صحت اعتقاد اور اعمال کے لیے کتب ہائے سلف صالحین اہل السنت والجماعۃ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم ہمارے لیے کافی ہیں ان کو اپنے زیر مطالعہ رکھیں۔ فرقہ وہابیہ اور ان کے رسائل و اعتقاد سے بجان و دل بیزار ہو جائیں۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے باطن میں اپنے پیران عظام رضی اللہ عنہم کا اثر قوی تر دیکھوں، تو آپ کے لیے لازم ہے کہ جملہ اعتقادی اور عملی مسائل میں اور اپنے ظاہر و باطن میں اپنے پیران عظام کی

---

[1]: گروہ اسمٰعیلیہ سے مراد مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی کا گروہ اور ان کے معتقدین غیر مقلدین مراد ہیں۔ ۱۲

متابعت اختیار کریں۔ انشاء اللہ آپ حقیقت معرفت پر سرفراز ہوں گے۔
فقط اللہِ بَس وَمَا سِوَاہُ عَبَثٌ وَھَوَس فَانْقَطِعْ عَلَیْہِ النَّفَس۔

فقط والسلام خیر ختام

۲۳ ماہ شوال ۱۲۷۹ھ ہجری۔



باب اوّل کی

پانچویں فصل

حضور کی طویل علالت شریف میں حضور
حضرت خواجہ حاجی مولانا
مُحمّد عثمان صاحب جی
کو خلعت خلافت مرحمت فرما کر اپنا
سجادہ نشین بنانے اور اپنے سب منتسبین و مریدین
کو اُن کے حوالہ کرنے اور ان کو اس بارے
پوری پوری نصیحتیں اور تاکیدیں اور آنحضور
انور کے وصایائے شریفہ اور تجہیز و
تکفین و تدفین
کے بیان میں۔

الام، اور اسقام، صحت و تندرستی انسان کے توام ہیں۔ آپ قدس سرہ کی عمر مبارک جب اڑسٹھ[1] ۶۸ سال ہوئی تو طبع مبارک ناساز ہوئی۔ علاج و معالجہ کی سنت سنیہّ کی جانب متوجہ ہوئے۔

ڈیرہ اسماعیل خان کے کسی معالج کی جانب رجوع فرمایا۔ دوائیاں آتی رہیں مگر افاقہ نہ ہوا، تو خانقاہ احمد سعیدیہ موسیٰ زئی شریف واپس چلنے کا ارادہ فرمایا۔

مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری جو آنجناب کے بڑے خلیفوں میں تھے وہ فرماتے ہیں کہ حضور نے دوسرے روز فرمایا کہ مجھ میں اونٹ پر سواری کی طاقت نہیں رہی۔ مجھے چارپائی پر اٹھا کر لے چلیں۔

ہم مخلصین اور حضرت مولانا محمد عثمان جی نے عرض کیا کہ ہم حضور کے لیے ایسی چارپائی بنائیں گے جو بے حد آرام دہ ہوگی۔ چنانچہ حضور بے حد خوش ہوئے۔ اور فرمایا: "بہت خوب"۔

اور پھر فرمایا کہ اس بستی کے لوگ مجھے گُمل[2] تک لے چلیں کہ راستہ ناہموار ہے۔

جب ہم حضور کو چارپائی پر اٹھا کر لے چلے، تو موضع گمل سے تجاوز کر گئے۔ اس وقت ہم مخلصین نے سمجھا کہ حضور کو نیند آگئی ہے۔ تو معاً آں گل اندام نے رُخ انور سے کپڑا ہٹا کر فرمایا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ مجھے چارپائی سے اتار دو کہ ان لوگوں پر بوجھ ہے۔

حضرت مولانا محمد عثمان جی اور بستی کے عقیدت مندوں نے بصد عجز و انکساری عرض کی کہ حضور! گنڈھی اعظم خان[3] تک ہم یہ خدمت ضرور انجام دیں گے تاکہ حضور کو اونٹ

---

[1] : جڑواں بچوں کے مشل ہیں۔
[2] : گمل سے مراد ایک بستی ہے۔ جو آجکل بستی گُملہ متصل ڈیرہ اسمعیل خان
[3]

کی سواری سے اذیت نہ پہنچے۔ لیکن اجازت نہ فرمائی اور شتر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔

ڈیرہ اسمٰعیل خاں سے براستہ گنڈی اعظم خاں[1] صرف ہم دو خادم ایک حضرت مولانا محمد عثمان جی اور دوسرا خادم رحیم بخش اجمیری حضرت قبلہ کے ہمراہ تھے۔ اور دیگر مخلصین سواریاں لے کر دوسرے راستہ سے روانہ ہوئے۔ اور نماز شام کے قریب ہم خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف پہنچ گئے۔

رمضان المبارک ۱۲۸۴ھ کا مہینہ گذر گیا مگر مرض میں افاقہ نہ ہوا۔

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

کے مصداق عید الفطر کے بعد مرض نے روز بروز شدت اختیار کی اور بیماری میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہ بیماری کو تیسرا مہینہ تھا۔ اکثر اپنے ایام مرض میں حضور والاصفات قدسی آیات قدس سرہٗ ابن یمین کی یہ رباعی بار بار پڑھا کرتے تھے۔

فارسی رباعی یہ ہے:

مَنگر کہ دل ابن یمین پُر خون شد
بنگر کہ ازیں سرائے فانی چون شد
مصحف بکف و پائے برہ دیدہ بدوست
باپیک اجل خندہ زنان بیرون شد

ترجمہ: (۱) یہ نہ دیکھیں کہ دل ابن یمین کا پر خون ہوا۔ بلکہ یہ دیکھیں کہ وہ اس سرائے فانی

---

[1] گنڈی اعظم خاں جو کہ موجودہ وقت میں گنڈی عمر خان کے نام سے مشہور ہے۔ اور میاں خیل قوم کا بڑا قصبہ ہے۔ ۱۲ فقط

سے کس حال میں جا رہا ہے۔

(۲) قرآن مجید ہاتھ میں لیے ہوئے۔ ایسے حال میں اجل کے پیادوں کے ساتھ خوش خوش ہنستا جا رہا ہے۔ اور آنکھیں یاد میں لگی ہوئی ہیں۔ سبحان اللہ!

مولانا فتح محمد صاحب فرماتے ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ جب میرا جنازہ اٹھائیں تو میرے جنازے کے آگے آگے یہ عربی رُباعی پڑھتے جائیں۔

عربی رباعی یہ ہے۔

وَفَدْتُ اِلَی الْکَرِیْمِ بِغَیْرِ زَادٍ

مِنَ الطَّاعَاتِ وَالْقَلْبِ السَّلِیْمِ

فَحَمْلُ الزَّادِ اَقْبَحُ کُلَّ شَیْءٍ

اِذَا کَانَ الْوُفُوْدِ اِلَی الْکَرِیْمِ

ترجمہ: میں اس سخی ذات کے پاس یعنی رب العزت جل شانہ کی خدمت میں عبادتوں اور قلب سلیم کا توشہ لے کر نہیں جا رہا، بلکہ خالی ہاتھ جا رہا ہوں، کیونکہ اللہ سخی کے پاس جانا ہو تو توشہ لے جانا بُری بات ہے۔

ہمارے قبلہ حضرت نے جو اپنے جنازے کے آگے آگے اس رباعی کے پڑھنے کا حکم صادر فرمایا، تو یہ بھی گویا اپنے دادے پیر حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب دہلوی رحؒ کی سنت ادا کرنا مقصود تھی، کیونکہ انھوں نے بھی اپنے جنازے کے آگے آگے یہ رباعی پڑھنے کی وصیت فرمائی تھی۔ جب بیماری کی شدت نے غلبہ کر لیا۔ اور مرض خطرناک صورت اختیار کر گیا، تو آپ نے انبیاء و مرسلین کی سنت کے مطابق وصیت نامہ تحریر فرمایا۔ لہٰذا وصیت نامہ میں پند و نصائح کے علاوہ تین چیزوں کو پورا کرنے کی اپنے

حاضرین اور غائبین مریدین اور مسترشدین کو بطور خاص وصیت فرمائی۔

اور آغاز وصیت نامہ یہ تحریر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔ کہ وصیت نامہ کے آغاز میں لکھیں "کہ بموجب کلام اللہ شریف کل نفس ذائقۃ الموت یعنی ہر نفس نے موت کا ذائقہ ضرور چکھنا ہے"۔

تو وصیت نامہ کے تین ۳ اہم اُمور بیان فرمائے۔

کھلے بندوں اور چھپ کر گویا ہر حالت میں زہد و تقویٰ اپنائیں۔ اور دینی و دنیوی، خوشی اور الم میں ان سب امورات میں اتفاق و اتحاد کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ کیونکہ اختلاف تباہی اور بربادی کا سبب ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے برادر طریقت مولانا مولوی محمد عثمان جی کو طرق صوفیائے کرام کے نفوذ اور ترویج کے لیے عموماً، اور طریقہ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہم کے فروغ کے لیے خصوصاً اپنا نائب مناب اور قائم مقام مقرر کیا ہے لہٰذا جملہ مریدین اور مستفیدین کو لازم ہے کہ وہ طریقہ علیہ نقشبندیہ اور مقامات انیقہ مجددیہ کو مولانا صاحب موصوف سے کسب کرنا اپنا فرض جانیں۔ علاوہ ازیں خانقاہ شریف اور کتب خانہ اور تمام اسباب متعلقہ خانقاہ شریف جو اس بیماری سے بہت ہی پہلے سالہا سال سے بحالت تندرستی و سلامتی فقیر کے پاس چلے آرہے ہیں۔ اور فقیر کی اپنی ملکیت بلا شرکت غیرے ہیں۔

یہ تمام چیزیں با صحت و تندرستی عقل و ہوش و حواس بطریق تولیت مولانا محمد عثمان جی کے حوالہ کرتا ہوں تاکہ خانقاہ شریف کا کاروبار آئندہ کے لیے اچھے طریقے سے انجام پذیر ہو۔

اللہ الرحمان الرحیم جل شانہ اس فقیر کو ثواب جمیل اور اجر جزیل مرحمت فرمائیں۔ آمین یارب العٰلمین۔

چونکہ اس مرض اور تکلیف کے لاحق ہونے سے پہلے حضرت حاجی صاحب قبلہ قدس سرہٗ نے بحالت تندرستی وصحت اور سلامتی عقل وحواس سب کاموں اور دنیوی امور میں مولانا سید نور اخند زادہ کو اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ تو آپ حضور نے فرمایا، میری اس حالت میں اور بعد از موت بھی مولانا موصوف فقیر کے بدستور وصی رہیں گے۔ پس ان کو لازم ہے کہ فقیر کی تکفین اور تدفین کے بعد فقیر کی وصیت کو اس طرح سے نافذ کریں کہ اول: ایک ہزار روپیہ نقد گلدار فقیر کی طرف سے علماء کو صلحاء کو اور فقراء و مساکین کو بطور اسقاط تقسیم کریں۔ دوئم: اور باقی مال میں سے فقیر کی زوجۂ مطہرہ کا حق جو بموجب حکم شرعی ایک چوتھائی ہوتا ہے۔ نہایت احتیاط اور حفاظت سے نکال کر ان کے حوالے کریں۔ سوئم: اور جو باقی مال بچے اس کو بمشورہ مولانا محمد عثمان صاحب جی درویشاں خانقاہ شریف کے نان ونفقہ ولباس وپوشاک بہت اچھے طریقے سے خرچ کریں۔ اور افراط وتفریط سے مجتنب رہیں۔ میانہ روی اختیار کریں اور اس فقیر کو حسن خاتمہ وترقی درجات کی دعاؤں میں ہمیشہ ہمیشہ یاد رکھیں۔

جب حضرت الیشان قدس سرہٗ کا مرض حد سے بڑھ گیا تو چاشت کے وقت مولانا محمد عادل صاحب، مولانا غلام حسن صاحب ڈیروی پونگر، ملا سید نور اخوند زادہ ملا میر واعظ اور دوسرے خدام جو اس وقت حاضر تھے۔ ان کو آپ حضور فرمانے لگے کہ میں اپنی جگہ پر مولانا محمد عثمان جی کو اپنا خلیفہ اور نائب مناب بناتا ہوں۔ تم بھی اس معاملہ پر سوچو اور غور کرو۔ اور اگر وہ اہل نہیں، تو تم دوسرے کو مقرر کرو۔

اس پر ہم تمام نے عرض کی کہ حضور! مولانا محمد عثمان جی آپ کے فرمائے ہوئے حکم کے بجالانے کی کمال اہلیت رکھتے ہیں اور ان میں آں حضور کے منصب کو سنبھالنے کی کمال اہلیت ہے، فلہٰذا حضور کا فرمان ہم سب کو منظور ہے۔

اس حکم کی تصدیق و تائید کے بعد آپ حضور نے ایک بیش قیمت اور پُر شوکت لباس مولانا محمد عثمان صاحب جی کو پہنا کر سرفراز فرمایا۔

اس کے بعد حضور نے اور ہم اہالیان مجلس شریف نے مولانا محمد عثمان جی کے حق میں تادیر مراقبہ کیا۔ اور بعد مراقبہ تادیر دعا فرمائی۔ اس کے بعد حضور نے اپنی مُہر خاص سے وصیت نامہ کو مزین فرمایا۔ اور وصیت نامہ سے فارغ ہو کر مولانا محمد عثمان جی کے حق میں خلافت و اجازت نامہ تحریر فرمانے کا حکم صادر فرمایا۔ جب اجازت و خلافت نامہ تحریر کر چکا، تو اس کو بھی اپنی مُہر خاص سے مزین فرمایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک کثیرا طیبًا مبارکًا فیہ۔

تحریر نقل اجازت نامہ مواہب رحمانیہ فی فوائد حضرات ثلاثہ دامانیہ کے باب دوم فصل اول میں جو کہ حضرت مولانا محمد عثمان صاحب کی سوانح عمری سے متعلق ہے، ملاحظہ فرمائیں۔

۲۲ شوال المکرم کی شب کو آنحضور لامع النور قدس سرہ کی مرض میں اضافہ ہو گیا ۲۲ تاریخ علی الصبح مرض نے شدت اختیار کر لی اور خطرناک حالات کے آثار نمایاں ہونے لگے۔

اس وقت جناب حضرت مولانا محمد عثمان جی اور ملا سید نور آخندزادہ و مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری و ملا میر واعظ صاحب و مولانا استاد مولوی غلام حسن صاحب

پونگر ڈیروی اور ملا میر عادل صاحب اور مولوی فتح محمد قوم استرانہ چودھواں والے کو جو آخری وصیت زبانی فرمائی، تو وہ یہ کہ آپ سب صاحبان کو معلوم رہے :

"کہ فقیر کو غسل مولانا محمد عثمان جی دیویں۔ اور جن جن صاحبان کو وہ غسل میں شریک کریں۔ یہ ان کی مرضی پر موقوف ہے۔ اور ساتھ ہی کفن بھی فقیر کو مولانا محمد عثمان صاحب دیں اور میرے جنازے کی امامت بھی مولانا محمد عثمان صاحب کریں اور قبر میں بھی فقیر کو وہی اتاریں۔ جن جن صاحبان کو وہ اپنے ساتھ فقیر کی اس خدمت میں شریک کریں۔ وہ ان کی مرضی پر موقوف ہے۔ سبحان اللہ! ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاءُ والله ذوالفضل العظيم ط"

یہ آخری زبانی وصیت فرمانے کے بعد آں حضور پر حالتِ استغراق طاری ہو گئی۔ ہم سب جو پاس بیٹھے یہ سمجھے کہ شاید حضور منبع النور قدس سرہٗ اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے ہیں، تو اچانک آنجناب نے اپنی چشم ہائے سرمگیں کھولیں اور زبان دُرفشاں سے فرمایا :

"کہ من در حالت حیات ہستم یا در ممات"

ترجمہ : میں زندوں میں ہوں یا مر چکا ہوں۔ ——— ہم سب خادمان نے عرض کی کہ حضور تو حالتِ حیات میں ہیں۔ بحمد للہ!

اس پر پھر آپ کو عالم استغراق طاری ہو گیا۔ پندرہ بیس منٹ بعد جناب والا نے اپنی چشمان سرمگیں کھولیں۔ اور ارشاد فرمایا : الحمد للہ، الحمد للہ، الحمد للہ اس کلمہ مبارک کو تین بار تکرار فرمایا۔

اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد عثمان جی اور آپ تمام حضرات مخلصان ومحبان

فقیر کے ساتھ یہ کلمہ پڑھیں۔

چنانچہ الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ ہم سب بمعیت حضور والا پڑھنے لگے۔ حتّٰی کہ بندائے قولہٖ تعالیٰ یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیہ ٥ فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی سے نوازے گئے۔

سبحان اللہ! آں حضور منبع نور قدس سرہٗ کا آخری کلمہ الحمد للہ تھا۔

انک میت وانھم میتون۔ ونحن علیٰ ذلک من الشاھدین والشاکرین والحمد للہ رب العٰلمین

(۲) آں حضور قدس سرہٗ کی اپنی نسبی اولاد نہ تھی۔ اور سوائے آپ کی ذات مبارک کے آپ کے خویش اقربا میں سے کوئی بھی موجود نہ تھا۔ مگر آں حضور والا شان نے لاکھوں کی تعداد میں روحانی اولاد چھوڑی تھی۔ خصوصاً ان میں سے جناب مولانا محمد عثمان جی قدس سرہٗ آپ کے بہت ہی پیارے اور معتمد خلیفہ اجل تھے۔ جو ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہے۔ اس قرب و پیار کی بدولت آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا سجادہ نشین بھی منتخب کیا۔ اور ساتھ ہی اپنا جملہ مال متروکہ اور سب سے زیادہ پیارے کتب خانے اور تسبیح خانے کا آپ کو واحد مالک ٹھہرا کر وصال جانانِ حقیقی سے سرفراز ہوئے۔

(۳) آپ حضور پُرنور کا وصال پُرملال بمقام موسیٰ زئی شریف وقوع پذیر ہوا۔ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ کو آنجناب کے گل بدن نازنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسد خاکی کی آخری آرام گاہ ہونے کا شرف نصیب ہوا۔

جس کی بدولت علاقہ داماں کے کوہ و دامن صد رشک چمن بن گئے۔

یخلق ما یشاء و یختار
وھو العزیز الغفار

(۴) مولانا محمود صاحب شیرازی نے (جو کہ ایران کے شہر شیراز کے رہنے والے تھے۔ اور شیراز ایران چھوڑ کر محض دولتِ فقر کے حصول کے لیے بزمانہ حضرت مولانا خواجہ حاجی محمد عثمان صاحب دامانی خانقاہ احمدیہ سعیدیہ میں حضرت خواجہ صاحب موصوف کے پاس مقیم تھے)

ایک قطعہ شعر میں سال ولادت اور سال وصال دونوں ہی بیان فرمائے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

رُباعی

جستم از پیرِ خرد دوش بفرخندہ بیانے
گُہرے کش نتواں یافت قرین در دلِ کانے
بجہان آمد و آراست اقالیم جہاں را (ولادت شریف سنہ ۱۲۱۶ھ)
وز جہان رفت بفرسود دل و دید جہانے (رحلت شریف سنہ ۱۲۸۴ھ)

وادخلہٗ فی الجنۃ الماویٰ ولمن دخل فی طریقتہٖ وتمنّٰی
الی یوم الجزاء ویرحم اللہ عبدًا قال امیناہ

مولانا محمود صاحب شیرازی نے ایک دوسرا قطعہ رباعی بھی لکھا ہے جن سے ولادت شریف اور وصال منیف دونوں نکلتے ہیں درج ذیل ہیں ؎

رُباعی

شب دوشنبہ و شوال بود بیست و دویم
شد آن سر آمد اقطاب سوئے باغ بہشت

بسال رحلت آن دوست محمد کلک

رسید بادل آگاه بدوست دوست نوشت

اور ایک خلیفہ اجل حضرت مولانا رحیم بخش[1] صاحب اجمیری نے یہ قطعہ تحریر فرمایا ہے

رُباعی

نسیما چون بگذری مرقد آں دل نوازے

سلام ما رسان آں پاکبازے

بصد اداب و عجز و انکساری بگو

نظرے بر ما غلامان مستمندان شاہ بازے

عجز

فقط خیر نمط تم الفصل الخامس در وصال پر ملال

آن دلبر پاکبازے ۔

نور اللہ مرقدہ المنیف و برد اللہ مضجعہ الشریف

قصیدہ بزبان فارسی از تصنیف لطیف خلیفہ اجل و اکمل حضرت مولانا رحیم بخش صاحب

اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

اپنے پیرو مرشد حضرت خواجہ حاجی صاحب قبلہ قندھاری قدس اللہ تعالی

بسرہ الاقدس

کی مدح شریف میں :

---

[1] : مولانا رحیم بخش صاحب اجمیری رحمۃ اللہ علیہ اجمیر کے رہنے والے تھے پہلے احمد عرب صاحب کے مرید اور خلیفہ تھے ۔ اور چھ سال انگریزی کی ملازمت بھی کرتے رہے ۔ موضع درابن میں انگریز ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے مثل خواں رہے ۔ چونکہ نسبت باطنی سے عاری تھے ۔ حضور حضرت حاجی صاحب قبلہ کی طرف

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

۱۔ اگر آن سلطان یوسف زئی نماید یک نظر ما را
شوم آزاد بگذارم ہمہ دینار و عقب را

۲۔ بسوز سینہ، وصل آتشِ خوبان بود ہر دم
زلیخا وار قربانش شوم خاکِ کفِ پا را

۳۔ بھائے یکدمے صحبت اگر جان را فدا سازم
ادا سازم نہ یک شکرش زبے تعداد احصا را

۴۔ براہِ نفعِ خدمت اُو سر شوریدہ ار بازم
سرِ موئے نہ پردازم زِ احسانہائی انخفا را

۵۔ بسا منصورہ سان و بایزیدآں شاہ بسطامی
دواں پیشش بدوش افگندہ اعصا و مصلےٰ را

۶۔ کسے کش دیدہ باشد مستفیدِ آں امامِ ما
بروآساں شود معنیٰ ایں سابق معمّا را

۷۔ اگر شاہے فرود آید زتختِ خود بہ پیشِ او
بیک مجلس ببیند از دسمرقند و بخارا را

ـــ (بقیہ صفحہ گذشتہ)

رجوع کیا۔ اور انوار و تجلیات گوناگوں اور احوال و مقامات بوقلموں سے مالا مال ہوئے اور خلعت خلافت سے مشرف ہو کر خانقاہ حضرت شاہ غلام علی شاہ صاحب دہلوی کی تولیت حضور حضرت حاجی صاحب نے ان کے سپرد فرمائی ۱۲

۸۔ کلامش مرہم جان و ظلالش رحمت رحمان
بیک دیدش کند چوں موم دل آں سنگِ خارا را

۹۔ خلیفہ خالقِ کونین و نائب سید الثقلین ،
مروجِ دینَ شہِ کونین و ہادی راہِ اعمیٰ را

۱۰۔ اشاعت بخش و قیوم طریقت حضرت احمد
مجدد نقشبند آں شہنشاہ دین و تقویٰ را

۱۱۔ چنیں حالات عالی با چنیں جذبات و تاثیرات
کسے نہ شنید باشد ہم ز پیشینان کبریٰ را

۱۲۔ بس ای راجی چہ میگوئی ، ز مدحِ مصدرِ انوار
کہ ہرگز تو نہ خواہی کرد ، وصفِ آں معلّیٰ را

۱۳۔ براحت دار یارب ، از برائے نفعِ خلق خویش
بطول عمر و فیضِ عام آں محبوبِ رعنا را

۱۴۔ کہ حضرت دوست محمدؐ حاجی الحرمین در آفاق
لقب مشہور ہست آں مظہرِ آثارِ مولےٰ را

۱۵۔ کمینہ عاجز و بندہ ، غریبِ ناسزا احقر
رحیما بخش محتاج ، آں شہ دینی و دُنیا را

انتہیٰ کلام مولانا و اولانا مولوی رحیم بخش صاحب اجمیری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز
تمت کتاب مستطاب مواہب رحمانیہ فی التجلیات الدوستیہ جلد اوّل از دستِ
فقیر محمد اسمٰعیل سراجی مجددی عفا اللہ عنہ موسیٰ زئی شریف

خطاطی : میاں عبید اللہ
نوشہرہ ورکاں ضلع گوجرانوالہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

جملہ برادرانِ طریقت پر مخفی نہ رہے کہ سلسلہ شریف روزانہ پانچ بار پڑھنا باعثِ حصول بے شمار فوائد دینی و دنیوی ہے۔ اور اگر بسبب مصروفیت پانچ بار بعداز نمازِ پنجگانہ وظیفہ نہ کرسکے تو پھر روزانہ ایک بار بعداز نمازِ صبح ذکر و مراقبہ سے فراغت کے بعد متصل وقت اشراق دو یا چار رکعات نماز نفل اشراق پڑھ کر سلسلہ شریف کا وظیفہ کریں۔ اس طرح سے کہ اوّل و آخر درود شریف ایک ایک بار اور درمیان میں سورۃ فاتحہ شریف ایک بار، سورۃ اخلاص ۳ بار اور معوذتین یعنی سورۃ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ شریف اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ شریف ایک ایک بار پڑھ کر جملہ خواجگان عالی شانان، مشائخ کرام سلسلہ عالیہ کی ارواحِ مقدسہ کو بخش کر پھر آگے لکھا ہوا سلسلہ شریف نہایت ادب اور خشوع و خضوع سے وظیفہ کریں۔ اور بعدازاں حضرات خواجگان سلسلہ عالیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے وسیلۂ جلیلہ سے اور ان کے طفیل بارگاہِ الٰہی میں اپنے جملہ حاجات دینی و دنیوی کی سرانجامی اور فتح و نصرت، عزت و اقبال و جمعیت ظاہری و باطنی و خاتمہ بالخیر کی درخواست پیش کرے۔ انشاء اللہ مستجاب ہو کر باعثِ برکاتِ کثیرہ ہوگی۔

سلسلہ شریف یہ ہے:

شجرۂ طیبہ

سلسلہ شریفہ (شجرۂ طیبہ منظومہ بزبانِ اُردو) حضرات خواجگان نقشبندیہ۔ مجددیہ۔ معصومیہ۔ مظہریہ۔ دوستیہ۔ عثمانیہ۔ سراجیہ۔ ابراہیمیہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین۔

از قلم: حضرت قبلہ الحاج مولانا محمد اسمٰعیل صاحب سراجی مجددی ذبیح مدظلہ، سجادہ نشین دربار عالیہ خانقاہ احمدیہ سعیدیہ موسیٰ زئی شریف ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان (پاکستان)

رحم کر مجھ پر محمد[1] مصطفےٰ کیواسطے
وہ جو ہیں مختارِ فخرِ انبیاء کیواسطے

وہ جو ہیں صدیق[2] صاحب با صفا و باوفا
اُن کے صدقے اور سلمانِ[3] فارسی کیواسطے

وہ جو ہیں[4] قاسم امام زادۂ صدیق کے
اور جعفر[5] صادق امام باصفا کیواسطے

حل ہوں ہماری مشکلیں صدقے امام[6] بایزید
اور بوالحسن[7] خرقانی صاحب ہدیٰ کیواسطے

نور اندرِ قلب کے میرے عطا کر اے خدا
پیر[8] گرگانی اور فارمدی[9] پیشوا کیواسطے

اور باطن کی صفائی دے مجھے ربِّ رحیم
خواجہ بویوسف[10] شہِ مجد و عُلا کیواسطے

صدقے اقلیم ولایت کے جو ہیں مختارِ کُل
عبدِالخالق[11] غجدوانی پیشوا کیواسطے

خواجۂ عارف[12] کے لیے عقدے مرے حل کر سبھی
خواجۂ محمود[13] صاحب باخدا کیواسطے

آں علی[14] رامیتنی اور خواجۂ بابا سماس
خواجۂ سید[15] کلال آں مقتدا کیواسطے

خواجگان کے خواجہ مشکلکشا پیروں کے پیر
یعنی خواجہ نقشبند[16] مشکلکشا کیواسطے

دالئی فقرِ بخارا خواجۂ شہ نقشبند
خواجۂ عطار[17] قطب الاصفیاء کیواسطے

کام کر شیریں طفیلِ خواجہ[18] یعقوب چرخ ‏ اور احرار[19] ولیِّ حق رسا کیواسطے

دِل کو روشن کر طفیلِ خواجہ[20] زاہد ولی ‏ خواجہ[21] درویش و خواجہ[22] امکنہ کیواسطے

دُور کر ظلمت سبھی اُس خواجہ[23] باقی ولی ‏ اور مجدّد[24] الف ثانی حق نما کیواسطے

حضرت معصوم[25] صاحب سرورِ دُنیا و دین ‏ اور سیف[26] الدین صاحب باخدا کیواسطے

از طفیل سیّد[27] نُور محمد غوث کُن ‏ اور مظہر[28] جانجاناں مقتداء کیواسطے

فضل کر مجھ پر طفیلِ شاہ عبداللہ ولی[29] ‏ اور شہ[30] بوسعید باصفا و حق رسا کیواسطے

دین دُنیا کا وسیلہ پیر شاہ احمد سعید[31] ‏ اور حاجی دوست[32] محمد حق نما کیواسطے

خواجہ عثمان[33] میرے ہیں دو جہاں کے دستگیر ‏ قبلۂ حاجات وَصل باخدا کیواسطے

بخش دے اپنی محبّت، اور قطع ماسوا ‏ حضرت سراج[34] الدین قطب الاصفیا کیواسطے

اور مُعرض ماسوی اللہ شیخِ ما آں ابراہیم[35] ‏ داد میری کو پہنچ آں مقتداء کیواسطے

خواجگانِ نقشبند کا نام لایا ہے ذبیح ‏ حل ہوں ہماری مشکلیں ان باخدا کیواسطے

ذکر قلبی اور مراقبہ اور تصوّر ہو نصیب ‏ وقتِ اجل ہو کلمہ جاری لا الٰہ الّا اللہ

بھیک کا کاسہ ہے لیکر تیرے دَر پر ہم گدا
گھومتے ہیں روز و شب لینے عطا کیواسطے



سلسلہ عالیہ نقشبندیّہ مجدّدیّہ معصومیّہ

(بزبانِ فارسی)

احمد و صدّیق و سلماں قاسم و جعفر دگر — بایزید و بوالحسن بوالقاسم و خورشید فر

بُوعلی بحرِ عطا ۔ بُویوسف ۔ ابرِ مکرمت — عبدِ خالق ، عارف و محمود شاہِ دادگر

بُوعلی باباسماسی پس کُلال و نقشبند — پس علاؤالدین یعقوب آں مہِ چرخِ ہنر

پس عبیداللہ و زاہد خواجہ درویشِ اجل — خواجگی و خواجہ باقی وارثِ خیر البشرؐ

پس مجدّد عروۃ الوثقیٰ و سیف الدین بُود — پس محمد محسن و نورِ محمد خوان زِ بر

جانجانست عبدُاللہ شاہ بُوسعید — زاں سپس احمد سعید آں رازدانِ خیر و شر

پس جنابِ دوست محمد آں امام الاولیاءٔ — خواجہ عثمان آنکہ وصفش زانچہ گویم بیشتر

پس سراج الدین محمد آفتابِ نقشبند — خواجہ ابراہیم حافظ قبلۂ جنّ و بشر

عاصیم شرمندہ ام افتادہ ام بر درگہت — رحم کُن بر ما طفیلِ ایں عزیزاں خوش سیر

عرض میدارد ذبیحِ ناتوان و رُوسیاہ
مستجابش کُن بجاہِ صاحبِ خیر البشرؐ



